نوائے غزوۂ ہند

برِّ صغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

اگست ۲۰۲۴ء | صفر المظفر ۱۴۴۶ھ

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ

کوئی تو سود چکائے، کوئی تو ذمہ لے
اس انقلاب کا جو آج تک ادھار سا ہے

۲۰ اگست ۲۰۲۴ء، غزہ کے شہر دیر البلح میں موبائل چارجنگ کے مقام پر اسرائیلی کواڈ کاپٹر ڈرون طیاروں کی فائرنگ سے کم از کم آٹھ (۸) بچے شہید ہو گئے۔ عسکری کواڈ کاپٹر ڈرون عام تباہی پھیلانے والا ہتھیار نہیں بلکہ بہت دقیق حملہ (Precision Strike) کرنے کا ہتھیار ہے اور یہاں ان بچوں کو جانتے بوجھتے ہوئے شہید کیا گیا!

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قیمتی اقوال

اگر ہمارے دل پاک صاف ہوں تو اللہ تعالیٰ کے کلام سے کبھی سیر نہ ہوں۔

مجھے ہرگز گوارا نہیں کہ میرا ایک دن بھی ایسا گزرے جس میں اللہ کے عہد، یعنی قرآن مجید کو نہ دیکھ سکوں۔

مجھے تین چیزیں بہت پسند ہیں:

۱) بھوکوں کو کھانا کھلانا۔

۲) بے لباس لوگوں کو کپڑے پہنانا۔

۳) قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

چار چیزیں ایسی ہیں جن کا ظاہر فضیلت اور باطن فرض ہے:

۱) نیک سیرت لوگوں کی صحبت فضیلت کا باعث ہے اور ان کی اقتدا کرنا فرض ہے۔

۲) قرآن کریم کی تلاوت کرنا بڑی فضیلت اور اس پر عمل کرنا فرض ہے۔

۳) قبروں کی زیارت باعث فضیلت اور موت کی تیاری کرنا فرض ہے۔

۴) مریض کی عیادت کرنا فضیلت اور اس سے وصیت طلب کرنا فرض ہے۔

دس چیزیں سب سے زیادہ ضائع ہونے والی ہیں:

۱) عالم جس سے سوال نہ کیا جائے۔
۲) علم جس کے مطابق عمل نہ کیا جائے۔
۳) درست رائے جسے قبول نہ کیا جائے۔
۴) اسلحہ جسے استعمال نہ کیا جائے۔
۵) مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔
۶) مصحف جس سے تلاوت نہ کی جائے۔
۷) مال جس سے خرچ نہ کیا جائے۔
۸) گھوڑا جس پر سواری نہ کی جائے۔
۹) دنیا کے طلب گار کے پیٹ میں زہد کا علم
۱۰) لمبی عمر جس میں آخرت کی تیاری نہ ہو۔

(سیرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، از ڈاکٹر علی محمد الصلابی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۷، شمارہ نمبر: ۶

اگست ۲۰۲۴ء — صفر المظفر ۱۴۴۶ھ

بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا سترہواں سال!

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شہید قتل کی تکلیف کو بس اتنا سا محسوس کرتا ہے جتنا کہ تم میں سے کوئی شخص ہلکا سا جھٹکا کسی چیز کے لگنے سے محسوس کرے۔''

(الترمذی)

اس شمارے میں

اداریہ

کوئی تو سود چکائے، کوئی تو ذمہ لے؟! 5

تزکیہ و احسان

اصلاحِ معاشرہ: سورۃ الحجرات کی روشنی میں 7

آخرت

موت و مابعد الموت 11

حلقۂ مجاہد

مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟ 15

سورۃ الانفال 17

شہادت شیخ اسماعیل ہنیہ رحمہ اللہ علیہ

شیخ اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر تعزیتی بیان 21

شہسوار 23

شہادت ہنیہ میڈیا کی نظر سے 25

ہوگا قدس آزاد! 30

فکر و منہج

گیارہ ستمبر کے حملے..... حقائق و واقعات 32

مدرسہ و مبارزہ (مدارس اور دینی جدوجہد کی تحریک) 36

جمہوریت...... ایک دجل، ایک فریب!

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر! 38

عالمی منظر نامہ

خیالات کا ماہنامچہ 42

اخباری کالموں کا جائزہ 44

دورۂ وحشت نے آلیا 53

طوفان الاقصیٰ

یہ غزہ ہے! 55

فلسطین: مغربی میڈیا کی ذومعنی اصطلاحات 63

کیا حماس ختم ہو جائے گی؟ 65

افغان باقی کہسار باقی...... الحکم للہ والملک للہ

امیر المومنین ملا عمر رحمہ اللہ علیہ کی پیشن گوئی اور امریکہ کا زوال 66

عمرِ ثالث 69

توحید کے علمبردار 74

پاکستان کا مقدر...... شریعتِ اسلامی کا نفاذ!

مدارس کے خلاف جرنیلی عزائم 76

گوانتانامو کا منظر ساہیوال میں 80

حاجی شریعت اللہ کی سرزمین بنگال سے

بنگلہ دیش: نصرتِ اسلام کی ابھرتی امید 82

بنگلہ دیش طلبہ تحریک 86

افسانہ

خون کا قرض 90

وغیرہ وغیرہ

اِک نظر ادھر بھی 93

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے......

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.site

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

contactNGH.01

اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں علمائے کرام کی اجازت کے بعد جانداروں کی تصاویر شامل ہیں۔ تاہم یہ اجازت فقط مجلّے کے 'ویب ورژن (PDF وغیرہ)' کے لیے ہے، اگر کوئی مجلّے کو کاغذ پر چھاپنا چاہے تو براہِ کرم مذکورہ تصاویر کو دھندلا (blur) کر کے چھاپے۔ قدیم و معاصر علماء کی اکثریت بہر حال کاغذ پر چھپی تصویر کی اجازت نہیں دیتی!
- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع ہونے والے 'مستعار' مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس رسٹیٹس رٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

کوئی تو سود چکائے، کوئی تو ذمہ لے؟!

اخبار اٹھائیے، ٹی وی پر خبریں دیکھیے سنیے، سوشل میڈیا دیکھیے۔ غزہ میں جاری جارحیت کی خبریں آج ہماری روٹین ہیں۔ جیسے دن بھر میں دیگر درجنوں نہیں، سیکڑوں خبروں اور معلومات پر سے ہم گزرتے ہیں، بالکل اسی طرح، بلکہ سچ یہ ہے کہ اس سے کہیں زیادہ تیزی سے ہم اب غزّہ کی خبروں پر سے جلدی سے گزر جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کیا نیا ہو گا؟ وہی کٹی پھٹی لاشیں، وہ بچوں کے چیتھڑے، ماؤں کی فریادیں، باپوں کا نوحہ، بوڑھوں کی آہ و بُکا۔ سچی بات یہ ہے کہ اعداد و شمار بیان کرنے کا وقت گزر چکا ہے، اعداد و شمار کیا ہوتے ہیں، سوائے گنتی کے۔ لیکن پھر بھی ایک نظر یہاں فرمائیے۔ اڑتالیس ہزار سے زیادہ لوگ غزہ میں قتل ہو چکے ہیں، جن میں دس ہزار سے زیادہ عورتیں اور سولہ ہزار سے زیادہ بچے ہیں، لیکن یہ اعداد و شمار ان لاشوں کے ہیں کہ جن کی شناخت ممکن ہے، وہ لاشے جو لاش کی 'تعریف (definition)' پر پورا اترتے ہیں یہ ان کی گنتی ہے۔ لیکن جو ٹنوں ملبے تلے دفن ہیں یا جو بارود کی نئی نئی اقسام کے سبب ہوا میں تحلیل ہو گئے، یا سر بریدہ لاشے، یا وہ جو چیتھڑے بن گئے، یہ سب اس میں شامل نہیں اور کہنے والے کہتے ہیں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔

آج مظلوم و مقتول و شہید و زخمی کو ہم بخوبی جانتے ہیں اور ظالم و قاتل سے بھی خوب واقف ہیں، اب بار بار ان کی نشاندہی کیا؟!

پھر بھی اگر ہمارا علم اس قدر ناقص ہے تو سنیے! پڑھیے! نکبہ میں پندرہ ہزار کلمہ گو فلسطینی قتل و شہید ہوئے تھے۔ پچھلے گیارہ ماہ میں ان کی رسمی تعداد اڑتالیس ہزار سے زائد ہے۔ یہ مقتولین نہتے فلسطینی ہیں۔ اور ان کے قاتل، اسرائیل اور اس کے پشت پناہ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، پورا عالمِ مغرب ہے، الاسکا تا نیوزی لینڈ۔ پھر ان قاتلوں کے سہولت کار اسرائیل کے پڑوس میں موجود اور باقی عالمِ اسلام پر قابض ابنِ ابی سلول کی وہ روحانی بلکہ مثلِ ذریتِ شیطانی اولادیں ہیں، وہ منافق کردار ہیں جو کہیں وردیوں میں ہیں تو کہیں جبّوں میں اور کہیں کوٹ ٹائی میں ملبوس ہیں اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر گھوما کرتے ہیں۔

کرنا کیا ہے؟ بس سن لیجیے کہ جہاد فرضِ عین ہے! دنیا بھر میں جہادی محاذ سجے ہوئے ہیں، جائیے وہاں سے فنِ حرب و ضرب سیکھیے اور کفار پر عذاب کا کوڑا بن کر برسیے۔ انٹرنیٹ عام دستیاب ہے، کچھ مشکل ہو تو وی پی این و پراکسیاں موجود ہیں، انٹرنیٹ پر بارود بنانا سیکھیے اور صلیبی صہیونی امریکیوں اور یورپیوں کو، بدفطرت یہودیوں کو کہ جن کا انگ انگ اہلِ غزہ کے خون سے لتھڑا ہوا ہے کو جہاں پائیے وہاں قتل کیجیے۔ اگر اس قتال فی سبیل اللہ کا حصہ نہیں بن سکتے، تو اپنے اموال ان مجاہدوں پر لٹائیے جو عصرِ حاضر میں جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہیں، وہ مجاہدین جو اَبین و حضر موت میں اور غزہ و رفح میں پیٹ سے پتھر باندھے اقصیٰ کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس کی بھی استطاعت نہیں تو زبان و قلم آپ کا ہتھیار ہیں، یہ بھی نہیں تو دل و جگر سے خوں بار اشک بہائیے اور دعاؤں میں ان سر بکفن، صف شکن، سر فروش مجاہدوں کو یاد رکھیے۔ اللہ کے، اپنے اور ان فی سبیل اللہ مجاہدوں کے دشمنوں پر قنوتِ نازلہ پڑھیے! نبی الملاحم رحمۃ للعالمین علیہ اَلف صلاۃ وسلام کا ارشاد ہے:

> ”جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ.“ (رواه أبو داود والنسائي والدارمي)
>
> ”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'مشرکین یعنی دشمنانِ اسلام سے تم اپنی جان اپنے مال اور اپنی زبان کے ذریعہ جہاد کرو'۔“

جب فرضِ عین جہاد کی ادائیگی میں کچھ تردد ہو، اپنا وطن، خاندان، اہل وعیال، نوکریاں اور تجارتیں، آرام بستر اور اچھی گاڑیاں، علم وفن سیکھ کر کسی ان دیکھے مستقبل میں امت کی نصرت کے خواب نہیں یہ سرابوں کے خیال کچھ مانع ہونے لگیں تو یاد رکھیے کہ اہلِ غزہ اڑتالیس ہزار سے زیادہ کی تعداد میں شہید ہو کر اگلے جہاں جاچکے ہیں، اور ساتھ ہی وہ ہم سب کلمہ گوؤں پر وہاں ربّ العالمین، احکم الحاکمین، العدل کی عدالت میں مقدمہ بھی درج کروا چکے ہیں کہ 'مالک! ہم کٹتے رہے اور تیرے قرآن کی زبانی انہیں پکارتے رہے وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيراً[1] ...... لیکن اے داورِ محشر! ان ایمان کے دعویداروں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی!'۔

محشر کا دن ہو گا، شافعِ محشر (علیہ اَلف صلاۃ وسلام) حوضِ کوثر کے پاس رونق افروز ہوں گے کہ اپنے امتیوں کو اس عالمِ سختی میں، اس دھوپ وشدت کی گرمی میں اپنے حوض سے پیالے بھر بھر کر عطا کریں، کچھ ہمارے دور کے ہم جیسے بھی وہاں جائیں گے، لیکن ابھی ہم جامِ کوثر طلب کریں گے ہی تو غزہ کے یہی اڑتالیس ہزار شہید، یہی کٹے پھٹے لاشے حضورِ پر نور (صلاۃ اللہ وسلام علیہ) کا دامنِ نورانی تھام لیں گے اور وہاں شفیعِ عالم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گے کہ یارسول اللہ! آپ کے یہی وہ امتی ہیں جنہوں نے ہمیں غزہ میں تنہا چھوڑ دیا تھا!

اس نظارے کی تاب رکھتے ہیں تو اپنی زندگیوں میں مگن رہیے! ورنہ داورِ محشر جَلَّ جَلَالُہٗ کے غضب اور شافعِ محشر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناراضگی سے بچنے کے لیے کل نہیں، آج! تھوڑی دیر بعد نہیں، ابھی نکلیں! جب سے اقصیٰ صلیب وصہیون کے پجاریوں کے قبضے میں ہے تب سے اب تک ہمارے ذمے وہ 'ایک صدی سے زائد کا قرض' انقلاب برپا کریں، جو تب تک نہ تھمے جب تک صلیب وصہیون کے بیٹوں اور بیٹیوں کو تل ابیب اور واشنگٹن میں انہی کے خون میں نہ نہلا دیا جائے، جیسے انہوں نے حرم کے بیٹوں اور بیٹیوں کو خون میں نہلایا، انہیں یتیم ومعذور کیا، ان کے سہاگ اجاڑے!

کوئی تو سود چکائے، کوئی تو ذمہ لے
اس انقلاب کا جو آج تک ادھار سا ہے

اللهم اهدنا فيمن هديت وعافنا فيمن عافيت وتولنا فيمن توليت وبارك لنا فيما أعطيت وقنا شر ما قضيت إنك تقضي ولا يقضى عليك وإنه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت!

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم اهدنا لما اختلف فيه من الحق بإذنك. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

---

[1] ''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ضعیفوں کی خاطر جن میں مرد اور عورتیں اور بچے شامل ہیں جنگ نہیں کرتے، جو یوں کہہ رہے ہیں کہ 'اے ہمارے رب! نکال ہم کو اس بستی سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایت کرنے والا اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار!'۔'' (سورۃ النساء:۷۵)

اصلاحِ معاشرہ

سورۃ الحجرات کی روشنی میں

مولانا بلال عبد الحی حسنی ندوی

اصلاحِ معاشرہ

اسلام نے انسان کو اجتماعی نظام سے جوڑا تھا لیکن مغرب نے فرد کی آزادی کا دلفریب نعرہ دے کر انسانوں کو خانوں میں بانٹ دیا، ایک انسان سے دوسرے انسان کا تعلق کاروبار بن کر رہ گیا، بعض سفر کرنے والوں نے بتایا کہ انگلینڈ میں جگہ جگہ بورڈ پر لکھا ہوا ملا کہ ’’Mind your own business‘‘ یعنی آپ اپنا کام کیجیے (اپنے کام سے کام رکھو)۔ کوئی کچھ بھی کرے چھپ کر کرے یا علی الاعلان کرے، کسی کو بولنے کی گنجائش نہیں، اس لیے کہ یہ اس کی آزادی کے خلاف ہے، لیکن اسی پر ایک سوالیہ نشان لگ جاتا ہے کہ دیکھنے والا اگر کچھ کہنا چاہے تو اس پر بندش لگانا کیا آزادیٔ رائے کے خلاف نہیں ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ یہ سب خودساختہ اصطلاحات ہیں جن کے پردہ میں انسانوں کو جانوروں کی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔

ایک بڑے عالم کے پاس یورپ کی ایک تنظیم کے کچھ نمائندے آزادیٔ رائے کے سلسلہ میں کچھ سوالات کرنے پہنچے، انہوں نے کہا کہ پہلے میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں کچھ حدود و قیود ہیں یا نہیں؟ جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم تو اس میں کوئی قدغن لگانا نہیں چاہتے۔ مولانا نے کہا کہ اگر کوئی یہ رائے رکھتا ہے کہ دنیا بھر کے دولت مندوں کی دولت چھین کر غریبوں میں تقسیم کر دینی چاہیے اور وہ اس کے لیے عملی اقدامات شروع کر دے تو کیا اس پر کوئی پابندی لگائی جائے گی؟ اگر نہ لگائی جائے تو حالات بگڑتے جائیں گے اور اگر لگائی جائے تو یہ آزادیٔ رائے کے خلاف ہے۔

اسلام نے بے شک آزادی کی اجازت دی ہے لیکن اس کے حدود متعین کیے ہیں، ایک آدمی کو کھانے کی اجازت ہے لیکن دوسروں سے چھین کر نہیں، ضرورت سے زیادہ نہیں، انسان اپنی جنسی خواہشات پوری کر سکتا ہے لیکن حدود میں رہ کر، اسلام ہم جنسی کی اجازت نہیں دیتا، اور کوئی بھی معقول مذہب اور فلسفہ اس کی اجازت نہیں دے سکتا، ایک مرد صرف اسی عورت سے یہ تعلق رکھ سکتا ہے جس سے اس نے نکاح کیا ہو اور اس کی ذمہ داریاں اپنے ذمہ لی ہوں، اس کے علاوہ کسی غیر کی طرف غلط نگاہ ڈالنا بھی اسلام میں جرم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج سماج کی خرابیاں اسی مطلق العنان آزادی کی دین ہیں جس نے انسانوں کو جانور بنا دیا ہے اور برائیاں فیشن بنتی جارہی ہیں اور آزادی کے نام پر ان پر دبیز پردے ڈال دیے جاتے ہیں۔

سماج افراد سے بنتا ہے، اجتماعیت محبت و سلوک سے پیدا ہوتی ہے، افراد جب تک اپنے اندر محبت و ایثار نہ پیدا کریں اس وقت تک اجتماعیت پنپ نہیں سکتی، اس میں صرف اپنی لذت، اپنی راحت، اپنی دولت کا فلسفہ چھوڑنا لازم ہے، سماج کی فکر، اس کو صحیح رُخ پر لانے کی ضرورت کا احساس اور انسانوں کو انسان بنانے کا جذبہ جب تک پیدا نہیں ہوگا، اور اس کے لیے اپنی لذت و راحت کو تج دینے اور ضرورت پڑ جائے تو اپنے فائدے سے دست بردار ہو جانے اور دوسروں کے لیے قربانی دینے کا عزم و حوصلہ جب تک پیدا نہیں ہوگا اور اس کے لیے ہر سماج میں کچھ افراد سر بکف کھڑے نہیں ہو جائیں گے اس وقت تک حالات میں تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی مال کی محبت، اسراف و فضول خرچی، نام و نمود کی حرص، بے حیائی، لذت اندوزی کے بے جا جذبات، یہ سب وہ برائیاں ہیں جنھوں نے آج پوری دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے، اور اس سے بڑھ کر خطرہ کی بات یہ ہے کہ برائیوں کو برائی کہنے والے ختم ہوتے جارہے ہیں اور اگر کوئی اچھی طبیعت رکھنے والا ہمت بھی کرتا ہے تو دس لوگ اس کی ہمت کو توڑنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اسلام بھلائیوں کو بڑھاوا دیتا ہے، خیر کو پھیلاتا ہے اور خیر پھیلانے والوں کی ہمت افزائی کرتا ہے اور برائیوں پر روک لگاتا ہے، اس نے دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک ایسا اجتماعی نظام پیش کیا ہے جس میں ہر طبقے کے لیے بھلائی ہے، اقتصادی نظام سے لے کر معاشرتی اور اخلاقی نظام تک اس میں ایک طرف کچھ آزادی دی گئی ہے، دوسری طرف ایسے حدود متعین کیے گئے ہیں کہ انسان انسانیت کا بھرم قائم رکھے، اپنے اخلاق و کردار میں وہ ایسا نمونہ پیش کرے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس کی سوچ کچھ اور ہے، اور اس کے لیے یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسری زندگی کو سامنے رکھ کر جیتا ہے، زندگی کی لگام اس کے ہاتھ میں ہے، خواہشات اس کو نہیں چلاتیں بلکہ وہ خواہشات کو چلانا جانتا ہے اور ان کو کنٹرول میں رکھتا ہے، اس کی حیثیت حاکم کی ہے محکوم کی نہیں، وہ اپنے نفس کا غلام نہیں ہے بلکہ نفس کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔

اجتماعی زندگی کے اصول جب بھی بنائے جائیں گے اس میں ہر ایک کا خیال رکھنا ہوگا، ہر طبقے کو اس کا حق دینا ہوگا، غریبوں کے حقوق، مالداروں کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، غیروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، کچھ وقت ساتھ گزارنے والوں کے حقوق، سب کے اپنے اپنے خانے ہیں اور ہر ایک کو اس کی جگہ رکھنا اور توازن کو بگڑنے نہ دینا اسلام کی تعلیم ہے۔ ہر ایک کی اپنی جگہ ہے، اس کو اس کی جگہ اعتدال کے ساتھ قائم رکھنا سماج کے لیے ضروری

ہے، لیکن انسانی عقل نے جب بھی اس کا نظام خود طے کیا ہے وہ افراط و تفریط کا شکار ہوئی ہے، ہر عقل کا ایک سانچہ ہوتا ہے جس میں وہ پروان چڑھتی ہے اور ڈھلتی ہے، اس پر ماحول کے بھی اثرات پڑتے ہیں اور تربیت کرنے والوں کے بھی، نظام تعلیم کے بھی اور آس پاس پنپنے والی فکری آراء کے بھی، عقل اپنے اسی ڈھلے ڈھلائے سانچے سے سوچتی ہے اور فیصلہ کرتی ہے، اس کے نتیجہ میں اس کے اندر جھکاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ توازن قائم نہیں رکھ پاتی، اس لیے سماجی نظام کو توازن کے ساتھ باقی رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسانوں کے پیدا کرنے والے نے انسانوں کے لیے جو اجتماعی نظام تجویز کیا ہے اور اپنے پیغمبروںؑ کے ذریعہ وہ دنیا کے انسانوں تک پہنچایا ہے اس کا کھلے دل سے مطالعہ کیا جائے اور اس کی روشنی میں پورا نظام طے کیا جائے، وہ نظام خدا کی آخری کتاب قرآن مجید میں موجود ہے، اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مزید وضاحت اور تفصیل کے ساتھ انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے اور ایک ایک چیز کی وضاحت کی ہے۔

اس میں سب سے بڑی ذمہ داری مسلمانوں پر ہے، ان کے پاس نظام ہے، اور مسلمانوں کی پوری تاریخ ہے کہ ہر دور میں اصلاح کرنے والے اور برائیوں پر نکیر کرنے والے پیدا ہوتے رہے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس کتاب الٰہی اور شریعتِ مصطفویؐ ہے، دوسری قوموں کی تاریخ پڑھی جایئے، صدیوں میں کوئی مصلح نظر آتا ہے، اور اس کی تعلیمات کا بھی اگر جائزہ لیا جائے تو صرف چند ہی چیزوں پر اس کے یہاں زور ملتا ہے، لیکن سماج کا نقشہ کیا ہونا چاہیے اور اس کی کیا بنیادیں ہیں اس کی تفصیلات پیش کرنے سے وہ عاجز ہیں۔

اس وقت دنیا دوراہے پر کھڑی ہے، اسلام کا پیش کیا ہوا سماجی نظام ہی تنہا وہ متوازن، جامع اور مکمل نظام ہے جو بگڑتے حالات کو سنبھال سکتا ہے، لیکن آج ان لوگوں کی بڑی تعداد ہے جو اس پر غور کرنے کو تیار نہیں، اور خود مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اس نظام کے صحیح نمائندے نہیں، ان کے حالات کو دیکھ کر اسلام کی جو تصویر اُبھر کر لوگوں کے سامنے آتی ہے وہ نہایت ناقص تصویر ہے، اس وقت ایک طرف مسلمانوں کی بڑی ذمہ داری ہے، مسلمانوں نے اگر صحیح نظام نہ پیش کیا، اسلام کی صحیح ترجمانی نہ کی اور خود بھی وقت کے دھارے میں بہتے رہے تو دنیا کی تباہی میں وہ بھی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آئیں گے، اور دوسری طرف دنیا کے ہوش رکھنے والوں اور سمجھ بوجھ رکھنے والوں کی بھی ذمہ داری ہے، وہ دنیا کے مختلف نظاموں کا تجربہ کر چکے، یہودیوں نے تو پہلے ہی دم توڑ دیا، اور وہ بجائے انسانیت کی رکھوالی کے اس کے قاتل بن گئے، عیسائیت بھی دنیا کو کوئی صاف اور بے خطر راستہ نہ دے سکی، اس کی مذہبی کتابوں میں وہ ہدایت موجود بھی نہیں ہے بقول کسی عیسائی مفکر کے: ''ہدایاتِ حضرت عیسیٰؑ اگر یکجا کی جائیں تو اخبار کے ڈیڑھ کالم سے نہیں بڑھ سکیں گی''۔ اس صورتِ حال میں

[1]سورۃ الاعراف:۶۵

[2]سورۃ النساء:۴۸

ڈوبتی دنیا کو اگر سہارا مل سکتا ہے تو صرف اسلام سے! دنیا اس کا تجربہ کر چکی ہے، حضرات خلفائے راشدین کے دور میں جب پورے اسلام پر عمل تھا، دنیا نے امن واطمینان اور راحت و سکون کی صدیوں کے بعد سانس لی تھی، اور پھر عرصہ تک اس کی ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں، ایک عورت بے خوف و خطر ایک شہر سے دوسرے شہر چلی جاتی، کسی کے لیے چوں چرا کی گنجائش نہیں تھی، پھر جب مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑا تو حالات کچھ کے کچھ ہو گئے۔

آج دنیا کو دوبارہ پلٹنے کی ضرورت ہے، جو تجربہ ہو چکا اگر وہ دہرا دیا جائے تو شاید حالات پھر بدل جائیں، لیکن اس کے لیے آسمانی تعلیمات کا سہارا لینے کی ضرورت ہے، قرآن مجید جس کو لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا، اس کی روشنی میں آنے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات

قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے، جس کو اللہ نے دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کے لیے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے، اس کو ''ھدیً للناس'' بھی کہا گیا ہے، تمام لوگوں کے لیے وہ ایسا راستہ ہے جو اس کو اختیار کرے گا وہ دنیا و آخرت کی زندگی میں اپنی مراد کو پائے گا، اس کو اختیار کرنے والے متقی پرہیزگار کہلاتے ہیں، ان کی زندگی پاکیزہ اور محتاط ہوتی ہے، وہ ہمہ وقت اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں، گویا کہ اس سے فائدہ اٹھانے والے متقی ہوتے ہیں اور عملاً ایسے ہی لوگوں کو اس سے راستہ ملتا ہے اسی لیے دوسری جگہ اس کو ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' یعنی متقیوں کے لیے ہدایت کہا گیا ہے۔

قرآن مجید کی سب سے پہلی دعوت توحید کی ہے، ہر ہر زمانے میں اللہ نے اپنے پیغمبروں کو اسی کے لیے بھیجا، ہر ایک کی دعوت یہی تھی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ[1]، ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں''، قرآن مجید کی بیشتر آیتوں میں اللہ کی وحدانیت کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے، مثالوں سے اس کی ربوبیت کو بتایا گیا ہے، اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں شرک کی جگہ جگہ مذمت کی گئی ہے اور صاف صاف کہہ دیا گیا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ[2]، ''اللہ اس کو نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا معاف کرے گا''۔ جو بھی قرآن مجید میں غور و تدبر سے کام لے گا یا صرف سمجھنے ہی کی کوشش کرے گا، اس کے دل میں شرک سے نفرت بیٹھ جائے گی، قرآن مجید کے ایک بڑے عالم نے یہ بات لکھی ہے: ''قرآن مجید کا پڑھنے والا سب کچھ ہو سکتا ہے مگر مشرک نہیں''[3]۔

[3]اسلام کے تین بنیادی عقائد از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اصلاحِ عقیدہ کے بعد جس چیز پر قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ اصلاحِ معاشرہ ہے، سماجی اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کی جگہ جگہ تلقین کی گئی ہے، انفرادی اور اجتماعی حقوق و معاملات کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام میں بعضوں کی بعثت کے مقاصد میں اخلاق و معاملات کی خرابیاں دور کرنے کا تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت شعیبؑ کی قوم معاملات کی خرابیوں میں حد سے آگے بڑھ گئی تھی، ناپ تول میں کمی کرنا اور ڈنڈی مارنا ان کا شیوہ بن گیا تھا، حضرت شعیبؑ اسی لیے بھیجے گئے کہ وہ دعوت توحید کے ساتھ ان کی اس بد معاملگی کو دور فرمائیں، چنانچہ اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے وہ اس کا تذکرہ فرماتے ہیں:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ (سورۃ ھود: ۸۴)

”اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی مت کرو، میں تمہیں مزے میں دیکھ رہا ہوں، اور مجھے تم پر اس دن کے عذاب کا اندیشہ ہے جو گھیر لینے والا ہے۔“

حضرت لوطؑ کی قوم بے حیائی اور بد فعلی میں مبتلا تھی، حضرت لوطؑ کو اسی لیے بھیجا گیا کہ وہ ان کو تنبیہ کریں اور اس گندگی سے ان کو نکالنے کی کوشش فرمائیں، اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے جگہ جگہ وہ ان کی اس خباثت کا تذکرہ فرماتے ہیں:

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ○ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ○ (سورۃ الشعراء: ۱۶۵-۱۶۶)

”کیا دنیا جہاں میں تم مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو اور تمہارے رب نے جو بیویاں بنائی ہیں ان کو تم نے چھوڑ رکھا ہے البتہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔“

موجودہ سماج میں بھی یہ دو برائیاں ایسی ہیں جو ہزار خرابیوں کی بنیاد ہیں، ایک مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت اور دوسرے بے حیائی۔ رشوت، سود، جھوٹ، وعدہ خلافی، بدعہدی، مال کی بے جا تقسیم، حق تلفی، قتل و غارت گری اور نہ جانے کتنے جراثیم ہیں جن کے پیچھے ان ہی دو خرابیوں کا ہاتھ ہے، جب مال کی محبت حد سے بڑھ جاتی ہے تو دوسروں کے حقوق فراموش ہو جاتے ہیں اور انسان مال حاصل کرنے اور اس کو جمع کرنے کی ہر جائز ناجائز تدبیر کرتا ہے، وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ اس کو مرنا ہے، اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، اس کی پوری زندگی اسی ادھیڑ بن میں گزرتی ہے کہ کس طرح دولت بڑھائی جائے پھر وہ اس حد تک گر جاتا ہے کہ خود چند ٹکوں کے لیے دوسروں کا بڑے سے بڑا نقصان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، اس کا ضمیر ملامت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور مال و دولت کے دلدل میں وہ دھنستا چلا جاتا ہے۔

اسی طرح دوسری برائی بے حیائی ہے، یہ بھی ایسا خطرناک مرض ہے کہ انسان اس کے لیے سب کچھ بھلا دیتا ہے، یہاں تک کہ نہ اس کو اپنی عزت کا خیال رہ جاتا ہے اور نہ نسل انسانی کے تحفظ کا، وہ تھوڑی دیر کے مزہ کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر چڑھا دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

یہ دونوں خرابیاں سماج میں بڑھتی چلی جاری ہیں اور اس میں بڑا ہاتھ مغربی تہذیب کا ہے، جس نے انسان کو بالکل جانوروں کی سی آزادی دے دی ہے، ایک شریف انسان جن چیزوں کا پہلے تصور نہیں کر سکتا تھا آج وہ چیزیں بر سر بازار ہو رہی ہیں اور ان کو ترقی کی علامت سمجھا جانے لگا ہے اور ثقافت کا ایک حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔

اسلام نے اس زیادتی پر زبردست نکیر کی ہے، اس کے حدود و قیود متعین کیے ہیں، جنسی خواہش کی تکمیل سے اسلام نہیں روکتا لیکن اس کے لیے نکاح کی شرط لگاتا ہے تاکہ اعتدال قائم رہے اور نسل انسانی کو گھن نہ لگ جائے، قرآن مجید میں کامیابی حاصل کرنے والوں کی صفات میں اس کا تذکرہ ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ○ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ○ (سورۃ المؤمنون: ۵-۷)

”جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، بجز اپنی بیویوں کے اور اپنی باندیوں کے تو وہاں وہ ملامت کے مستحق نہیں اور جس نے اس سے آگے کچھ خواہش کی تو ایسے ہی لوگ حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔“

زنا کی شدت کا بیان ان الفاظ میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲)

”اور زنا کے قریب بھی مت جانا وہ تو بڑی بے حیائی ہے اور بدترین راستہ ہے (اپنی خواہش کی تکمیل کا)۔“

بے حیائی کو عام کرنے والوں پر بھی سخت نکیر کی گئی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (سورۃ النور: ۱۹)

”جو لوگ اہل ایمان میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں اذیت ناک عذاب ہے۔“

اسی لیے زنا کی تہمت لگانے والے کو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

جنسی خواہش ہر ایک میں ہوتی ہے، اس کو ختم کر دینے سے بھی منع کیا گیا ہے، بعض صحابہ نے اس کی اجازت چاہی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا، البتہ فرمایا کہ ایسے شخص کو نکاح کر لینا چاہیے اور اگر نکاح پر قدرت نہ ہو تو روزوں کی کثرت اس کے لیے مفید ہے اس سے یہ خواہش کم ہو جاتی ہے اور نفس پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اسلام مال کی محبت سے روکتا ہے اس میں غلو اور انتہا پسندی پر قدغن لگاتا ہے، نہ وہ بقدر ضرورت مال کو رکھنے سے روکتا ہے، اور نہ مطلق جمع کرنے سے منع کرتا ہے اگر اس کے حق کی ادائیگی ہوتی رہے، اللہ کے راستے میں خرچ کیا جاتا رہے، سینت سینت کر رکھنے والوں اور خرچ نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

{وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ○(سورۃالتوبۃ:۳۴،۳۵)

"جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں اس کو خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجیے۔ جس دن اس کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی، یہی وہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا، بس جو تم نے جمع کیا تھا اس کا مزہ چکھو۔"

خرچ کرنے والوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

"لا حسد إلا في إثنتين رجل آتاه اﷲ مالا، فسلطهٗ على هلكتهٖ في الحق، ورجل آتاه اﷲ حكمة فهو يقضى بها ويعلمها۔"(صحيح بخارى ۱/۱۵۲-۱۵۳)

"دو طرح کے لوگ قابل رشک ہیں، ایک وہ جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور صحیح جگہ خرچ کرنے پر اس کو لگا دیا ہو، دوسرے وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت و دانائی دی ہو تو وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔"

سماج کی اور خرابیوں کو بھی مختلف آیات میں واضح کیا گیا ہے اور ان سے بچنے کی تلقین کی گئی، ایک دوسرے کے حقوق بتائے گئے ہیں اور ان کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سب سے بڑا حق ماں باپ کا بتایا گیا ہے، مخصوص مقامات پر اللہ جل شانہ نے اپنے حق کے ساتھ والدین کے حق کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ(سورۃلقمان:۱۴)

"میرے احسان مند ہو اور اپنے ماں باپ کے اور میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

آگے فرمایا جارہا ہے:

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفاً(سورۃلقمان:۱۵)

"اور اگر وہ تمہیں اس پر مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ شریک کرو جس کے بارے میں تم علم نہیں رکھتے تو ان کی بات مت ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اسماء بنت صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری والدہ مشرکہ ہیں وہ چاہتی ہیں کہ میں ان کے ساتھ (اچھا) سلوک کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان کے ساتھ (اچھا) سلوک کرتی رہو۔

شرک جیسی مبغوض ترین چیز کے باوجود دنیا میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی جو تلقین کی جارہی ہے اس سے ہمیں اس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، مغربی تہذیب نے ماں باپ کے تعلق کو بھی جس طرح تار تار کر دیا ہے وہ اس کے خاص تاجرانہ ذہن کا نتیجہ ہے۔ امریکہ میں رہنے والے ایک صاحب نے اپنا واقعہ سنایا کہ جب میری اہلیہ ڈیلیوری (Delivery) کے سلسلہ میں ڈاکٹر کے یہاں گئیں تو اس نے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ شادی شدہ ہیں؟ پھر جب بچہ کی ولادت ہوئی تو اس نے سوال کیا کہ کیا آپ بچہ کو لے جائیں گی؟ ایک ڈیڑھ سال بعد جب دوبارہ ضرورت پڑی تو اس نے گھور کر دیکھا۔

اس پوری گفتگو سے مغربی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ اوّل تو حفاظت نسب کا تصور ہی وہاں مٹ کر رہ گیا ہے۔ دوسری بات جو سامنے آئی ہے اس سے ان کی شقاوت قلبی کا پتہ چلتا ہے کہ بچہ کی ولادت ہونے کے بعد بھی ماں کو بچہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی لیے لوگ بچوں کو ہسپتال میں چھوڑ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ تیسرے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک کے بعد دوسرا بچہ ان کے یہاں ایک عجوبے کی چیز ہے، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ حساب لگاتے ہیں کہ بچہ ہوگا تو اتنے ہزار ڈالر خرچ ہوں گے، اس کی تعلیم پر اتنے ہزار ڈالر خرچ آئے گا اور جب وہ کسی قابل ہوگا تو وہ الگ ہو جائے گا اور بوڑھے ماں باپ کا سہارا بننے کے بجائے ان کو بوڑھوں کے گھر (Old House) میں لے جاکر ڈال دے گا۔

اس ذہنیت نے ماں باپ کے پاکیزہ رشتوں میں بھی ایسی دراڑیں ڈال دی ہیں کہ پورا نظام کرپٹ (Corrupt) ہو کر رہ گیا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 96 پر)

موت وما بعد الموت

قیامت کے دن کیفیت کے اعتبار سے کفار کی تیسری قسم: التخاصم: قیامت کے دن ہونے والی بحث و تکرار

مصنف نے چار قسم کے تنازعات بیان کیے ہیں:

أ. العباد والمعبودين: بندوں اور ان کے معبودوں کے درمیان نزاع
ب. الاتباع والمتبوعين: پیروکاروں اور جن کی وہ پیروی کرتے تھے کے مابین تکرار
ج. الانسان وقرينه: انسان اور اس کے قرین کے مابین نزاع۔ قرین وہ شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔
د. الانسان واعضائه: انسان اور اس کے اپنے اعضائے جسم کے مابین جھگڑا۔

ب. پیروکاروں اور جن کی وہ پیروی کرتے تھے کے مابین نزاع:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ......﴾ (سورۃ ابراہیم:۲۱)

”اور یہ سب لوگ اللہ کے آگے پیش ہوں گے۔ پھر جو لوگ (دنیا میں) کمزور تھے، وہ بڑائی بگھارنے والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے لوگ تھے، تو کیا اب تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچالو گے؟“

اب یہ نزاع کمزور اور طاقتور کے مابین شروع ہوتا ہے۔ قیامت کے دن یہی کمزور سمجھے جانے والے لوگ، جو دنیا میں ان متکبرین کی پیروی کیا کرتے تھے، اپنے بڑوں کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے پیروکار تھے، کیا تم اللہ کے غضب سے آج ہمیں بچا سکتے ہو؟ وہ، جنہیں ان کمزوروں نے بڑا بنا رکھا تھا، کیا کہیں گے؟

﴿...... قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾﴾ (سورۃ ابراہیم:۲۱)

”وہ کہیں گے: اگر اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم بھی تمہیں ہدایت دے دیتے۔ چاہے ہم چیخیں چلائیں یا صبر کریں، دونوں صورتیں ہمارے لیے برابر ہیں، ہمارے لیے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں۔“

یہ لیڈر جو دنیا میں اپنے پیروکاروں سے یہ کہتے تھے کہ حشر کے دن ہم تمہاری مدد کریں گے اور ہم تمہارے حمایتی و مددگار ہوں گے، کہیں گے کہ ہم تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ سید قطب رحمہ اللہ نے ان آیات کی تفسیر میں نہایت بصیرت افروز کلمات لکھے ہیں، فرماتے ہیں:

”بودے کردار کے کمزور لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس اعلیٰ انسانی دولت سے دستبردار ہو جاتے ہیں جو اللہ نے ہر انسان کو دی ہے۔ وہ آزادی کی دولت ہے، آزادئ رائے ہے، آزادئ دین اور نظریہ اور حریتِ عمل ہے۔“

انسان کی ایک عظیم خصوصیت کیا ہے؟ اس کا اختیار...... اللہ رب العزت نے انسان کو اختیار اور انتخاب کی آزادی عطا کی ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز اللہ رب العزت کے سامنے تسلیم ہے اور یوں اللہ رب العزت کی عبادت کر رہی ہے، چاند، سورج، سیاروں کی گردش، درخت، پودے ہر چیز اللہ رب العزت کا حکم بجا لاتی ہے اور یہی تسلیم و رضا کی کیفیت اللہ کے لیے ان کی عبادت ہے۔ صرف جن و انس وہ مخلوق ہیں کہ جنہیں ایمان لانے یا نہ لانے اور تسلیم ہونے یا نہ ہونے کا اختیار دیا گیا ہے۔ کائنات میں کوئی مخلوق کافر نہیں ہے ماسوا انسانوں اور جنوں میں سے کافروں کے۔ کائنات کی دیگر تمام مخلوقات مسلم ہیں۔ انسان کی ایک منفرد خصوصیت اس کی سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت و اختیار ہے۔ اور یہی بات سید قطب فرماتے ہیں کہ انسان نے اپنے اس حق خود اختیاری کو کھو کر، جو اللہ نے اسے عطا کیا تھا، خود کو کمزور کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”یہ کمزوری ان کے لیے کوئی عذر نہیں ہے بلکہ جرم ہے کیونکہ اللہ رب العزت کو کسی کا بھی ضعف مطلوب نہیں ہے“۔ حشر کے دن وہ اپنے اس ضعف کو اللہ رب العزت کے سامنے بطور عذر نہیں پیش کر سکیں گے کہ ہم تو کمزور تھے، ہم نہیں جانتے تھے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو انتخاب اور اختیار کا حق اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا کی ہے اور انسان کو وہ وسائل عطا فرمائے ہیں جن کے ذریعے وہ درست راستے کا انتخاب کر سکتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝﴾ (سورۃ النحل: ۷۸)

"اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے، اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل پیدا کیے، تاکہ تم شکر ادا کرو۔"

جب انسان پیدا ہوتا ہے تو کیا وہ کچھ جانتا ہے؟ وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ پھر وہ کیسے جاننا اور سمجھنا شروع کر دیتا ہے؟ ہم آپ اپنی اس موجودہ حالت تک کیسے پہنچے ہیں؟ اللہ نے ہمیں حصول علم کے وسائل، آنکھیں، کان اور ذہن عطا کیے۔ ہماری آنکھیں اور کان معلومات ذخیرہ کرتے ہیں اور ہمارے ذہن ان معلومات سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ہم سننے، دیکھنے اور پڑھنے سے سیکھتے ہیں اور اسی طرح ایک بچہ بھی سیکھتا ہے، بلکہ وہ پانچوں حسوں کو استعمال کرتے ہوئے چھونے اور سونگھنے کے ذریعے بھی سیکھتا ہے، مگر مسلم حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ علم ہمیں آنکھوں اور کانوں کے استعمال سے ہی حاصل ہوتا ہے اور ذہن ان معلومات کو عمل میں لاتا ہے...... کیوں؟ اللہ نے یہ نعمتیں کیوں عطا کی ہیں؟ تاکہ تم شکر گزار بنو۔ آنکھ کان اور ذہن کی نعمتیں اللہ نے اس لیے عطا کی ہیں کہ ان کے ذریعے جو معلومات تمہیں حاصل ہوں اور تمہارا ذہن ان معلومات سے جو علم حاصل کرے اس کی وجہ سے اللہ رب العزت کے سامنے تمہارے دل جھک جائیں اور تم اس کے شکر گزار بندے بنو۔ مگر بدقسمتی سے انسان نے ان وسائل کو استعمال کرتے ہوئے جتنا بھی علم حاصل کیا اس کا مقصد صرف اور صرف یہ مادی دنیا ہے، آخرت نہیں۔ انسان کی ترقی کی طرف دیکھیں تو سو سال یا ہزار سال قبل انسان کہاں تھا اور اب مادی ترقی کے کس معیار پر ہے، ہم نے بہت کچھ سیکھا اور ترقی کی اس معراج پر پہنچ گئے کہ روزانہ کی بنیاد پر ٹیکنالوجی ہمیں سینکڑوں کے حساب سے نئی ایجادات عطا کر رہی ہے۔ انسانی ذہن جو کچھ حاصل کرنے کے قابل ہو چکا ہے، اس کی ترقی اب لامتناہا نظر آتی ہے۔ لیکن جب حصول علم کے اصل مقصد آخرت کی جانب دیکھیں تو ہم نے اپنے ذہنوں کو معذور اور نااہل بنا چھوڑا ہے۔ ہم نے اسے اس کے اصل مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کیا۔ پس حشر کے دن کمزوری کا یہ عذر کچھ کام نہ دے گا۔ یہ فی نفسہ ایک جرم ہے۔ اللہ نے تمہیں سوچنے اور سمجھنے کے لیے وسائل عطا کیے، تم نے انہیں معطل کر چھوڑا اور محض ایک بے بصیرت متبع بن کر رہ گئے۔ پھر فرماتے ہیں:

"اللہ رب العزت کو یہ مطلوب نہیں ہے کہ کوئی بھی اپنی حریت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مادی قوت و طاقت کسی بھی مرد حر کو غلام بنانے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ یہ دنیاوی طاقتیں زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتی ہیں کہ جسم کو تکلیف دیں، اسے قید کر کے یا اس پر تشدد کے ذریعے یا اسے سزا دے کر اور جبر کے ذریعے، مگر روح آزاد ہی رہے گی، ذہن و دل آزاد ہی رہے گا اور اسے کوئی طاقت بھی غلام نہیں بنا سکتی۔"

یہ دنیا ایک انسان کے جسم کو تکلیف دے سکتی ہے، اسے قید کر سکتی ہے، اس کی جسمانی آزادی سلب کر سکتی ہے مگر دنیا کی کوئی بھی طاقت ایک انسان کے دل و ذہن کو غلام نہیں بنا سکتی، اس کی سوچ و فکر کی آزادی کو سلب نہیں کر سکتی، الا یہ کہ وہ انسان خود ہی ایسا چاہے۔ آگے فرماتے ہیں:

"کون ہے جو ان کمزوروں کو عقیدے اور اخلاق میں اپنی پیروی پر مجبور کر سکے؟ کون ہے جو کمزوروں کو متکبرین کا غلام بنا سکے جبکہ اللہ ان سب کے خالق اور رازق ہیں؟ کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا! کوئی ایسا نہیں کر سکتا مگر ان کے اپنے کمزور دل۔"

کوئی بھی کسی ذہن کو باطل کا تابع نہیں بنا سکتا بجز اس شخص کے اپنے نفس کی کمزوری کے۔ پھر فرماتے ہیں کہ:

"وہ اس لیے کمزور نہیں ہیں کہ ان کے پاس طاقت والوں سے کم قوت ہے، بلکہ وہ اس لیے کمزور ہیں کہ انہوں نے اس ضعف کو پسند کیا اور اس پر راضی ہوئے۔ وہ کمزور ہیں کیونکہ ان کے دل کمزور ہیں اور وہ روحانی طور پر ضعیف ہیں۔"

پھر فرماتے ہیں:

"دنیا میں ضعفا کثیر تعداد میں ہیں جبکہ طواغیت چند ہیں۔ کس نے ان چند طواغیت کو ایک کثیر مخلوق پر اختیار دیا؟ طواغیت کبھی بھی ضعفا کی اکثریت پر غلبہ نہیں پا سکتے الّا یہ کہ جمہور خود ہی ایسا چاہے۔ یہ کمزور لوگ بھیڑوں کے گلّوں کی مانند ہیں اور ان کے اندر مضبوط قوت ارادی کی کمی ہے۔"

اب ہم اندھی پیروی کرنے والوں کے حوالے سے کچھ مزید آیات کا جائزہ لیتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝﴾ (سورۃ العنکبوت: ۱۲)

"اور یہ کافر کہتے ہیں اہل ایمان سے کہ تم ہمارے راستے کی پیروی کرو ہم (آخرت میں) تمہاری خطاؤں کا بوجھ اٹھا لیں گے اور وہ نہیں اٹھانے والے ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی۔ یقیناً وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

اہل قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے پاس آ کر ان سے کہتے کہ ہماری اتباع کرو۔ ہم تمہارے اعمال بد کی ذمہ داری لیتے ہیں، تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے، لیڈر اسی قسم کے دعوے اور وعدے کرتے ہیں اپنے متبعین

سے۔ اگر تم ہماری پیروی کرو گے تو تمہارے ہر مسئلے کا حل ہمارے پاس ہے، ہم تمہیں جنت کی ضمانت دیں گے۔ بہت سے دینی اور سیاسی لیڈر ایسے ہیں جو اپنے پیروکاروں سے مسائل کے حل کا وعدہ کرتے ہیں، بچانے کا وعدہ کرتے ہیں، جنت کا وعدہ کرتے ہیں...... مگر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ نہ اٹھا سکیں گے، یہ جھوٹے ہیں۔ اللہ رب العزت یوم حشر کا حقیقی نقشہ بیان فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَ اَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ وَ لَیُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ﴾ (سورۃ العنکبوت: ۱۳)

"البتہ وہ لازماً اٹھائیں گے اپنے بوجھ بھی اور ان کے ساتھ کچھ دوسرے بوجھ بھی اور ان سے لازماً باز پرس ہو گی قیامت کے دن اس کے بارے میں جو جھوٹ یہ گھڑ رہے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث کا مفہوم ہے کہ جو شخص بھی کسی کو خیر کی بات بتلائے تو وہ قیامت کے دن تک اس نیکی کا اجر اسی طرح پاتا رہے گا جیسا کہ وہ شخص جس نے اس بات کو سنا اور اس پر عمل کیا۔ اسی طرح جو شخص اعمال بد کی جانب دعوت دے گا اسے اس برے عمل کا گناہ اور ان تمام لوگوں کے اعمال بد کا گناہ قیامت کے دن تک ملتا رہے گا جنہوں نے اس سے وہ برائی سیکھی اور اس پر عمل کیا۔ پس عمل خیر کی جانب دعوت دینا مسلسل بڑھتے چڑھتے منافع کا سودا ہے۔ آپ نے چند لوگوں تک بات پہنچائی، انہوں نے چند مزید تک بات پہنچائی اور آپ کا اجر ثبت ہو تا چلا گیا جبکہ عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوئی۔ یہ اللہ رب العزت کا فضل ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ دوسری طرف یہی معاملہ برائیوں اور گناہوں کا ہے۔ یہ انسان کا اپنا اختیار ہے کہ وہ اپنے اعمال خیر میں بڑھوتری چاہتا ہے یا اعمال بد میں حصہ ڈالنے کا خواہاں ہے۔ اللہ رب العزت ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَ لَا بِالَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ ؕ وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚۖ یَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضِ ۣالۡقَوۡلَ ۚ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لَوۡ لَاۤ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳۱﴾ ﴾ (سورۃ سباً: ۳۱)

"اور کہتے ہیں یہ کافر ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم اس قرآن پر اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے آچکی ہیں۔ اور کاش تم دیکھو وہ سماں جب ظالم لوگ کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے حضور، ڈال رہے ہوں گے وہ ایک دوسرے پر الزام۔ کہیں گے وہ لوگ جو دبا کر رکھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ اگر نہ ہوتے تم تو ضرور ہوتے ہم مومن۔"

اللہ رب العزت قیامت کے دن پیروکاروں اور جن کی پیروی کی جاتی تھی انہیں آمنے سامنے لے آئیں گے اور وہ ایک دوسرے سے بحث کریں گے، ایک دوسرے کو برے القابات سے پکاریں گے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں گے اور اپنے لیڈروں پر الزام لگاتے ہوئے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہی ہم ایمان نہ لا سکے، یہ لیڈر کون ہیں؟ یہ مذہبی لیڈر بھی ہو سکتے ہیں اور یہ میڈیا بھی ہو سکتا ہے، یہ کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ اب تو ایسا دور ہے کہ اگر آپ سڑک پر لوگوں سے اسلام کے بارے میں رائے لینا شروع کریں تو بیشتر آرا منفی میں ہوں گی۔ یہ منفی تصور کہاں سے آیا؟ یہ میڈیا نے پیدا کیا۔ ہالی ووڈ دہائیوں سے اس پر کام کر رہا ہے، اس نے تو ہمیشہ ہی، نہ کہ اکثر، ہمیشہ ہی اسلام اور مسلمانوں کو منفی کردار میں پیش کیا ہے۔ میڈیا کی تاریخ میں الّا ماشاء اللہ ہی کوئی ایسی چیز پائی جا سکتی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا اچھا روپ اور مثبت پہلو پیش کرے۔ مغرب میں کا ایک چوٹی کا مصنف کہتا ہے کہ "اسلام مغرب کا تاریک نقطہ (blind spot) ہے۔"، یہ منفی تاثر کہاں سے آتا ہے؟ یہ سیاسی اور میڈیائی لیڈروں سے ہی آتا ہے جو نہیں چاہتے کہ صورت حال تبدیل ہو اور اسلام کا روشن چہرہ کسی کو دکھائی دے۔ حشر کے دن لوگ حقیقت کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور جان لیں گے کہ انہیں گمراہ کرنے والے لوگ کون تھے، پس وہ انہیں الزام دیں گے اور کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم ایمان نہ لائے۔ ان کے لیڈر کیا جواب دیں گے؟

﴿ قَالَ الَّذِیۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰی بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۲﴾ ﴾ (سورۃ سبا: ۳۲)

"اور کہیں گے وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے ان سے جو دبا کر رکھے گئے تھے: کیا ہم نے زبردستی روکا تھا تم کو ہدایت سے اس کے بعد کہ آگئی تھی وہ تمہارے پاس؟ نہیں بلکہ تم خود ہی تھے مجرم۔"

کافر لیڈر اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ تم ہماری وجہ سے گمراہ نہیں ہوئے بلکہ تمہارے اپنے نفسوں میں کجی تھی جبکہ حق تو واضح تھا۔ قرآن موجود تھا، حق واضح تھا، پھر کیوں نہ تم نے حق کو تلاشنے کا فریضہ خود ہی انجام دیا اور کیوں ہمارے بیانات اور رپورٹوں پر تکیہ کیا؟ اور حقیقت حال یہ ہے کہ جو بھی حق کی تلاش میں نکلتا ہے اور اس کے لیے تحقیق کرتا ہے اور منفی پراپیگنڈہ کی تصدیق یا تردید چاہتا ہے، بالآخر وہ حق پانے میں کامیاب ہو ہی جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی صحبه وسلم

☆☆☆☆☆

ماہِ محرم الحرام میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- یکم محرم کو حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی روح قبض فرمائی۔
- یکم محرم ۴ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کے قبیلے بنی محارب اور بنی ثعلبہ کے خلاف جہاد کیا۔
- یکم محرم ۲۰ھ کو حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر فتح ہوا۔
- یکم محرم ۱۶۱ھ کو بصرہ میں امام سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔
- ۳ محرم کو حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلے والوں نے کنویں سے نکالا۔
- ۴ محرم ۲۴ھ کو اسلام کے خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔
- ۷ محرم کو اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔
- ۹ محرم کو حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے بحفاظت نکال دیئے گئے۔
- ۹ محرم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تاریخ پیدائش ہے۔
- ۹ محرم ۶۱ھ کو خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔
- ۹ محرم ۶۱ھ کو حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔
- ۹ محرم ۳۶۱ھ کو سلطان محمود سبکتگین رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔
- ۱۰ محرم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے ساتھ فرعون سے نجات دی گئی۔
- ۱۰ محرم کو کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے خاندان کی شہادت کا سانحہ پیش آیا۔
- ۱۰ محرم ۶۵۶ھ کو ہلاکو خان بغداد میں داخل ہوا۔
- ۱۱ محرم ۲۹۵ھ کو امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (سنن ترمذی کے مصنف) کی وفات ہوئی۔
- ۱۵ محرم ۷ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں غزوۂ خیبر پیش آیا جس میں یہودیوں کا سب سے بڑا قلعہ فتح ہوا۔
- ۱۶ محرم ۲ھ کو قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ تحویل ہوا۔
- ۱۷ محرم کو خانہ کعبہ پر لشکر کشی کے ارادے سے آنے والے ابرہہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعے پتھر برسا کر تباہ کر دیا۔
- ۱۸ محرم ۴۱۹ھ کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔
- ۲۰ محرم ۳ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔

مُجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البراء الإبّي
وجہ نمبر: انتیس (29)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد في جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الاِبی کی تالیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

انتیسویں وجہ: تنقید یا ملامت کیے جانے کو انتہائی زیادہ محسوس کرنا

بعض افراد نہیں چاہتے کہ انہیں کوئی ملامت کرے، یا ان کا محاسبہ کرے یا ان پر نقد کرے۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو اپنے اوپر اس کا اثر طاری کر لیتے ہیں، کام سے رک جاتے ہیں اور راستے سے پھسل جاتے ہیں۔ یا تو اس احساس کے تحت کہ وہ ناکام رہے اور کوئی کام درست نہیں کر سکے، یا اس احساس کے تحت کہ وہ ایسے مرتبے اور مقام تک پہنچ گئے ہیں جہاں ان پر نقد نہیں ہونی چاہیے، یا اس لیے کہ ایسا ویسا شخص کون ہوتا ہے کہ انہیں ہدایات دے اور ان پر نقد کرے۔

کہاں یہ اور کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رویہ جنہوں نے فرمایا: "اللہ اس پر رحم کرے جو ہمارے عیب ہمیں ہدیہ کرے !(یعنی بتلائے)"۔

ایک دفعہ آپؓ منبر پر چڑھے اور فرمایا: "اے لوگو! سنو اور مانو"۔ تو رعایا میں سے ایک عام آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: آپ کی بات نہ سنی جائے گی نہ مانی جائے گی۔ حضرت عمر نے دریافت کیا: "کیوں؟ اللہ تم پر رحم فرمائے"۔ تو اس شخص نے کہا: کیونکہ آپ نے ہمیں ایک ایک کپڑا دیا اور خود دو کپڑے پہنے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: "اٹھو اے عبد اللہ بن عمر"۔ تب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اٹھ کر ماجرا بتایا کہ انہوں نے اپنے والد صاحب کو اپنے حصہ کا کپڑا دیا تھا کیونکہ ان کی جسامت بڑی ہے۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "اگر تم مجھ میں ٹیڑھ دیکھو تو اسے سیدھا کر دینا"۔ تو ایک چرواہا اٹھا اور کہنے لگا: اگر آپ میں ٹیڑھ دیکھیں گے تو اپنی تلواروں سے سیدھا کر دیں گے۔

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ مختصر منہاج القاصدین میں لکھتے ہیں:

"اور جان لو، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لیے خیر چاہتے ہیں تو اسے اپنے عیب دکھا دیتے ہیں۔ اور جسے بصیرت حاصل ہو اس سے اپنے عیب چھپ نہیں سکتے۔ اور علاج تو تب ہی ممکن ہے جب عیب کا علم ہو جائے۔ لیکن اکثر لوگ اپنے عیوب سے بے خبر رہتے ہیں۔ انہیں دوسرے کی آنکھ میں تنکا نظر آ جاتا ہے لیکن اپنی آنکھ میں شہتیر بھی ہو تو نظر نہیں آتا۔ جو چاہتا ہے کہ اپنے عیب کو جان لے تو اس چاہیے کہ چار میں سے کوئی ایک طریقہ اپنائے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ ایسے شیخ کے سامنے بیٹھے جو نفس کے عیوب کا خوب علم رکھتا ہو۔ ایسا شیخ جو عیوب معلوم بھی کر سکے اور علاج کے طریقوں سے بھی واقف ہو۔ البتہ اس دور میں ایسا شیخ ملنا انتہائی مشکل ہے۔ لیکن جسے ایسا شیخ مل گیا تو در حقیقت اسے ماہر طبیب مل گیا۔ اس لیے پھر چاہیے کہ اس شیخ کو کبھی بھی نہ چھوڑے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ سچا، با بصیرت اور با شرع دوست تلاش کرے۔ اور اسے اپنے اوپر نگران مقرر کر لے تا کہ اخلاق و افعال کی ہر برائی پر وہ اسے خبر دار کرتا رہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: 'اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو ہمیں ہمارے عیوب ہدیہ کرے (یعنی بتلائے)'۔ اسی طرح جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عیوب کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'میں نے سنا ہے کہ آپ ایک ہی دستر خوان پر دو سالن رکھتے ہیں۔ اور اپنے لیے دو جوڑے استعمال کرتے ہیں، ایک رات کو اور ایک صبح کو'۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'اس کے علاوہ بھی کچھ تم نے

> "عقلمند شخص کو چاہیے کہ اپنی رائے کے ساتھ علماء کی آراء کا بھی اضافہ کرے۔ اور اپنی ذہانت کے ساتھ حکماء کی ذہانت بھی شامل کرے۔ کیونکہ شاذ رائے ممکن ہے کہ غلط نکل آئے۔ اور تنہا عقل ممکن ہے کہ گمراہ ہو جائے"۔

سنا ہے؟'حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'نہیں'۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'اب یہ دونوں کام میں آئندہ نہیں کروں گا'۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا کرتے تھے: 'آیا میں منافقوں میں سے تو نہیں؟' وجہ یہ ہے کہ جس شخص کو بھی اس کی زندگی میں بلند مرتبہ حاصل ہو گا اتنا ہی اپنے آپ کو موردِ الزام ٹھہرائے گا۔ لیکن ہمارے زمانے میں ان صفات کا حامل دوست بھی نایاب ہے۔ دوست یاروں میں مداہنت سے بچنے والے کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ ایسے دوست جو عیب بتایا کریں اور حسد نہ کیا کریں۔ گویا مطلوبہ مقدار سے آگے نہ بڑھیں۔ سلف صالحین ایسے لوگوں کو پسند کرتے تھے جو ان کے عیوب پر انہیں خبردار کرتے تھے۔ جب کہ آج کل کے زمانے میں ہم میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جن کے نزدیک عیب بتانے والا شخص سب سے زیادہ مبغوض ہوتا ہے۔ یہ ایمان کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ برے اخلاق تو بچھوؤں کی طرح ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی چوکنا کرے کہ ہمارے کپڑے کے نیچے بچھو ہے تو ہم اس کے احسان مند ہو جاتے ہیں اور بچھو کو مارنے کی تدبیر میں لگ جاتے ہیں، اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ برے اخلاق بچھو سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں (لیکن ان کی نشاندہی کرنے والے کے احسان مند ہونے اور اپنی اصلاح کرنے کے بجائے اسی شخص سے ہم لڑ جھگڑ پڑتے ہیں)۔"

اور دیکھیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ راشد، تابعی اور عالم و زاہد ہونے کے باوجود اپنے غلام مزاحم رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے تھے:

"والیوں نے اپنی آنکھیں عوام الناس پر رکھی ہوئی ہیں۔ لیکن میں تجھے اپنے نفس پر نگران مقرر کرتا ہوں۔ پس جب بھی تم مجھ سے ایسی بات سنو جو تمہیں ناگوار ہو، یا ایسا کام جو تمہیں ناپسند ہو، تو مجھے نصیحت کرو اور منع کرو۔"

امام اور واعظ حضرت بلال بن سعد (متوفی ۱۲۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوست سے کہا:

"مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ 'مومن مومن کا آئینہ ہے'، تو کیا تمہیں میری کسی بات کے بارے میں تشویش تو نہیں ہے؟"

فقیہ اور عابد حضرت میمون بن مہران (متوفی ۱۱۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جو بات مجھے ناپسند ہو وہ میرے منہ پر کہا کرو۔ کیونکہ انسان اپنے بھائی کو تب ہی نصیحت کر سکتا ہے جب اس کے منہ پر وہ کہے جو اسے برا محسوس ہو۔"

سلف صالحین میں سے ایک شخص نے فرمایا:

"عقل مند شخص کو چاہیے کہ اپنی رائے کے ساتھ علماء کی آراء کا بھی اضافہ کرے۔ اور اپنی ذہانت کے ساتھ حکماء کی ذہانت بھی شامل کرے۔ کیونکہ شاذ رائے ممکن ہے کہ غلط نکل آئے۔ اور تنہا عقل ممکن ہے کہ گمراہ ہو جائے۔"

☆☆☆☆☆

ہم نے جہاد روکنے کا قطعی انکار کیا!

سو مختلف پارٹیاں آئیں اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی پشت پر بڑی طاقتیں کار فرما ہیں، جنہوں نے غزہ کی پٹی کے لیے نئے منصوبے پیش کیے۔ جن کی لاگت ۱۵ ارب ڈالر تک پہنچ سکتی تھی، کہ ہوائی اڈہ بنایا جائے، بندرگاہ بنائی جائے، غزہ کی پٹی میں مختلف اقتصادی منصوبے شروع کیے جائیں۔

ہم نے کہا: واللہ، بہت خوب۔ ہم چاہتے ہیں کہ کام ہو، ہمیں ہوائی اڈہ چاہیے، ہمیں بندرگاہ چاہیے، اور یہ کہ غزہ کا محاصرہ توڑ دیا جائے۔ یہ تو فلسطین کا مطالبہ ہے۔ لیکن کس چیز کے بدلے؟

ظاہر ہے کہ اس کے بدلے کہ تم عسکری ونگز (شعبوں) کو ختم کر دو، انہیں پولیس میں ضم کر دو، ان میں داخل کر دو۔ یعنی اس (عسکری) قوت کو ختم کر دو۔ خصوصاً بھاری توپ خانے کو، وہ میزائل جو تل ابیب کو مارتے ہیں، اور تل ابیب سے دور بھی۔ یہ اہم بات ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ وہ مزاحمت کی تحریک کے وجود کو ختم کرنا چاہتے ہیں، تاکہ غزہ کو فلسطینی قومی تحریک سے غیر جانبدار کر دیں، اور مغربی کنارے کے لیے فارغ ہو جائیں۔ غزہ کا محاذ بند کر دیں، جو کہ ان کے لیے عسکری اعتبار سے گرم محاذ ہے۔

ظاہر ہے...... ہم نے اس سب کچھ کا قطعی طور پر انکار کیا۔

شیخ اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ

سورۃ الانفال

خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين محمد و علىٰ آله و صحبه و ذريته اجمعين اما بعد

فقد قال الله سبحانه وتعالىٰ فی كتابه المجيد بعد أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمان الرحيم

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ۝ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝﴾ (سورۃ الانفال: ۲۲، ۲۳)

صدق الله مولانا العظيم، رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

پیارے بھائیو!

پچھلی دو آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا اور اس کے بعد یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ اگلی آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ ، یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین جانور، بدترین چوپائے، الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ، وہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو عقل نہیں کرتے۔

سننا اور دیکھنا دو طرح کا ہے

پچھلی آیت میں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اللہ رب العزت نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا مگر حقیقت میں وہ نہیں سنتے۔ اللہ رب العزت کا اپنا ایک نظام ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کو اپنی آیات سنواتے بھی ہیں، اپنی نشانیاں دکھاتے بھی ہیں لیکن یہ سنوانا دو طرح کا ہو سکتا ہے۔ ایک حجت قائم کرنے کے لیے، قیامت کے دن کسی کے خلاف گواہی قائم کرنے کے لیے سنوایا جائے کہ وہ سنے تو مگر وہ سننا اس کے لیے نفع کا باعث نہ ہو، وہ اس سے ہدایت نہ پکڑے بلکہ قیامت کے دن الٹا وہ اس کی پکڑ کا باعث بنے۔ وہ کھلی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھے لیکن اس کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہو، وہ اس سے کوئی عبرت نہ حاصل کرے، کوئی سبق نہ لے اور قیامت کے دن وہ اس کے خلاف حجت بنا کر دلیل بنا کر پیش کی جائیں۔ تو اس طرح کا سننا اور دیکھنا اپنے ہی خلاف حجت بنتا ہے اور حقیقت میں یہ سننا نہ سننا برابر ہو جاتا ہے بلکہ الٹا نقصان کا باعث بنتا ہے۔

اسی طرح دوسرا سننا وہ ہے جو انسان کے لیے نفع کا باعث ہو۔ انسان کے سامنے اللہ کی آیات آئیں تو وہ ان پہ غور کرے، ان سے اپنے لیے ہدایت کا سامان لے، جب نشانیاں اس کے سامنے آئیں تو وہ ان نشانیوں سے سبق حاصل کرتا ہو۔ تو یہ دو طرح کا سننا اور دیکھنا ہے جس میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہاں فرق کیا۔

اللہ کی نشانیوں کی بات کریں تو وہ ایک ہی سیلاب ہوتا ہے جس سے بعض رجوع الی اللہ کرتے ہیں اور بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو اس کے بعد مزید اپنی سرکشی میں بڑھ جاتے ہیں، اللہ کے سامنے اور گستاخی کرنے لگتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی ہیں کہ بعض بدنصیب براہ راست اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں اس طرح کے جملوں سے کہ ہم ہی ملے تھے اس مصیبت کے لیے؟ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو سیلاب کے بعد آنے والے رمضان میں روزے نہیں رکھتے کہ کیا ملے گا اس سب سے...... پوری پوری بستیوں کا یہ حال ہو جاتا ہے اور امدادی کام کرنے والوں کے ذریعے یہ حالات ہم تک پہنچتے ہیں۔ ایک ہی واقعہ کسی کے لیے نافع ہو جاتا ہے، اس کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور کسی اور کے لیے وہ اس کے خلاف حجت بن جاتا ہے، وہ سننا و دیکھنا الٹا نقصان کا باعث بنتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک بدترین چوپائے، بدترین جانور وہ گونگے بہرے لوگ ہیں، وہ گونگے بہرے انسان ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ تو یہ گونگا بہرا پن کہ انسان دیکھ کر بھی نہ دیکھے اور سن کر بھی نہ سنے، جس کے اندر یہ صفت پائی جائے، جو اپنی عقل نہ استعمال کرے، جو چیزوں پہ، واقعات پہ، حوادث پہ غور نہ کرے، ان سے سبق نہ حاصل کرے تو اس کو اللہ بدترین جانور قرار دیتے ہیں۔

قرآن کی اپنی تعریفات ہیں، قرآن نے سننے دیکھنے کا بھی اپنا ایک تصور دیا، دیکھنے کے لیے یہی دو آنکھیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر بینی کے لیے بہت تیز نگاہ رکھتا ہو، بہت دور تک کی چیز کو دیکھ لیتا ہو لیکن دل کے اعتبار سے خالی ہو اور عند اللہ وہ گونگا بہرا اندھا ٹھہرتا ہو۔ یا ایک بندہ ہو جو بہت ہلکی آواز بھی سن لیتا ہو، سماعت بہت تیز ہو اس کی، لیکن وہ سماعت اس کے لیے کسی نفع کا باعث نہ ہو، وہ اس کو ہدایت تک لے کے جانے کا ذریعہ نہ ہو تو اللہ کے یہاں وہ گونگا بہرہ شمار ہو گا تو اللہ کے یہاں تعریف ہی بالکل الگ ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۝﴾ (سورۃ الحج: ۴۶)

”آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں موجود دل اندھے ہو جاتے ہیں“۔

تو یہ ہے اصلی اندھا پن۔ بظاہر ایک بالکل نابینا شخص بھی عند اللہ بینا قرار پا سکتا ہے اور ایک تیز نگاہ رکھنے والا شخص بھی عند اللہ اندھا قرار دیا جا سکتا ہے اور قیامت کے دن اندھا اٹھایا جا سکتا ہے...... نعوذ باللہ من ذالک۔

عند اللہ عقل مند کون ہے؟

یہاں اللہ رب العزت نے کافر کی، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور ہے، اس کی یہ صفت بتائی کہ وہ عقل نہیں کرتا، وہ چیزوں پہ غور و فکر نہیں کرتا، گونگا بہرا ہوتا ہے۔ یہ غور طلب نکتہ ہے۔ یہاں بھی جس فضا میں ہم رہے، جب کفر کا غلبہ ہوا اور اس نے اپنے افکار کو ہم پر مسلط کیا، اور ہر ممکن ذریعے سے ہمارے معاشروں میں اپنے افکار پھیلائے تو ایک عام سا شعور یہ پھیل گیا کہ غالباً مغربی معاشرے بہت عقل مند اور بہت سمجھ دار معاشرے ہیں اور جتنا کوئی مسلمان دین سے قریب ہوتا ہے تو شاید اس کی عقل اتنی ہی تنگ ہوتی چلی جاتی ہے، جبکہ قرآن بالکل دوسری بات کہتا ہے۔ وہ تو مومن کو حکم دیتا ہے عقل استعمال کرنے کا، ابھارتا ہے تدبر کرنے پر، حکماً کہتا ہے، افلا یتدبرون القرآن کہہ کر سوال پوچھتا ہے کہ کیا یہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے، افلا یعقلون افلا تعقلون بار بار دہراتا ہے سوال کی صورت میں کہ کیوں نہیں سوچتے کیوں نہیں عقل کرتے۔ تو ایک سوال ہے جو مومن کو بار بار ابھار رہا ہے اس بات پہ کہ وہ واقعات پہ، حوادث پہ، اللہ کی نشانیوں پہ، آیات پہ غور کرے۔ اور سورۃ آل عمران کی جو آخری آیات ہیں ان میں اللہ تحریض دیتے ہیں کائنات میں بکھری ہوئی اپنی نشانیوں پر غور کرنے پہ۔ اللہ کہتے ہیں وفی انفسکم، تمہارے اپنے اندر نشانیاں ہیں ان کے اوپر غور کرو، سنریھم آیاتنا فی الآفاق، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ان کو نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں، یعنی افق میں پھیلی ہوئی، کائنات میں بکھری نشانیوں پر اللہ تعالیٰ غور کرنے پر ابھارتے ہیں، تو مومن ایسا ہوتا ہے۔ اگر کسی کے سینے میں ایمان کی حقیقت راسخ ہو جائے تو وہ پھر سطحی آدمی نہیں رہتا، وہ صرف ہوائے نفس کے پیچھے بھاگنے والا بے مقصد زندگی گزارنے والا نہیں رہتا، بلکہ وہ خود سے سوالات پوچھتا ہے، وہ اس جستجو میں لگتا ہے کہ اللہ نے اسے کیوں پیدا کیا، کیا مقصد ہے کہ جس کی خاطر وہ بھیجا گیا، موت کے بعد اس کے ساتھ کیا واقعات پیش آنے ہیں، اللہ نے کیوں اس کو تخلیق کیا، مختلف واقعات جو ہو رہے ہیں ان میں اللہ کی کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں، اللہ کی دیگر مخلوقات میں اللہ کی کیا نشانیاں موجود ہیں، تو وہ ان میں سے ہر ہر چیز پہ غور کرتا ہے، ہر چیز سے عبرت حاصل کرتا ہے، سبق حاصل کرتا ہے اور آگے بڑھتا ہے، عقل کو استعمال کرتا ہے۔ کافر اس عقل کو معطل کر دیتا ہے۔ کفر کے ساتھ ہی یہ عقل معطل ہو جاتی ہے۔

عقل کی تعریف

عقل کی ایک تعریف ہے، عقل کا جو مادہ ہے ع، ق، ل اسی سے عِقال بھی نکلتا ہے، عِقال کہتے ہیں رسی کو، عربوں کے یہاں جو سر پر رومال پہنا جاتا ہے اس کے اوپر جو کالے رنگ کی رسی نما چیز ہوتی ہے اسے عِقال کہا جاتا ہے۔ عِقال کا کام سر کے رومال کو اپنی جگہ ٹکائے رکھنا ہے اور اپنی جگہ سے سرکنے نہ دینا ہے۔ اسی طرح صحرا میں جب اونٹوں پر سفر کیا جاتا ہے اور پڑاؤ ڈالتے ہوئے اونٹ کو باندھنے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی کہ صحرا میں درخت ہوتے نہیں اور کھونٹے ریت میں گڑتے نہیں، تو اونٹ کے اگلے دونوں پیروں میں رسی باندھ کر اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پیروں میں بندھی اس رسی کی وجہ سے اونٹ زیادہ دور نہیں جا سکتا۔ یہ رسی بھی عِقال کہلاتی ہے اور یہ اونٹ کو گمراہ ہونے سے، راستے سے بھٹک جانے سے روکتی ہے۔ یہی عقل کا کام ہے کہ وہ حق اور باطل میں تمیز کرتی ہے، وہ حق و ناحق میں فرق کرتی ہے۔ عقل کا اصل کام یہی ہے، تو جس کے پاس یہ عقل نہیں ہے، جس کی عقل صحیح خطوط پر کام ہی نہیں کرتی اور وہ صرف ایسی کمپیوٹرائزڈ مشین بن جائے جو معلومات سے نتائج اخذ کر دے مگر حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے تو یہ عقل اللہ کے یہاں عقل نہیں ہے۔ جس طرح وہ سننا سننا نہیں اور وہ دیکھنا دیکھنا نہیں ہے اسی طرح بہت سے مقالے اور کتابیں تحریر کرنے کے باوجود حق و باطل کی تمیز سے قاصر رہنا، یہ فعل اللہ کے یہاں عقل کا استعمال کرنا نہیں کہلاتا۔ لہٰذا عقل کی ایک بالکل مختلف تعریف ہے جو شریعت ہمیں دیتی ہے۔

کیا فائدہ ہے اس عقل کا کہ جس کے ذریعے آپ دنیا کے اندر بہت اونچا مقام پا لیں، بہت سی ایجادات کر لیں، انسانیت کے بھلے کے لیے آپ پہیے سے لے کر بلب، ریڈیو اور مختلف طرح کی چیزیں ایجاد کر لیں، مختلف تھیوریاں آپ پیش کر دیں اس کے بعد آخرت میں آپ جہنم میں پڑے ہوئے ہوں! تو یہ اللہ کے یہاں کوئی عقل نہیں ہے۔ پاگل آدمی ہے وہ جو سب کچھ سوچ سکتا ہے لیکن اپنی نجات سے متعلق جو حقیقی سوالات ہیں ان کو نہیں سوچ سکتا۔ اس چیز کو عقل کہا کیسے جا سکتا ہے جو دنیوی امور میں تو بہت اچھی چلتی ہو، جو انسان کو ایک کامیاب تاجر، صنعت کار، کسان یا پروفیسر تو بنا دے مگر وہ اسے اس کے رب کی معرفت نہ دے سکے، وہ اللہ کو نہ پہچان سکے، اس کائنات کے اندر رہنے اور اس میں اس قدر نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی وہ ایسا ہو کہ حوادث سے عبرت نہ پکڑتا ہو اور نشانیوں کو دیکھ کر سبق نہ حاصل کرتا ہو۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ نشانیاں ہر ایک کو دکھاتے ہیں۔

ادنیٰ سے ادنیٰ ذہنی صلاحیت کا حامل مومن بھی عند اللہ عاقل ہوتا ہے، عقل مند ہوتا ہے، عقل استعمال کرنے والا ہوتا ہے، تدبر اور غور و فکر کرنے والا ہوتا ہے اور ایک اعلیٰ سے اعلیٰ ذہنی صلاحیت کا مالک کافر بھی، چونکہ حق و باطل کی تمیز سے اس کا ذہن عاری ہوتا ہے اور وہ

اپنی عقل کو ہدایت کے لیے نہیں استعمال کر رہا ہوتا، اس لیے وہ عند اللہ ناسمجھ، جانور بلکہ جانوروں سے بھی بدتر، اللہ کہتے ہیں شر الدواب، تمام جانوروں سے بدتر ہوتا ہے۔

لہٰذا انسان جب بھی اسلام کو چھوڑ کر، ایمان کو چھوڑ کر کسی بھی اور رستے پر جائے گا تو وہ جانوروں کی سی زندگی گزارے گا۔ آپ تھوڑی دیر غور کریں کہ کیا آپشن ہے؟ یعنی وہ آگے پیچھے جائے گا تو کدھر جائے گا؟ اس دور میں کہ جب ٹیکنالوجی اپنی معراج کو پہنچ گئی، مادی ترقی کی انتہا ہو گئی، وہاں تک اس کے علم اور عقل کی رسائی ہو گئی جہاں تک پہلے کبھی نہ پہنچی تھی، درس گاہوں کی درس گاہیں کھلی ہیں، آکسفورڈ اور کیمبرج اور اس پائے کی یونیورسٹیوں کے ڈھیر لگ گئے مگر ان یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہونے والا اگر پھر بھی اس ساری 'روشن خیالی' سے گزرنے کے بعد ایک چرچ میں جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام اور فرشتوں کے خود ساختہ بتوں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر، سجدے میں گر کر دعاؤں میں مشغول ہو جاتا ہے تو کیا یہ اس کے عقل مند ہونے کی نشانی ہے؟ یہ تو قابل ترس انسان ہے جس کو یہ ہی نہیں معلوم کہ وہ کس کو پکار رہا ہے اور جس کو پکار رہا ہے اسے پکارنا کوئی نفع و نقصان دیتا بھی ہے یا نہیں دیتا۔ تو اس کی تمام عقل اس مقام پر آ کر معطل ہو جاتی ہے اور وہ خالص جانور کی سطح پر گر جاتا ہے جس کے اندر حق و باطل کی کوئی تمیز نہیں، بلکہ جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ اس سارے دنیوی علم اور روشن خیالی کے بعد بھی جو شخص یہود کے عقائد کی پیروی کرتے ہوئے انبیا علیہم السلام کے بارے میں ایسے غلیظ قصے منسوب کرے جو آپ اپنے معاشرے کے رذیل ترین فرد سے منسوب کرتے ہوئے بھی سو بار سوچیں، اور پھر فخر یہ کہتے ہوں کہ ہم نے انبیا کو قتل کیا، تو کیا یہ عقل ہے کہ جس کی کوئی اتباع کرے اور جس کی طرف اسلام کو چھوڑ کر جانے کا کوئی تصور بھی کرے؟

اسی طرح اس دور میں جہاں کہنے کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھارت ہے، وہاں سب کچھ پڑھنے لکھنے کے بعد بھی اگر اس نے کسی چوہے، بندر اور گائے ہی کی پوجا کرنی ہے اور جو پوجا کی حد تک نہ جاتا ہو وہ بھی اس قدر وہمی ضرور ہوتا ہے کہ اپنے ان خود ساختہ معبودوں کو کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے سوچے گا ضرور کہ کہیں ان کی بد دعا مجھے نہ لگ جائے۔ تو کیا اس قدر غلیظ اور نجس عقائد سے ملوث عقل کی طرف جانے کی ہم بات کرتے ہیں؟

اسی طرح بدھ مذہب کے پیروکار اپنی بدروحوں کو بلانے کے لیے طرح طرح کے لایعنی اور خرافاتی اعمال کرتے ہیں اور بتوں کے سامنے دعائیں کرتے ہیں اپنی نام نہاد مقدس روحوں کو راضی کرنے کے لیے تو کیا یہ وہ عقل ہے کہ جس کی پیروی کی جانی چاہیے؟

اس سب کو ایک طرف بھی رکھ دیں تو ان بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے نکلنے والا کوئی فرد اگر رب ہی کا انکاری ہو، نفس دین ہی سے انکار کرتا ہو، اور انسان کو خود عقل کل سمجھتا ہو، وہ انسان کا خود اپنا ہی الہ ہونے کا، ہر اعتبار سے آزاد ہونے کا، اپنی قسمت کے مالک ہونے کا قائل ہو۔ کہنے کو تو آزاد ہو مگر وہ سب سے بڑھ کر غلام ہو، وہ اپنی خواہشات کا غلام ہو، وہ اپنے جیسے بلکہ اپنے سے زیادہ ذلیل اور حقیر انسانوں کے فلسفوں کا غلام ہو، وہ ان پر اس طرح ایمان رکھتا ہو جیسے مسلمان قرآن پر ایمان رکھتا ہے، جیسے کوئی اللہ کے اٹل فرامین پر ایمان رکھتا ہے، اسی طرح وہ آپ کو لا لا کر مختلف فلسفیوں کے اقوال سناتا ہو گویا وہ حجت کامل ہوں حالانکہ وہ ناقص عقلیں ہیں، ناقص فہم ہے اور ان کی ذاتی زندگیاں غلیظ اور متعفن ہیں جن کے افکار کا وہ ذکر کر رہا ہے۔ تو کیا یہ وہ زندگی ہے جس کی طرف یہ لے جانا چاہتے ہیں؟ یا وہ عام زندگی جو آج ہمارے درمیان اس سرمایہ دارانہ نظام نے پھیلا دی ہے جس میں گھٹنوں تک انسان حب دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اتنی غلیظ زندگی ہے کہ انسان بس پیسے کا بندہ بن کر رہ گیا ہے اور انسان اپنی خواہشات کا بندہ، اپنے پیٹ کا بندہ اور اپنی شرم گاہ کی شہوات کا بندہ بن کر رہ گیا ہے، وہ اپنی عقل نہیں استعمال کر رہا ہوتا، اس پہ اس کی خواہشیں اتنی غالب ہوتی ہیں کہ عملاً کوئی ان میں سے مجسم پیٹ ہوتا ہے کہ پیٹ اس کو جدھر لے جائے وہ اس طرف چل پڑے، اس طرح انسان جانوروں سے بھی نچلی سطح پر گر چکا ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کے بارے میں اس قدر سخت بات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں اللہ کے نبی نے رحمۃ اللعالمین ہوتے ہوئے بھی اس قدر نفرت و کراہت کا اظہار کیا:

تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ (سنن ابن ماجه)

''ہلاک ہو دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور چادر کا بندہ، وہ ہلاک ہو اور (جہنم میں) اوندھے منہ گرے، اگر اس کو کوئی کانٹا چبھ جائے تو کبھی نہ نکلے۔''

ہلاک ہو درہم کا بندہ، دینار کا بندہ، چادر کا بندہ اور اسے کانٹا چبھے تو وہ بھی باہر نہ نکلے...... وہ جو صرف ایک اچھا لباس پانے کی خاطر مرتا ہے، اچھے جوتوں پر، اچھے قیمتی موبائل سیٹ پر اس کی جان نکلتی ہے، ایک اچھی گاڑی پانے کے لیے وہ دن رات کماتا ہے اور یہی اس کی زندگی کے رذیل اور حقیر مقاصد ہیں۔ اتنی سخت بد دعا دی اور اس قدر کراہت کا اظہار کیا ایسے شخص کے لیے کہ جس کی کل متاع دنیا یہ ہے کہ روپے روپے کو جمع کرنا اور ڈالر ڈالر پر جان دینا یہ اس کی کل زندگی ہے۔ ایک ترقی پانے کے لیے، ایک اچھی پوسٹنگ کروانے کے لیے، ایک گریڈ اوپر جانے کے لیے وہ سارا ایمان بیچنے کو تیار ہوتا ہے، وہ سب کچھ لگا دینے کو تیار ہوتا ہے، سارا اخلاق اور مروت اٹھا پھینکنے کو تیار ہوتا ہے صرف اس لیے کہ اس کی تھوڑی سی ترقی ہو جائے۔ تو پیارے بھائیو! یہ ہوتا ہے جب انسان ایمان چھوڑتا ہے، جتنا انسان ایمان سے دور جاتا ہے، جتنا اپنے رب کی ہدایات سے دور جاتا ہے، کہنے کو وہ عقل مند ہوتا ہے، آج کی دنیا میں بھی ہو سکتا ہے ایسے کسی رذیل، پیسے کے پجاری کو بڑے بڑے القابات سے نوازا جا رہا ہو، جس ملک کے اندر زرداری جیسا چور حاکم بن سکتا ہو، پرویز مشرف جیسا چور حاکم بن سکتا ہو تو ظاہر سی بات ہے کہ پھر ایسے ملک میں تو وہی لوگ معزز ہوں گے جو عبد الدینار ہوں گے، جو عبد الدرہم ہوں

گے، جو عبد الخمیصۃ ہوں گے جن کی جان ایک ایک بیگ، ایک ایک جوتے اور ایک ایک گاڑی پر جاتی ہو گی۔ لیکن عند اللہ یہ جانور ہیں بلکہ جانوروں میں سے بھی بدترین صنف ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک۔

تو پیارے بھائیو!

یہ وہ عقل کا، فہم کا، سننے اور دیکھنے کا تصور ہے جو اللہ کی کتاب ہمیں عطا کرتی ہے اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی نعمت سے نوازا، اپنی معرفت دی، اپنے انبیاء کی معرفت دی، اپنی کتابوں کی معرفت دی اور ان جاہلیتوں میں مبتلا ہونے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں بچالیا ورنہ ہر دور میں اُس دور کے مہذب لوگ یہی دعویٰ کرتے رہے کہ ہمیں جو کچھ ملا وہ اپنے علم کی بدولت ملا اور وہ اپنے علم پر ناز کیا کرتے تھے، وہ علم جو دراصل جاہلیت کا مرکب ہوا کرتا تھا۔ تو اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ بدترین جانور ہیں اللہ کے نزدیک جو عقل استعمال نہیں کرتے۔ یہ وہ زندگی ہے جس تک یہ جدید مغربی تہذیب ہمیں محدود کر دینا چاہتی ہے، ہمیں چلتی پھرتی لاشیں بنانا چاہتی ہے، حدیث نے ہمیں بتایا کہ مومن اور کافر کا فرق ہی یہ ہے کہ جو اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ زندہ اور جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ مردہ ہے، چلتی پھرتی لاش ہے۔ اور قرآن میں اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۲۲)

”وہ جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا۔“

یعنی اپنی آیتیں دے کر زندہ کیا، روشنی دی، نور دیا، ایمان دیا اس کی وجہ سے اس کے اندر زندگی پڑ گئی تو ان جہالتوں سے اللہ ایمان کے ذریعے نکالتے ہیں، اسلام کے ذریعے نکالتے ہیں، حقائق کا علم دیتے ہیں۔ یہ وہ حقیقتیں ہیں جن سے کوئی مفر نہیں۔ اللہ ہی اس کائنات کے خالق ہیں، چلانے والے ہیں، اللہ ہی نے ہمیں دوبارہ زندہ کرنا ہے، ہم سے حساب لینا ہے اور اس حقیقت سے اگر کوئی بھاگے گا تو کوئی فائدہ نہیں۔ جو ان حقائق سے واقف نہیں ہے وہ خواہ دنیا کی نگاہ میں کچھ بھی مقام حاصل کر لے مگر وہ دراصل ہلاکت کی جانب جا رہا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کا تعارف قرآن ہمیں دیتا ہے اور دنیا میں بھی زندگی گزارنے کا بہترین طرز ہمیں سکھاتا ہے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اور آخرت میں کامیابی کے نسخے بھی اللہ کی کتاب ہمیں عطا کرتی ہے۔ تو اس دین کی قدر، نعمتِ ایمان کی قدر اور اللہ نے جو عقل ہمیں دی اس کی قدر سینوں میں ہونی چاہیے اور اس عقل کو مزید استعمال کرنے والے، سطحیت سے نکل کر حقائق تک پہنچنے کی کوشش کرنے والے ذہن اور عقلیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ﴾ (سورۃ الانفال: ۲۳)

”اگر اللہ ان لوگوں کے اندر کوئی بھلائی پاتے تو ان لوگوں کو سنوا دیتے۔“

یعنی جب پہلی پہلی مرتبہ ان کے سامنے کوئی نشانیاں آئیں کچھ آیتیں آئیں تو کوئی تڑپ اللہ ان کے سینوں میں پاتے کہ یہ حق کی طرف جانا چاہ رہے ہیں، یہ سمجھنا چاہ رہے ہیں، یہ اپنی ہدایت کا سامان چاہتے ہیں، بدلنا چاہتے ہیں، ٹھیک بات کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں تو اللہ مزید دروازے کھولتے کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے، والذین اهتدوا زادهم هدى، جو ہدایت کی طرف بڑھیں گے اللہ اور ان کے سامنے ہدایت کے دروازے کھول دے گا اور اللہ ان کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا اس رستے کی طرف بڑھنے میں۔ لیکن جب انہوں نے اللہ کی نشانیاں اور آیات کے آتے ساتھ ہی ان کے لیے دل بند کر لیے اور حق کو نہ سمجھنے کی قسم کھالی اور سب کچھ واضح ہوتے ہوئے بھی انہوں نے نہ ماننے کی ٹھان لی تو اللہ فرماتے ہیں کہ پھر ایسوں کو اللہ تعالیٰ بھی مزید سننے کی توفیق نہیں دیتے۔ اللہ دل پر مہر لگا دیتے ہیں اور اللہ ہمیشہ کے لیے ان کے دل بند کر دیتے ہیں:

﴿وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الانفال: ۲۳)

اور بالفرض اللہ ان کو سنوا بھی دیں، یعنی مزید کھول کھول کر مزید واضح کر کے اللہ ان کے سامنے اپنی نشانیاں لے بھی آئیں تو بھی ان کے دلوں میں حق سے انکار ایسا راسخ ہو چکا ہے کہ یہ پھر بھی منہ پھیریں گے اور اپنا رستہ لیتے بنیں گے، اللہ کی آیتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کریں گے۔ تو یہ بہت خطرناک صفت ہے۔ خدانخواستہ اللہ کسی کے ساتھ یہ معاملہ کریں کہ اللہ اسے سننے کی صلاحیت سے محروم کر دیں، وہ ایک مرتبہ اللہ کی آیتوں سے منہ پھیرے اور اللہ ہمیشہ کے لیے اس کا منہ پھیر دیں، وہ ایک دفعہ اللہ کے احکامات کو ماننے سے انکار کرے اور اللہ ہمیشہ کے لیے دل پر مہر لگا دیں تو یہ بہت خطرناک معاملہ ہے اور اللہ کی توفیق نہ ہو تو انسان نہ سن سکتا ہے، نہ حق تک پہنچ سکتا ہے، نہ حق کو دیکھ سکتا ہے۔ تو ڈرتے ڈرتے اللہ کے احکامات کے ساتھ یہ تعامل ہونا چاہیے کہ کہیں ہم سے کوئی ایسی گستاخی اللہ کے احکامات کے معاملے میں نہ ہو جائے، کسی حکم کو کسی ایک موقع پر ہم ایسا حقیر نہ جان لیں کہ اللہ ہمیشہ کے لیے ہم سے وہ توفیق ہی سلب کر لیں حق کی طرف بڑھنے کی اور حق باتوں کو دیکھنے اور ماننے کی۔ اللہ سے دعا ہے کہ عقل سلیم، وہ عقل جو حق و باطل میں فرق کرتی ہے اور جو جہنم کے رستے سے بچا کر جنت کی طرف لے جاتی ہے، نصیب فرمائیں، اللہ تعالیٰ زندہ دل نصیب فرمائیں اور اس قلب سلیم کے ساتھ اپنے دربار میں حاضر ہونے کی توفیق دیں کہ جو نجات کا باعث ہے۔

سبحانک اللھم و بحمدک نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک و صلی اللہ علی النبی

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلقاعِدہ برِّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

بیان: 00_123_AQS

تاریخ: 25 محرم الحرام 1446ھ بمطابق 31 جولائی 2024ء

شیخ اسماعیل ہنیہ رحمہ اللہ علیہ کی شہادت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

نہایت غم وحزن کے ساتھ ہمیں آج صبح یہ اطلاع پہنچی ہے کہ مجاہدینِ اسلام کے ایک قائد، حرکت المقاومة الإسلامية، حماس کے امیر (رئیس دفترِ سیاسی)، فضیلۃ الشیخ، دکتور اسماعیل عبد السلام احمد ہنیہ، اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ اسلام کے دیرینہ وابدی دشمن یہود کے ایک گائیڈڈ میزائل کے حملے میں ایران کے شہر تہران میں شہید کر دیے گئے ہیں، فإنا لله وإنّا إليه راجعون! إنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، والقَلْبَ يَحْزَنُ، ولا نَقولُ إلا ما يُرضِي رَبّنا، وإنَّا بِفِراقِك يا شيخنا لَمحزُونون! بے شک ہماری آنکھوں میں آنسو ہیں، ہمارا دل غم زدہ ہے، لیکن ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔ بے شک اے ہمارے شیخ ہم آپ کی جدائی پر غمزدہ ہیں۔

اللہ جل جلالہ کا فرمانِ پاک ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○ (سورۃ الاحزاب: ۲۳)

”انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر کو پورا کر چکے، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔“

ہم تمام امتِ مسلمہ، پوری دنیا میں موجود مجاہدینِ اسلام، حماس و کتائب القسام کی قیادت، کارکنان، مجاہد ساتھیوں، شیخ اسماعیل ہنیہ کے اہلِ خاندان، اہلِ فلسطین اور اپنے آپ سے شیخ اسماعیل ہنیہ رحمہ اللہ کی شہادت پر تعزیت کرتے ہیں، اللهم أجرنا في مصيبتنا واخلف لنا خيرا منها! اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائیں، اعلیٰ علیین کو ان کا مسکن بنائیں اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت عطا فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین! اللہ تعالیٰ نے شیخ اسماعیل ہنیہ کو پہلے خاندان کے ساٹھ سے زیادہ افراد کی شہادت سے آزمایا اور اس آزمائش میں کامیابی کے بعد ان کا انتخاب بھی شہداء میں فرمالیا، پس کیسی عظیم کامیابی ہے، نحسبه كذلك والله حسيبه (ہمارا ان کے بارے میں یہی گمان ہے اور اصل واقفِ حال تو اللہ ہی ہے)!

ائمۂ کفر کے خلاف جنگ میں مجاہد قیادت کی شہادتیں کوئی نئی بات نہیں، یہ شہادتیں کاروانِ جہاد کو مزید قوی کرتی ہیں، کاروانِ جہاد ان شہادتوں کے سبب مزید پھلتا اور پھولتا ہے۔ عصرِ حاضر کے جہاد میں شیخ عبد اللہ عزام، شیخ احمد یاسین، شیخ عبد العزیز رنتیسی، شیخ اسامہ بن لادن...... ملا اختر محمد منصور، شیخ ابو محمد مصری اور حالاً شیخ اسماعیل ہنیہ رحمہم اللہ سمیت درجنوں دیگر قائدینِ جہاد کی شہادتیں خود اس امر پر گواہ ہیں، کہ ان سبھی شہادتوں نے کاروانِ جہاد کو کبھی ایک لحظے کے لیے بھی تھمنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ ہر شہادت سے کاروانِ جہاد کے قدم مضبوط ہوئے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں تیزی آئی ہے، بلاشبہ کاروانِ جہاد کا ایندھن اس کاروان کے شہداء کا خون ہے! اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○ (سورۃ آل عمران: ۱۴۶)

”اور کتنے سارے پیغمبر ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی! نتیجتاً انہیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت ہاری، نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو جھکایا، اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

اسرائیل کا اپنی ناجائز وقبضہ کردہ ملکی حدود سے باہر کیا گیا یہ حملہ، اس امر کا اظہر من الشمس اظہار ہے کہ غزہ میں جاری جنگ غزہ یا فلسطین میں جاری محض مقامی جنگ نہیں، بلکہ یہ اسلام و کفر کے مابین جاری ایک عالمی جنگ ہے، جس کی نہ کوئی تاریخی سرحدات ہیں اور نہ ہی جغرافیائی سرحدات۔ پس اسرائیل اور اسرائیل کے سب سے بڑے پشت پناہ، ایک ہی سکے کے دو رخ اسرائیل و امریکہ کو بھی پوری دنیا میں اسی طرح نشانہ بنانا ہم پر لازم ہے، جیسے امریکہ و اسرائیل ہم اہلِ اسلام کے خلاف پوری دنیا میں جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

وَقَاتِلُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلْمُتَّقِينَ ○ (سورۃ التوبۃ:۳۶)

”اور تم سب (اہلِ ایمان) مل کر مشرکوں سے اسی طرح لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں، اور یقین رکھو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“

ہم شہید شیخ اسماعیل ہنیہ رحمہ اللہ کی شہادت کی بابت نیتن یاہو، بائیڈن اور ٹرمپ کو کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے قتل ہونے پر خوشیاں نہ مناؤ، تم نے ہم سے بدلہ نہیں لیا، ہم اور تم برابر نہیں ہیں، قتلانا في الجنة وقتلاكم في النار! ہمارے مقتولین شہداء جنت میں اور تمہارے مقتولین مردار جہنم میں ہیں، ہم محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں ہمارے نبیؐ اور انؐ کے ہر امتی کی تو دِلی آرزو ہی شہادت ہے، جبکہ تم دجال کے پیروکار اسی دنیا میں ہزار ہزار سال بلکہ اس سے بھی زیادہ اسی دنیا میں ہمیشہ کی زندگی کے طلب گار ہو، ہم اور تم برابر نہیں! بے شک ہر ابتلاء سے نصرتِ الٰہی مزید قریب ہو جاتی ہے، آزادئ مسجدِ اقصیٰ، یہودِ نامسعود کی بربادی، امتِ مسلمہ کی عالمی صہیونی دجالی نظام کے خلاف فتح اور قیامِ خلافت علی منہاج النبوۃ قریب آ گئے ہیں۔ مجاہدینِ اسلام اپنے شہیدوں کا انتقام کبھی بھولا نہیں کرتے اور نہ ہی ان کا منتقم و قہار ربّ ظالموں کو بھولتا ہے!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

شہسوار!

قاضی ابو احمد

دلیلِ راہ بن کے جو ستارۂ سحر رہا
بجھا تو روشنی کی کائنات دل میں بھر گیا

ہر انسان بطور فرد ہی اس دنیا میں آتا ہے اور وقت آخریں تنہا ہی مٹی کی آغوش میں جا سوتا ہے اور پھر تنہا ہی اپنے رب کے یہاں اٹھایا جائے گا۔ مگر انہی افراد میں سے بعض کو اللہ رب العزت اپنے دین کی نصرت کے لیے چن لیتے ہیں اور اس ایک کا وجود خوابِ غفلت میں کھوئی ایک پوری قوم پر بھاری ہوتا ہے۔ یقیناً اس دنیا میں ہر ایک نے اپنے ہی حصے کا کردار ادا کرنا ہے اور پھر دنیا کی اس تماش گاہ سے اوجھل ہو جانا ہے، مگر بعض خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں کہ تختِ دنیا پر جن کا کردار کئی کرداروں کو حق کی راہ پر ساتھ لے کر چلنے والا ہوتا ہے۔ وہ حق و باطل کی تفریق کا استعارہ بن جاتے ہیں، حوصلے اور ہمت کی نظیر بن جاتے ہیں اور صبر و استقامت کی دلیل ان کا کردار دنیا والوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک شہید اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، ان شاء اللہ۔ اللہ رب العزت ان کی شہادت قبول فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور جس بلند مقصد کی خاطر انہوں نے اپنی، اپنی اولاد اور اپنی قوم کی جان اللہ رب العزت کے حضور پیش کی، اس مقصد کو اللہ رب العزت پورا فرمائے۔

دشمن یہ سمجھتا ہے کہ قائدین کو جنگ کے منظر نامے سے ہٹا کر وہ کامیابی حاصل کر لے گا، مگر حقیقت یہ ہے کہ قائدین کی قربانی ان کی کھڑی کی ہوئی تحریک میں مزید جوش و جذبہ پیدا کرتی ہے، تحریک کے کارکنان کا اپنے قائدین کے اخلاص پر اعتماد پختہ تر ہو جاتا ہے اور وہ یہ جان جاتے ہیں کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو کارکنان کو قربانیاں دینے پر ابھارتے ہیں اور اپنے بال بچوں سمیت خود کو محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں کہ جن کے پیارے غزہ کے محصورین کے ساتھ محصور ہیں اور جو اہل غزہ کے مثل، ان کے شانہ بشانہ قربانیاں دے رہے ہیں۔ اسماعیل ہنیہ جب ملکوں ملکوں پھر کر، وفود سے ملاقات کر کے انہیں اپنے مقصد کے حق ہونے کا یقین دلاتے اور ان کے دلوں میں جذبات گرمانے کی کوشش کرتے تو انہیں پورا پورا یقین تھا کہ وہ نہ صرف دشمن کی نگاہ میں بلکہ اس کی پہنچ میں بھی ہیں۔ دشمن نے چاہا کہ ان کے بیٹوں اور پوتوں کی شہادت انہیں ان کے مقصد سے پیچھے ہٹا دے، ان کے حوصلے پسپا ہو جائیں اور وہ راہ سے بے راہ ہو جائیں مگر حلم و حوصلے کا وہ پیکر اپنے دل کے ٹکڑوں کی شہادت کی خبر سن کر بھی مسکرا کر اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے آگے بڑھ گیا۔ پس وہ جان ہتھیلی پر لیے دشمنوں کے نرغے میں یہاں سے وہاں تک القدس کی آزادی کا جھنڈا اٹھائے پھرتے رہے اور صلاح الدین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وااسلاماہ! کے نعرے لگاتے رہے یہاں تک کہ اسلام کے دشمنوں کی آنکھوں میں ان کا وجود اس قدر کھٹکنے لگا کہ دشمن نے انہیں اپنی راہ سے ہٹا دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر کیا ایک اسماعیل ہنیہ کے راہ سے ہٹ جانے سے طوفانِ اقصیٰ تھم گیا؟ کیا مجاہدین کے حوصلے ٹوٹ گئے؟ کیا انہوں نے ہتھیار ڈال دیے؟ نہیں...... بلکہ انہوں نے وہ کیا جو انہوں نے دہائیوں میں نہیں کیا تھا۔ انہوں نے عین تل ابیب کے قلب میں فدائی حملہ کر ڈالا۔ کوئی ہے جو ان مجاہدین کے ایمان اور ولولوں کے آگے بند باندھ سکے؟ وہ جنہیں بھوک، خوف، جان و مال کے نقصان، اپنے پیاروں کی شہادتیں راہ سے نہ ہٹا سکیں، وہ کہ جن کے عوام ہمہ نوع تکالیف اور دکھ سہنے کے باوجود بھی اپنے مجاہدین کو کندھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں، کیا ان مجاہدین اور ان عوام کی راہ، دشمن ان کے قائدین کی میتوں کے ذریعے روک سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

القدس کا دشمن وہ ہے کہ جس نے جسمانی طور پر معذور و مفلوج، بے شمار بیماریوں کے شکار اس شیر شیخ احمد یاسین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نہ چھوڑا کیونکہ ان کی زبان حق کی صدا لگاتی تھی اور وہ اللہ کے بندوں کو غلامی کی زنجیریں توڑ دینے پر ابھارتے تھے۔ پس جو شخص بھی دعوتِ حق کا پرچم اٹھائے گا وہ دشمن کی بندوق کے دہانے پر ہوگا۔ اس کا ایمان اس کی ہتھیلی پر انگارے کی مانند ہوگا اور یہی انگارہ اس کا امتحان ہوگا۔ آج پوری دنیا میں اہل حق کی زبان کو ہر جگہ دبایا جا رہا ہے، فحاشی اور عریانی پھیلانے کی کھلی آزادی ہے، لادینیت کی ترویج ہر سطح پر جائز ہے، جلیل القدر انبیا علیہم السلام اور شعائرِ اسلام کی شان میں گستاخی آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر بسر و چشم قبول ہے، لیکن اگر قبول نہیں ہے تو اللہ کا دین قبول نہیں ہے، اس دین کی دعوت قبول نہیں ہے، اس دین کے لیے جہاد قبول نہیں ہے۔ اسرائیل آج جو کر رہا ہے اس دہشت گردی کا سر کچلنے والا کوئی نہیں لیکن جہاں کسی نے داڑھی رکھی، پنج وقتہ نماز باجماعت شروع کی اور فرائض دین کی دعوت اپنی زبان پر لایا، فوراً سے پہلے ریاستیں حرکت میں آ کر اس 'دہشت گرد' کا سر کچلنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ یہ دنیا اسلام سے اور اہل اسلام سے دہشت زدہ ہے۔ یہ دنیا یہ جانتی ہے کہ اسلام میں نظام ہائے عالم کی موت ہے۔ اسلام شہوات کی اتباع کی جڑ کاٹتا ہے اور اسلام اس ظلم اور استحصال کا نام تک گوارا نہیں کر سکتا جس کی بنیاد پر آج کا یہ ریاستی نظام قائم ہے۔

قریباً گیارہ ماہ قبل جب طوفانِ اقصیٰ اٹھا تو پوری امت کے اہل ایمان کے دل ان کے ساتھ دھڑکنے لگے۔ مگر آہستہ آہستہ بیشتر لوگ اپنی معمول کی زندگیوں کی جانب لوٹ گئے اور طوفانِ اقصیٰ ہماری زندگیوں میں بس اعداد و شمار کی صورت میں باقی رہ گیا کہ اب شہداء کی تعداد اتنی ہو گئی اور اب اتنی ہو گئی۔ مگر کیا اہل غزہ بھی اپنی معمول کی زندگی کی جانب لوٹ سکے ہیں؟ ان کے لیے تو ہر آنے والا دن ایک نیا طوفان لے کر آ رہا ہے، ان کے شہداء کی تعداد

چالیس ہزار سے تجاوز کر چکی ہے اور ان کے وطن کی سرزمین کا وہ حصہ جو پہلے ہی دنیا میں کھلی فضا میں قائم سب سے بڑا قید خانہ کہلاتا تھا، اب دنیا میں کا سب سے بڑا ملبے کا ڈھیر اور قبرستان بن چکا ہے۔ اہل غزہ کی زندگیوں میں دکھ، درد، خوف، بھوک، دربدری اور کرب کی وہ تاریخ رقم ہو رہی ہے جس کا کبھی انہوں نے تصور بھی نہ کیا ہو گا۔ مگر وہ ثابت قدم ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ ان کے سامنے ایک اعلیٰ مقصد ہے۔ جبکہ ہم، جو بظاہر امن و امان کی فضاؤں میں چین کی بانسری بجا رہے ہیں، ہم اپنے اعلیٰ مقاصد کو بھلا بیٹھے ہیں۔ ہم نے فلسطین، کشمیر، مشرقی ترکستان، برما، یمن، شام کے مسائل کو پرایا مسئلہ جان کر اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور ہم یہ بھلا بیٹھے ہیں کہ یہ امت جسدِ واحد ہے۔ اس کے ایک حصے میں تکلیف ہو گی تو چاہے نہ چاہے بھی باقی جسم اس تکلیف کو محسوس کرے گا اور بخار میں مبتلا ہو گا۔

وقت کی صدا یہ ہے کہ اس بخار کو نظر انداز نہ کیجیے، اس کو دبانے کی فکر نہ کیجیے بلکہ اس بخار کی وجہ بننے والی تکلیف کو دور کیجیے۔ کفر کے سر پر ہر طرح سے ضرب لگائیے۔ جس کے بس میں محض صہیونی مصنوعات کا بائیکاٹ ہے وہ اسی پر ثابت قدمی سے عمل پیرا رہے اور اس کو ہلکا نہ سمجھے، جو مال سے مدد کر سکتا ہے وہ اس میں بخل نہ کرے اور جو اپنی جان اس عظیم مقصد کے لیے قربان کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے وہ اپنے لیے راہِ حق تلاش کرے اور اس پر گامزن ہو جائے۔ گھروں میں رہنے بسنے والی خواتین، بالخصوص مائیں اور شعبہ تدریس سے منسلک خواتین جن کے ہاتھوں میں نئی نسل کی تعلیم و تربیت ہے اپنی نسلوں کو حق و باطل کی تمیز و تفریق سکھائیں۔ میڈیکل کے شعبے سے وابستہ لوگ آنے والے کڑے وقت کی تیاری کے لیے اپنے آس پاس والوں کو ابتدائی طبی امداد اور جان بچانے کے طریقوں کی تربیت دیں۔ اپنے جسموں کو ورزش کے ذریعے مضبوط کریں اور اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے جلا بخشیں اور اللہ والوں کی، اہل جہاد کی تعلیمات سے اپنی فکر کی اصلاح کریں۔ آج کی یہ تیاری کل ضرور کام آئے گی۔ اپنی نیت خالص رکھیں اور دین کی اشاعت و تبلیغ اور اس پر عمل کی تحریض کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں اور اس الشکور رب کے اجر کا یقین رکھیں جس کے یہاں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں جاتا۔

☆☆☆☆☆

ماہ صفرالمظفر میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- صفر ۲ھ میں اسلام کا پہلا غزوہ ''الابواء'' پیش آیا۔
- صفر ۷ھ میں خیبر فتح ہوا اور یہود کو شکست ہوئی۔
- صفر ۱۶ھ میں مدائن (اس دور کے عراق کا دارالحکومت) فتح ہوا۔
- صفر ہی کے مہینے میں زمانہ جاہلیت کے ''بدشگونی'' کے فعل کو اسلام نے حرام قرار دے دیا۔

لاطيرة ولاهامة ولاصفر . (صحيح البخاري)

بدشگونی اور پرندوں سے فال لینا اور صفر کے بارے میں غلط خیالات یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں۔

شہادتِ ہنیہ میڈیا کی نظر سے

شاہین صدیقی

”اللہ ہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے...... اگر ایک راہنما چلا جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔“

یہ وہ آخری بات تھی جو شیخ اسماعیل ہنیہ نے اپنے آخری باضابطہ خطاب میں کی تھی۔ اور اس کے چند ہی گھنٹوں بعد وہ خود شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گئے۔ نحسبه كذالك والله حسيبه۔

وہ اپنی زندگی میں شیخ احمد یاسین رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کا حوالہ دیتے تھے کہ:

”جب تک فلسطین غاصبوں کے قبضے میں ہے، کسی مسلمان کو اپنے بستر پر موت نہیں آنی چاہیے!“

اور انہوں نے فلسطینی مسلمانوں کی اس عظیم روایت کو قائم رکھا۔ ایسے حالات میں، جبکہ غزہ میں اکتوبر ۲۰۲۳ء سے جاری اسرائیلی جارحیت اپنی انتہا پر ہے اور باقی ماندہ فلسطینی علاقوں پر غیر قانونی آبادکار بہت تیزی کے ساتھ بزورِ طاقت فلسطینیوں کے گھر، علاقے اور زمینوں پر قابض ہو رہے ہیں، ایک نہ تھمنے والا ظلم کا سیلاب ہے جسے فلسطینی مسلمان، خصوصاً بچے، خواتین اور بوڑھے سہہ رہے ہیں، فلسطین کے لیے اسماعیل ہنیہ عالمی سطح پر ایک مضبوط آواز تھے جو مسلسل یکے بعد دیگرے مسلمان ممالک کے حکمرانوں کو فلسطینی بھائیوں کی مدد کے لیے جھنجھوڑ رہے تھے لیکن سوائے زبانی بیان بازی کے کسی حکمران کو غیرت تک نہ آئی کہ کوئی عملی اقدام کرے۔ اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کو ظالم صہیونیوں سے چھڑانے کے لیے ہر دم جاری تحریک کی ایک آواز تھے۔ اسرائیلی درندے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اسماعیل ہنیہ کی شہادت سے اس تحریک کو ختم کر سکتے ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔ فلسطین کی آزادی کی یہ تحریک جیسے پہلے رواں دواں تھی شہداء کے خون سے یہ مزید پھلے پھولے گی۔ اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر عالمی میڈیا کے ردّعمل کے بہت سے پہلو ہیں۔ ذیل میں اس کے کچھ پہلو قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔

عالمی سیاسی مبصرین اسرائیل کے اس طرح اسماعیل ہنیہ کو ٹارگٹ کرنے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مغربی ممالک کو اس بات پر تشویش ہے کہ کہیں جنگ کا دائرہ وسیع نہ ہو جائے، کیونکہ اگر یہ دائرہ وسیع ہو گیا تو امریکہ اور اس جیسی طاقتیں جو اسرائیل کی حمایت کر رہی ہیں ان کے لیے یہ تباہ کن نتائج کا حامل ہو گا۔ بائیڈن انتظامیہ جہاں اسرائیل کے غزہ پر حملے کی حمایت اور اسلحے کی ترسیل کر رہی ہے، وہیں نیتن یاہو کو عام شہریوں کی ہلاکت سے متعلق ”نرمی سے تنبیہ“ بھی کر رہی ہے اور نیتن یاہو ایک بگڑے ہوئے ضدی بچے کی طرح اپنی من مانی کر رہا ہے۔

اس حوالے سے گارڈین کے ایک تجزیہ نگار کی تحریر سے اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

Assassination again shows Netanyahu's disregard for US-Israel relations | Patrick Wintour

”مبصرین کا کہنا ہے کہ یہ قتل اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات میں کس طرح امریکہ اکثر جونئیر پارٹنر کی طرح نظر آتا ہے۔ خارجہ پالیسی پر برنی سینڈرز کا سابق مشیر میٹ ڈُس کہتا ہے:

’یہ ایک اور دفعہ نیتن یاہو نے بائیڈن کو ایک طرح سے کہا ہے کہ ”بھاڑ میں جاؤ“۔ مہینوں پر مہینوں پر مہینے گزر گئے اور نیتن یاہو کی جانب سے یہ مکروہ تحقیر و تذلیل جاری رہی، جس کا اختتام گزشتہ ہفتے اس مضحکہ خیز لمحے پر ہوا، جب وہ آیا اور اس نے ایک بار پھر کانگریس کے سامنے تقریر کی، تاکہ بائیڈن کی جنگ بندی کی تجویز کو کمزور کر سکے۔ پھر بھی بائیڈن، جو ذاتی تعلقات کو بہت اہمیت دیتا ہے، اپنا طریقہ کار بدلنے سے انکاری ہے۔‘

......یورپی کونسل برائے خارجہ تعلقات کے مشرقِ وسطیٰ کے ماہر ہیو لووات نے ان ہلاکتوں کو ایک حکمت عملی کی فتح، لیکن تزویراتی شکست قرار دیا۔ ہنیہ فلسطینی مفاہمت اور جنگ بندی کے حامی تھے۔ لہٰذا انہیں منظر سے باہر کر دینے سے گروپ کے اندر طاقت کے توازن پر اثر پڑے گا، جس سے کم از کم موجودہ ٹیم میں سخت گیر افراد کو تقویت ملے گی۔“

[The Guardian]

دوسری طرف عرب منافق حکمران اور ان کے آلہ کار ہیں جو فلسطین کی تحریکِ آزادی اور انتفاضہ کے خلاف ہیں اور اسرائیل سے تعلقات کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ فلسطینی کاز سے ان کی مخالفت دراصل اس لیے ہے کہ اگر حماس اور دیگر جہادی تنظیمیں بیت المقدس آزاد کروا لیتی ہیں یا مضبوط ہی ہو جاتی ہیں تو یہ ان کی آمرانہ حکومتوں کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس تحریک سے متاثر ہو کر اگر عرب نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے تو ان حکمرانوں کا بھی وہی حشر ہو گا جو ماضی میں آمروں کا ہوتا آیا ہے۔ اس لیے ان کے آلہ کار میڈیا پر اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر بھی تحریک میں پھوٹ ڈلوانے کے لیے مسلسل پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

اس حوالے سے العربیہ پر شائع ہونے والے ایک مضمون سے اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ ہو جو عرب حکمرانوں اور ان کے آلہ کاروں کی بیچ سوچ کی عکاسی کرتا ہے اور جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے کس طرح لوگوں کے اذہان کو جھوٹ اور فریب سے زہر آلود کرتے ہیں:

Haniyeh is Sinwar's victim | Abdul Rahman Al-Rashid

''اسماعیل ہنیہ کو معلوم تھا کہ وہ موساد کی ہٹ لسٹ میں سر فہرست ہیں، حالانکہ اسرائیل جانتا تھا کہ ان کا ۷ اکتوبر کے حملے سے کوئی تعلق نہیں۔ ہنیہ کا برسوں سے یحییٰ سنوار اور حماس کی موجودہ قیادت سے اختلاف تھا۔ انہیں اس تحریک کی قیادت سے بے دخل کر دیا گیا جس کی سربراہی وہ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۷ء تک کر چکے تھے۔
سنوار نے، جو بیس سال اسرائیلی جیلوں میں قید گزار کر آئے تھے، تنظیم کے عسکری ونگ کا اعتماد حاصل کر لیا۔ ان کے ذریعے انہوں نے قیادت کا کنٹرول سنبھال لیا اور انتخابات میں کامیابی حاصل کی اور ہنیہ اور ان کے ساتھیوں کو سائڈ لائن کرنے کی خاطر ان پر بزدلی، سیاسی حل کی حمایت، اور علاقائی دباؤ کے آگے جھکنے کے الزامات لگائے۔
اس سے ہنیہ کو کاز کی تاریخ میں امن کی فاختہ یا امن کے وکیل کے طور پر جگہ تو نہیں ملی، لیکن پھر بھی وہ مبہم جو کم اور عملی زیادہ مانے جاتے تھے۔ حالیہ مہینوں میں غزہ جنگ کے خاتمے کے لیے حل تلاش کرنے کے لیے دوحہ مذاکرات میں بھی، ہنیہ نے سنوار پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے، جس نے ہنیہ کے مہینوں کے مذاکرات میں کیے گئے کام اور حاصل شدہ نتائج کو نقصان پہنچایا۔

تو پھر اسرائیلیوں نے ہنیہ کو قتل کیوں کیا؟

وہ اس لیے قتل ہوئے کیونکہ وہ حماس کے سربراہ اور سب سے مشہور راہنما تھے۔ اگر ہنیہ کچھ ماہ قبل تک اس معاہدے کے مطابق جنگ روکنے میں کامیاب ہو جاتے، جس کی کوشش مذاکرات کار کر رہے تھے، تو شاید وہ اپنے سمیت ہزاروں دیگر فلسطینیوں کی جان بچا لیتے۔
ان کے خاتمے سے حماس کے اندر انتہا پسندوں کو فائدہ پہنچا ہے اور بلاشبہ نیتن یاہو کی حکومت کو بھی پہنچا ہے، جس نے اپنا سب سے اہم وعدہ پورا کر دیا یعنی حماس کی قیادت کا خاتمہ، چاہے وہ سنوار کو پکڑ نہ بھی سکے۔''

[Al-Arabiya English]

اس طرح کے جھوٹ پھیلانے کا مقصد لوگوں کو حماس کے خلاف شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا ہے۔ اسماعیل ہنیہ اور یحییٰ سنوار ہمیشہ پچھلے تمام رہنماؤں، چاہے شیخ احمد یاسین شہید رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا عبد العزیز رنتیسی شہید رحمۃ اللہ علیہ، کی طرح اسرائیل کے خلاف مسلح جدوجہد پر متفق اور یکسو رہے اور ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں رہا۔ ان دونوں راہنماؤں کا پس منظر ایک ہی تھا۔ دونوں کے خاندان النکبہ کے نتیجے میں اپنے آبائی علاقے عسقلان سے بے گھر ہونے کے بعد غزہ میں مہاجر کیمپوں میں آباد ہوئے اور یہ دونوں راہنما انہیں مہاجر کیمپوں میں پلے بڑھے۔ دونوں نے ہی اسلامی یونیورسٹی غزہ سے عرب ادب میں گریجویشن کی۔ دونوں کے مزاجوں میں فرق ہونا ایک علیحدہ بات اور فطری امر ہے لیکن جن اختلافات کا دعویٰ اسرائیلی غلام عرب بکاؤ میڈیا کر رہا ہے اس کے کہیں کوئی شواہد موجود نہیں، بلکہ اس کے برعکس مشترکہ پس منظر کے باعث دونوں راہنماؤں کے آپس میں گہرے اور قریبی تعلقات ہی سننے میں آئے ہیں۔

۲۰۱۲ء میں رائٹرز کے ایک نمائندے نے اسماعیل ہنیہ سے سوال کیا کہ کیا حماس نے اپنی مسلح جدوجہد ترک کر دی ہے؟ اس کے جواب میں اسماعیل ہنیہ نے کہا:

''ہرگز نہیں! مزاحمت ہر شکل میں جاری رہے گی، چاہے وہ سیاسی، سفارتی اور عوامی مزاحمت ہو یا عسکری مزاحمت۔''

حماس کا سیاسی شعبہ اور عسکری شعبہ مل کر تحریک مزاحمت کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ معدودے چند منافقین اور پراپیگنڈہ کرنے والوں کے علاوہ ہر خاص و عام اپنے دل میں اسماعیل ہنیہ اور حماس کے لیے جو جذبات رکھتے ہیں اس کی عکاسی درج ذیل چند اقتباسات میں ملاحظہ کریں:

اسماعیل ہنیہ کی شہادت اور غزہ کا جہاد | حافظ محمد ادریس

''شہید اسماعیل ہنیہ حافظِ قرآن تھے، انہوں نے عربی ادب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور ۲۰۰۹ء میں انہیں اسلامی یونیورسٹی غزہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی تھی۔ اسماعیل ہنیہ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ فلسطینی نوجوان اور مجاہدین ہنیہ شہید کی کئی غزلیں جہاد کے میدانوں میں دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے گنگناتے رہتے ہیں۔ اکثر فلسطینی خواتین و مرد اور بچے حافظِ قرآن ہیں۔ ان کا سب سے زیادہ وقت تلاوتِ قرآن میں گزرتا ہے۔ اسی طرح رزمیہ شاعری جو جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کو مہمیز دیتی ہے وہ بھی ان کی زبانوں پر سنائی دیتی ہے۔
اپنی ایک غزل میں اسماعیل ہنیہ فرماتے ہیں کہ میں زندگی کے ہر لمحے اور سفر کے ہر موڑ پر موت کو اپنے سامنے رقص کرتے دیکھتا ہوں۔ میری آنکھوں سے موت کبھی اوجھل نہیں ہوئی، 'یہ تو ایک حقیقت ہے' اس سے کیا ڈرنا! ہم میں سے کوئی بھی قائد چلا جائے تو اس کی جگہ دوسرا قائد میدان میں آ جاتا ہے۔ یہ سفر لمبا ہے اس کے راہی تھکنے والے نہیں۔

شہید اسلام اسماعیل ہنیہ کی کئی رزمیہ غزلیں اور نظمیں حماس کے نوجوانوں اور القسام بریگیڈ کے مجاہدین کے لیے جنگی ترانوں کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں جو جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے قلب و جگر کو سرشار کر دیتی ہیں۔

میدان جہاد میں اسماعیل ہنیہ شہید کے خاندان کے اسّی سے زائد افراد شہادت کا تاج پہن کر اللہ کی جنتوں میں پہنچ چکے ہیں۔ ان کے تین بیٹے، تین پوتیاں، ایک پوتا اور گھر کے دیگر افراد بھائی، بھتیجے، بہنیں اور بھانجے جب بھی شہید ہوئے تو اسماعیل ہنیہ نے پوری استقامت کے ساتھ فرمایا کہ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں، فلسطین میں شہید ہونے والا ہر فرد میرا بھائی، بیٹا، پوتا، بھتیجا اور بھانجا ہے۔ شہادت پانے والی ہر خاتون میرے لیے ماں، بہن، بیٹی اور پوتی کا درجہ رکھتی ہے۔ جس شخص کا حوصلہ اتنا بلند ہو وہ موت سے کب ڈرتا ہے؟“

[روزنامہ دنیا نیوز]

اسماعیل ہنیہ کو شہادت مبارک | عمر خان جوزوی

”مظلوم فلسطینیوں کے ایک عظیم لیڈر اور اسلام کے ایک نڈر مجاہد کی اس طرح شہادت یہ اقوام متحدہ کے اندھے ہاتھیوں اور امن امن کی رٹ لگانے والے دنیا کے نام نہاد امن پسندوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔ کیا مظلوموں کے ایک حقیقی وارث، امت کے ایک لیڈر اور اسلام کے ایک مجاہد کو نشانہ بنانے سے دنیا میں امن قائم ہو گا؟ سچ یہ ہے کہ اسرائیل جیسی جعلی ریاستوں اور نیتن یاہو جیسے بدقماشوں نے قبضے جمانے کے لئے دنیا کا امن داؤ پر لگا دیا ہے۔

ظلم، جبر اور زبردستی کی کوکھ سے جنم لینے والی ایسی ریاستوں اور نیتن یاہو و مودی جیسے امن کے دشمنوں کے ہاتھوں ایک طویل عرصے سے مسلمان اور مسلم ممالک نشانہ بن رہے ہیں مگر افسوس اس ظلم، جبر اور کفر کے بعد بھی باطل کے ہاں نیتن یاہو اور مودی نہیں بلکہ وہی مظلوم مسلمان دہشت گرد، انتہا پسند اور امن کے دشمن ہیں۔ اسرائیل سے شام اور فلسطین سے کشمیر تک جنہوں نے دنیا کے امن کو تباہ و برباد کیا، ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا، آباد بستیاں ویران اور پھولوں سے لدے چمن اجاڑ ڈالے، وہ شیطان کل بھی دنیا کے ہاں معزز و معتبر تھے اور یہ شیطان آج بھی باطل دنیا کی آنکھوں کے تارے بنے ہوئے ہیں۔

اسماعیل ہنیہ کی شہادت سے دنیا لرز گئی لیکن اقوام متحدہ، او آئی سی اور دیگر پلیٹ فارم سے امن کے چورن بیچنے والے سانڈ پھر بھی خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہو سکے۔ اسماعیل ہنیہ کے شہید ہونے کی بجائے اگر نیتن یاہو جیسا باطل کا کوئی سانڈ مردار اور واصل جہنم ہوتا تو اقوام متحدہ کے انہی اندھے ہاتھیوں نے ابھی تک آسمان سر پر اٹھایا ہوتا۔ نہ جانے کتنے اسلامی ممالک پر اب تک ڈرون اٹیک ہو چکے ہوتے لیکن اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر ان ہاتھیوں کے ہاں امن ہی امن اور خاموشی ہی خاموشی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے دنیا میں امن مسلمانوں اور مظلوموں کو آگ و خون میں نہلانے سے ہی ہو۔

[روزنامہ نئی بات]

Ismail Haniyeh: Assassinated in Israel's war on peace and quest for endless occupation | Nasim Ahmed

”حماس نے بطور تنظیم ماضی میں اس طرح کی ٹارگٹ کلنگ کے سامنے استقامت کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ گروپ مسلسل دوبارہ منظم ہونے اور اسرائیل کے غیر قانونی قبضے کے خلاف اپنی مزاحمت جاری رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ عالمی قانون، خاص طور پر انٹرنیشنل ہیومینی ٹیرین لاء(International Humanitarian Law)اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون(International Human Rights Law) کے فریم ورک کے تحت لوگوں کے حقِ خود ارادیت کو تسلیم کرتا ہے، جس میں قبضے کے خلاف مزاحمت کا حق بھی شامل ہے۔ یہ اصول اقوام متحدہ کے چارٹر اور شہری و سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے سمیت مختلف بین الاقوامی دستاویزات میں درج ہے۔ قبضے کے خلاف مزاحمت کے حق میں پر امن اور مسلح دونوں مزاحمتیں شامل ہیں، بشرطیکہ مسلح مزاحمت جنیوا کنونشن اور اس کے اضافی پروٹوکولز کے ذریعے طے کردہ مسلح تصادم کے قوانین کی پابندی کرے۔ رواں ماہ آئی سی جے کے فیصلے میں اس حق پر دوبارہ زور دیا گیا۔

ہنیہ کا قتل فلسطینیوں کے لیے بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اگرچہ ان کی موت نے حماس کی قیادت سے ایک اہم کردار کو ہٹا دیا ہے، اہم امن مذاکرات اور یرغمالیوں کی رہائی کی کوششوں کو پٹڑی سے اتار دیا ہے، جس کے حوالے سے اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ یہ غزہ میں جاری جارحیت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ہے، لیکن اس سے حماس اور وسیع پیمانے پر اسرائیلی غیر قانونی قبضے کے خلاف فلسطینی مزاحمت کی استقامت میں کمی آنے کا کوئی امکان نہیں۔ تنظیم کا مضبوط ڈھانچہ اسے قبضے کے خلاف اپنی جائز مزاحمت میں جدت لانے اور اسے جاری رکھنے کے قابل بناتا ہے۔ جیسا کہ ماضی میں ہوا، اسرائیل کی جانب سے اس طرح کے اقدامات حماس کے لیے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر حمایت کو تقویت دیتے ہیں۔“

[Middle East Monitor]

اسماعیل ہنیہ کو ۳۱ جولائی ۲۰۲۴ء کی رات اس وقت ٹارگٹ کیا جب وہ تہران میں ایران کے نئے صدر کی تقریبِ حلف برداری سے واپس آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے کمرے کو

قریب سے مار کرنے والے گائیڈڈ میزائل کے ذریعے نشانہ بنایا گیا جس میں وہ اور ان کے محافظ ساتھی شہید ہوئے۔ خطے کی سیاست میں اس حملے کا موقع و محل نہایت اہمیت کا حامل ہے، چونکہ اسماعیل ہنیہ بحیثیت سفارت کار ایران کے مہمان تھے، اس لیے ان کی حفاظت بھی ایران ہی کی ذمہ داری تھی اور اب جواباً ایران اسرائیل کے خلاف کیا اقدام اٹھائے گا یہ بھی ایک اہم سوال ہے۔ یوں تو ایرانی حکومت نے اسماعیل ہنیہ کی شہادت کا بدلہ لینے کا اعلان کیا، لیکن اس پر کس حد تک اور کس طرح عمل پیرا ہو گا، امریکہ اور اسرائیل کی حمایت یافتہ مغربی دنیا اس حوالے سے فکر مند ہے۔

اس حوالے سے دو مثالیں ملاحظہ کریں:

Israel is not interested in peace | Belén Fernández

”ایرانی سرزمین میں ہنیہ کے قتل سے ایران کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں بچتا کہ وہ کسی نہ کسی فوجی انداز میں اسرائیل کو جواب دے، جس حوالے سے وہ پہلے ہی دکھا چکا ہے کہ وہ ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ شام کے دارالحکومت دمشق میں ایران کے قونصل خانے پر اپریل میں ہونے والے مہلک اسرائیلی حملے کے بعد، ایران نے اسرائیل پر سینکڑوں ڈرون اور میزائل داغے۔

جنگ بندی کے امکانات کو پٹڑی سے اتارنے اور غزہ میں قتل و غارت گری کو جاری رکھنے کے لیے، ایسا لگتا ہے کہ اسرائیل مزید خطے میں خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرنے والا ہے۔

کیمبرج انگلش ڈکشنری ایک ”بدمعاش ریاست“ کی تعریف ایک ایسی قوم سے کرتی ہے جو کہ دیگر اقوام کے لیے خطرناک سمجھی جاتی ہو، اور آج کل کوئی اور قوم اتنی بدمعاش نہیں جتنی کہ اسرائیلی ریاست ہے۔“

[Al Jazeera English]

اسماعیل ہنیہ بھی شہید | پروفیسر رفعت مظہر

”اسماعیل ہنیہ کی شہادت نے اسرائیل غزہ تنازع میں جنگ بندی اور امن مذاکرات کی کوششوں کو سبوتاژ کر ڈالا۔ اسرائیل اور حماس کے درمیان اہم ثالث قطر کے وزیرِ اعظم محمد بن عبدالرحمٰن آل ثانی نے کہا کہ اسماعیل ہنیہ کے قتل سے مذاکرات کی سنجیدگی سوالیہ نشان بن گئی، کیونکہ ہنیہ مذاکرات کے اہم رُکن تھے۔ ہنیہ کی شہادت پر ایران کا رَدِ عمل بھی بہت شدید تھا کیونکہ یہ اسرائیل کی طرف سے کی گئی فوجی کارروائی تھی۔......

......اُدھر امریکہ نے اسماعیل ہنیہ کی شہادت سے لاتعلقی کا اظہار تو کر دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ وہ بہر صورت اسرائیل کا دفاع کرے گا۔ امریکی محکمۂ دفاع نے کہا کہ اسرائیل پر کسی بھی ایرانی حملے کے خطرے کے پیشِ نظر امریکہ مشرقِ وسطیٰ میں اضافی بحری جہاز اور لڑاکا طیارے تعینات کر رہا ہے اور وہ اسرائیل کے دفاع کے لیے پُرعزم ہے۔

......اب سوال یہ ہے کہ کہیں اسماعیل ہنیہ کی شہادت ایک ہمہ گیر جنگ کا باعث تو نہیں بنے گی؟ اسرائیل کی ہوس گیری کی مستقل پالیسی کے سامنے اقوامِ متحدہ بے بَس ہے کیونکہ اسرائیل عالمی قراردادوں اور تجاویز کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔ اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اسرائیل کی یہ ساری دہشت گردی امریکہ کی شہ پر ہے جو کسی وقت بھی تیسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر عالمِ اسلام کا رَدِ عمل مذمتی بیانات تک محدود۔

رَبِ لم یزل کا بھی یہ فرمان کہ کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلی جاتی جب تک کہ اُسے خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو۔ سورۃ الرعد آیت ۱۱ میں فرما دیا گیا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹَل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔ عالمِ اسلام کے رَہنماؤں کو یہ سوچنا ہو گا کہ آخر تائید و نصرتِ ربّی اُن کے ساتھ کیوں نہیں؟ تاریخِ عالم گواہ ہے کہ جب عالمِ اسلام متحد تھا تو اُن کی حکومت کا سورج غروب نہیں ہوتا تھا لیکن آج وہ گلی گلی میں رُسوا، کوئی اُن کا حامی نہ مددگار اور وہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے سجدہ ریز۔ اِس حالتِ ضیعفی میں بھی اُن کی کوئی بچت نہیں۔ طاغوت یکے بعد دیگرے اُنہیں نشانِ عبرت بناتا چلا جا رہا ہے۔ عراق، افغانستان، لیبیا، یمن اور شام کے علاوہ کشمیر اور فلسطین میں تباہیوں کی داستانیں اُن کے سامنے۔ پھر بھی وہ متحد ہو کر رَبِ لم یزل کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے گریزاں کیوں؟“

[روزنامہ نئی بات]

ایران نے اعلان کیا ہے کہ وہ انتقامی کارروائی کا حق رکھتا ہے اور وہ اسرائیل پر جوابی حملہ ضرور کرے گا۔ ایک طرف امریکہ اور مغربی طاقتیں ایران کو اسرائیل کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کے متعلق متنبہ کر رہی ہیں تو دوسری طرف عرب ممالک کے حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے ایرانی وزیرِ خارجہ سے جوابی کارروائی نہ کرنے کی درخواست کی ہے کیونکہ انہیں ڈر ہے کہ اس طرح کی کارروائی سے جنگ کا دائرہ وسیع ہونے کا امکان ہے جو چار و ناچار انہیں اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔

اسماعیل ہنیہ کی شہادت کو ایک مہینہ ہو چلا ہے اور ایران اپنے بلند و بانگ دعووں کے باوجود اسرائیل کے خلاف کوئی عملی اقدام اٹھاتا نظر نہیں آرہا۔ ماضی میں بھی ایران نے اسرائیل کو کسی کارروائی میں کوئی قابل ذکر نقصان نہیں پہنچایا، اس لیے اب بھی ایران کی طرف سے کسی ٹھوس اور نتیجہ خیز اقدام کی امید نظر نہیں آتی۔

اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر پاکستانی حکومت کے دفتر خارجہ نے ایک تعزیتی بیان جاری کیا جس میں ''اسرائیلی ایڈونچر ازم'' کی مذمت کی گئی تھی لیکن کچھ ہی گھنٹوں بعد یہ بیان دوبارہ جاری کیا گیا اور اس میں سے اسرائیل کا نام ہٹا دیا گیا۔ حکومتِ پاکستان کی اس مجرمانہ حرکت سے بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں۔ یہی سوال حامد میر نے اپنے ایک کالم میں اٹھائے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ کریں:

ریاست سے ایک سوال | حامد میر

''سوال یہ ہے کہ حماس کے رہنما اسماعیل ہنیہ کی تہران میں شہادت کے بعد پاکستان کے دفتر خارجہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں اسماعیل ہنیہ کے خاندان اور فلسطینی عوام کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ''اسرائیلی ایڈونچر ازم'' کی مذمت کی گئی۔ دفتر خارجہ کا یہ بیان میڈیا کو جاری کر دیا گیا اور میڈیا میں رپورٹ بھی ہو گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس بیان میں سے ''اسرائیلی'' کا لفظ ہٹا دیا گیا اور پاکستان کی مذمت کو کسی نامعلوم ''ایڈونچر ازم'' تک محدود کر دیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان کے دفتر خارجہ کے بیان میں سے اسرائیل کا لفظ کیوں اور کس کے حکم پر نکالا گیا؟ کیا ریاست پاکستان نے عوام کے منتخب ادارے پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر کوئی ایسا فیصلہ کر لیا ہے جس کا اعلان کرنا مناسب نہیں؟

یہ سوال اس لیے اٹھا رہا ہوں کہ کچھ عرصے سے پاکستان کا دفتر خارجہ اور وزیر اعظم شہباز شریف بار بار مسئلہ فلسطین کے حل کیلئے دو ریاستی فارمولے کی حمایت کر رہے ہیں۔ دفتر خارجہ کے بیورو کریٹس کا کہنا ہے کہ دو ریاستی فارمولا دراصل اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کا تجویز کردہ ہے لہٰذا اس فارمولے پر عمل درآمد کے مطالبے کا مطلب سیکورٹی کونسل کی قرارداد پر عملدرآمد کرانا ہے۔ جب ان بیورو کریٹس سے پوچھا جاتا ہے کہ سیکورٹی کونسل کی قرارداد کے مطابق مسجدِ اقصیٰ پر اسرائیل کا قبضہ ناجائز ہے تو پھر آپ اسرائیلی جارحیت کی کھل کر مذمت کیوں نہیں کرتے؟ تو ہمارے بابو صاحبان اور بیبیاں سرگوشی کے انداز میں کہتے ہیں کہ آپ تو جانتے ہیں کہ خارجہ پالیسی ہم نہیں بناتے ہمیں تو جو حکم آتا ہے ہم اُس پر عملدرآمد کرتے ہیں۔ میرا سوال یہی ہے کہ وہ کون ہے جس نے دفتر خارجہ کو حکم دیا کہ اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر جاری ہونے والے بیان سے اسرائیل کا نام نکال دیا جائے؟

...... آج پاکستان میں دفتر خارجہ کے لیے اسرائیل کی مذمت مشکل ہو چکی ہے۔ پاکستان میں آئین توڑنا آسان ہے، منتخب وزرائے اعظم کو عدالتوں سے نااہل قرار دلوانا اور سیاسی اجتماعات پر فائرنگ کرنا آسان ہے لیکن اسرائیل کا نام لینے سے قومی مفاد پر ضرب پڑتی ہے۔ ریاست پاکستان سے سوال ہے کہ کیا پاکستان واقعی ایک ایٹمی طاقت ہے؟''

[روزنامہ جنگ]

پاکستان سمیت تمام مسلم دنیا کے حکمرانوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ان کی حرکتیں اسرائیل کو سپورٹ اور فلسطینی مسلمانوں کے قتل عام میں اسرائیل کو مہمیز فراہم کر رہی ہیں۔ ان کے ہاتھ بھی فلسطینی مسلمانوں کے خون سے رنگے ہیں اور جلد یابدیر وہ بھی جوابدہ ہوں گے۔

رہ گئی بات فلسطینی مسلمانوں کی، تو انہوں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا، لاکھوں لوگوں کی قربانی دی، لیکن کوئی ظلم اور کوئی ظالم ان کے سر نہ جھکا سکا۔ ایک راہنما شہید ہوئے تو دوسرے راہنما ابھر آئے۔ یہ قافلہ اسی طرح راہِ حق پر ڈٹا رہے گا اور آگے بڑھتا رہے گا۔ ان شاءاللہ العزیز۔

☆☆☆☆☆

مستشرقین اور ان کی تحقیق

''مستشرقین نے 'استشراق' کی تحقیقی نقاب چہروں پر ڈال کر وہی کام کیا ہے جو ان کے باپ دادا بھونڈے انداز سے کرتے تھے، اس باب میں قطعاً دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، دشمن معصومیت کے دعووں کے ساتھ سب کچھ کر رہے ہیں، اس کا جواب اسی رنگ میں دینا چاہئیے، یورپ والے پہلے سے نصب العین کو معین کر کے ریسرچ کرتے ہیں اور صرف انہی باتوں کو چنتے اور اجاگر کرتے ہیں جن سے اپنے طے شدہ نصب العین کی تائید میں مدد ملتی ہے، ہمارا فرض بھی یہی ہونا چاہیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ مبین کی حمایت میں جن معلومات سے بھی مدد مل سکتی ہو ان کو ڈھونڈنا اور تلاش کرتے رہنا چاہئیے، شاید "لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ" کا وقت جب آئے تو مصر کی بڑھیا غریب کو اپنے کاتے ہوئے دھاگوں کو ہی لے کر یوسف کے خریداروں میں شریک ہونے کا موقع مل جائے۔''

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(مجموعہ خطوطِ گیلانی ص:۴۷۹)

ہو گا قدس آزاد!

مفتی حامد ازہر

موت ایک اٹل حقیقت ہے، قزاق اجل کسی نہ کسی روز ہزار ہا محاصروں، بلند و مضبوط ترین قلعوں کے در و بام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آ پہنچتے ہیں، یہی حقیقت ہے، صدہا برس سے موت اپنی روش پر قائم ہے، اور سینکڑوں افراد اس کا لقمۂ تر بنتے رہے ہیں، لیکن عام موت مرنے والے اور راہِ خدا میں جاں کے نذرانے پیش کرنے والوں کی موت و حیات میں کافی فرق ہے، عام موت مرنے والے مردہ ہیں راہ خدا میں مرنے والے زندہ ہیں، مجاہد کی زندگی سعادت ہے اور موت شہادت ہے، یہی وہ فرق و امتیاز اور حدِ فاصل ہے جو شہید کو ممتاز بنا دیتی ہے، قرآن و احادیث کی نصوص اس کی مؤید ہیں، حماس کے سربراہ صہیونی حملے کا نشانہ بنے اور ردائے شہادت اوڑھ کر خونِ شہادت سے سج دھج کر سوئے دار القرار چل دیے۔ سعادت بھی پائی، شہادت بھی پائی، اور محرم کے مبارک ماہ میں شہیدانِ کربلا کی ہمراہی بھی پائی، واہ واہ کیا ہی سعادت مندی ہے، لیکن شیخ کی جدائی پر دل غمزدہ ہے، آنکھیں نم ہیں، موت کا افسوس نہیں موت تو بہر صورت آ کر رہے گی، لیکن شیخ شہید جیسے ہیرے صدیوں میں خاکِ زمیں جنم دیتی ہے، بڑی مشکل سے چمن میں دیدہ ور پیدا ہوتا ہے، جس کے اخلاص و وفا کی خوشبو سے چمن مہکتے ہیں، تحریک کے گُلوں میں رنگ بھرتا ہے، کلیوں کو ذوق تبسم نصیب ہوتا ہے، اقصیٰ کی بازیابی کے مقصد تلے اپنے مفادات کی جستجو کرنے والے مشن کے واسطے سے اپنے مقاصد کی حصولیابی کے لیے دم بھرنے والوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے، لیکن شیخ جیسے مخلص و باوفا عبقری شخص جنہوں نے اپنے خاندان کو قدس کی آزادی کے لیے راہِ خدا میں قربان کر دیا، کہاں سے ملے گا؟

بہ گلشن بسے آں کہ گردیدہ باشد
گلِ ناز کے چوں تو کم دیدہ باشد

(جو بھی گلشن میں بہت گھوما ہوگا
اس نے تجھ سا پھول کم ہی دیکھا ہوگا)

شیخ کی جدائی پر عالمِ اسلام افسردہ ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کرایے کے ٹٹو کون تھے، جنہوں نے تحریکِ حماس میں ایک خلا پیدا کر دیا اور جنہوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے شیخ کو نشانہ بنوایا، لیکن تحریک تحریک ہوتی ہے، ایک نظریہ ہوتا ہے، جو افراد کے ختم ہونے سے ختم نہیں ہوتا، یہ مزاحمت جاری رہے گی ان شاء اللہ! حماس ایک نظریہ ہے جسے شکست نہیں دی جا سکتی، تاریخ میں بھاڑے کے ٹٹو اور لٹوؤں کی تعداد گرچہ کم نہیں رہی ہے، لیکن دین و ایمان اور خدا و رسول کے لیے جاں فدا کرنے والوں سے بھی تاریخ بھری پڑی ہے، اور یہی فدائیت یہی جذبہ جہاد یہی جد و جہد، پھر آزادی و خود مختاری کا ذریعہ بنتی ہے۔ آج شیخ ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کا مشن بفضل تعالیٰ رواں دواں ہے اور رہے گا، اقصیٰ ہماری ہے، قدس ہمارا ہے، شیخ شہید رحمہ اللہ بلکہ ہر وہ شخص جو اقصیٰ کا ہو، دل و جاں سے پیارا ہے، اور پیاروں کے بچھڑنے پر لوگ آنسو بہایا کرتے ہیں، ہمارا دل کہہ رہا ہے:

هاهُنا بعضُ النُّجوم انطفأتْ
كي تزيدَ الأنجمُ الأُخْرى اشتعالْ
تفقدُ الأشجارُ منْ أغصانِها
ثمَّ تزدادُ اخضراراً واخضلالْ

یہاں کچھ ستارے بجھ گئے ہیں
تاکہ دیگر ستارے اور زیادہ چمک سکیں
درخت اپنی شاخوں کو کھو دیتے ہیں
پھر اور زیادہ ہرے بھرے اور سرسبز ہو جاتے ہیں

شیخ اسماعیل ہنیہ شہید ایک معروف فلسطینی مجاہد و سیاستدان اور حماس (حركة المقاومة الاسلامیہ) کے ایک اہم رہنما تھے، ان کی زندگی اور کیریئر کی مختلف جہات ہیں جو ان کے سیاسی اثرات اور فلسطینی جدوجہد میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

شیخ اسماعیل عبد السلام احمد ہنیہ ۲۹ جنوری ۱۹۶۳ء کو غزہ کی پٹی میں واقع الشاطئ مہاجر کیمپ میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام کے دوران اپنے آبائی علاقے سے نقل مکانی کر کے یہاں آبسا تھا۔ شیخ ہنیہ نے مقامی سکولوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور بعد میں اسلامی یونیورسٹی غزہ سے عربی ادب میں بیچلرز کی ڈگری حاصل کی۔

شیخ اسماعیل ہنیہ شہید کا سیاسی کیریئر ۱۹۸۰ء کی دہائی میں شروع ہوا جب وہ فلسطینی طلبہ تنظیم ''الكتلة الإسلامية'' کے رکن بنے، یہ تنظیم حماس کے قیام کے بعد اس کے ساتھ منسلک ہو گئی۔ ۱۹۸۹ء میں جب حماس کے بہت سے رہنماؤں کو اسرائیلی حکام نے گرفتار کیا تو ہنیہ بھی ان میں شامل تھے اور انہیں تین سال کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔

۱۹۹۲ء میں شیخ اسماعیل ہنیہ کو اسرائیلی حکام نے لبنان جلاوطن کر دیا، جہاں انہوں نے حماس کے دیگر رہنماؤں کے ساتھ مل کر تنظیم کو دوبارہ منظم کیا، شیخ ۱۹۹۳ء میں غزہ واپس آئے اور حماس کی اعلیٰ قیادت میں شامل ہو گئے۔

۲۰۰۶ء میں شیخ اسماعیل ہنیہ کو فلسطینی اتھارٹی کا وزیر اعظم مقرر کیا گیا، ان کے دور حکومت میں فتح اور حماس کے درمیان سیاسی اور عسکری تنازعات کا سلسلہ جاری رہا، جس کے نتیجے میں ۲۰۰۷ء میں غزہ کی پٹی میں حماس نے کنٹرول حاصل کر لیا۔

اسماعیل ہنیہ ۲۰۱۷ء میں حماس کے سیاسی بیورو کے سربراہ منتخب ہوئے، اس عہدے پر وہ حماس کی مجموعی پالیسی اور بین الاقوامی تعلقات کی نگرانی کرتے رہے۔

اسماعیل ہنیہ کا موقف حماس کے بنیادی نظریات سے ہم آہنگ تھا، جس میں اسرائیل کے خلاف مسلح جدوجہد اور فلسطینی حقوق کی بحالی شامل تھی وہ مذاکرات کی بجائے مزاحمت کے حامی تھے، شیخ کا بنیادی مقصد اقصیٰ کی آزادی اور ارض مقدس کو صہیونیوں سے پاک کرنا تھا۔ آج شیخ ہم سے بچھڑ کر جا چکے ہیں، لیکن آسمان و زمین کے رب کی قسم خونِ شہید اں رنگ لائے گا، شہداء نے جس کھیتی کو خونِ جگر سے سینچا ہے، وہ فصل پک کر رہے گی، آج لگائے گئے پودے گل و گلزار بن کر لہکیں گے، آج جو شگوفے چٹک رہے ہیں، کل ان کا شباب زوروں پر ہو گا، چڑیاں ان پر چہکیں گی، تتلیاں ان پر آئیں گی، کوئل ان پر نغمہ خواں ہو گی، مسرت کے شامیانے گاڑے جائیں گے، فتح و نصرت کے نقارے کی چوٹ بہت جلد ان شاء اللہ عالم اسلام سنے گا۔

جئیں گے جو وہ دیکھیں گے بہاریں زلف جاناں کی
سنوارے جائیں گے گیسوئے دوراں ہم نہیں ہوں گے

اے ارض فلسطین! اے اہلِ فلسطین! اللہ کا وعدہ و نصرت قریب ہے، صہیونیوں کے مکانوں پر ماتم کے چراغ جلنے کو ہیں، یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا، القدس آزاد ہو گا، غزہ پھر سے آباد ہو گا، لیکن اے شیخ آپ نہیں ہوں گے، یہ آنکھیں لاکھوں کے مجمع میں آپ کو کھوجیں گی، ان ستم رسیدہ ماؤں بہنوں اور معصوم پھولوں کو دل یاد کرے گا، لیکن جانے والوں کی کمی کہاں پوری ہوا کرتی ہے، کہنے کو تو نعم البدل بڑا خوبصورت لفظ ہے جو وقتی تسلی دیتا ہے، لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ جانے والے لوٹ کر نہیں آیا کرتے، ہاں یادیں ضرور آیا کرتی ہیں، اے شیخ آپ کی جدائی ہمارے زخمی دلوں پر انتہائی گراں ہے، ان شاء اللہ آپ کی شہادت ضائع نہیں جائے گی۔

ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں ہم نہیں ہوں گے
نہ تھا اپنی ہی قسمت میں طلوع مہر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شام غریباں ہم نہیں ہوں گے

فلسطین کی سرزمین پر اسرائیلی ریاست کے قیام کے خواب دیکھنے والے پھر دربدر ہوں گے، افغانستان میں اپنے جھنڈے گاڑنے کی سوچنے والے سپر پاور روس و امریکہ اپنا منہ کالا کر کے چلے گئے تو اسرائیل کیا چیز ہے، اسرائیل اپنی مادیت کے بل بوتے پر روحانیت سے ٹکرانے چلا ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ مادیت جب روحانیت سے ٹکراتی ہے تو مادیت ہار جاتی ہے روحانیت جیت جاتی ہے، وہ وقت آنے والا ہے جب لوگ نقشے پر اسرائیل ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے تو انہیں اس میں اسرائیل نامی ریاست کا کوئی وجود نہیں ملے گا۔

کتائب عزالدین قسام شہید کی جانب سے شیخ کی شہادت پر تعزیتی کلمات لائق توجہ ہیں:

”مجاہد قائد ’ابو العبد‘ ایک بھرپور قربانی، جہاد اور عطا کی زندگی گزارنے کے بعد شہید ہوئے، جس کے دوران انہوں نے تحریک کے مختلف مراحل میں ترقی اور جہادی سفر میں اہم کردار ادا کیا، اور اپنے سفر کے دوران مسئلۂ فلسطین کے لیے بہت کچھ پیش کیا، اور مزاحمت کو مضبوط کرنے، امت کے بیٹوں کی کوششوں کو یکجا کرنے اور قبلۂ اوّل کی طرف رہنمائی کرنے میں اہم کردار ادا کیا، تاکہ ان کے لیے شہادت کا اختتام اشرف المعارک ”معرکہ طوفان الاقصیٰ“ میں ہو جہاں ہماری عوام اور امت کے آزاد لوگ اقصیٰ اور مقدسات کے دفاع میں لڑ رہے ہیں۔

قائد ہنیہ کے خلاف تہران کے دارالحکومت میں مجرمانہ قاتلانہ حملہ ایک اہم اور خطرناک واقعہ ہے، جو معرکے کو نئی جہتوں میں لے جاتا ہے اور اس کا بڑا اثر خطے پر پڑے گا، اور دشمن نے مختلف مقامات میں مزاحمت کے قائدین کو قتل کر کے اور خطے کے ممالک کی خود مختاری کی خلاف ورزی کر کے غلط اندازہ لگایا ہے، اور اندھا جنونی نیتن یاہو اپنی ریاست کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے اور فلسطین کی سرزمین سے اپنے زوال کو آواز دے رہا ہے۔

صہیونی بدمعاشی کے رکنے کا وقت آ گیا ہے، اور اس بے قابو دشمن کو لگام ڈالنے کا وقت آ گیا ہے، اور اس کا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے جو یہاں وہاں کھیل رہا ہے تاکہ اسے اور حملوں سے روکا جا سکے۔ مختلف مقامات پر دشمن کے مسلسل جرائم خطے کی تمام ریاستوں اور عوام کے لیے خطرے کی گھنٹی بجا رہے ہیں، اور سب کو فلسطین میں مزاحمت کی حمایت اور مدد کے لیے حوصلہ افزائی کا سبب بننا چاہیے کیونکہ یہ امت کے دفاع کی پہلی لائن ہے، اسی لیے دشمن اسے توڑنے اور تسلیم کروانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ وہ امت کے عوام اور ریاستوں پر بڑا حملہ کرنے میں آزاد ہو سکے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 97 پر)

گیارہ ستمبر کے حملے...... حقائق و واقعات

شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ (استفادہ: عارف ابوزید)

یہ تحریر شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "عمليات ١١ سبتمبر: بين الحقيقة والتشكيك" سے استفادہ ہے، جو ادارہ السحاب کی طرف سے شائع ہوئی۔ باتیں مصنفِ کتاب کی ہیں، زبان کاتبِ تحریر کی ہے۔ کتاب اس لحاظ سے اہمیت سے خالی نہیں کہ اس میں گیارہ ستمبر کے حملوں کے حوالے سے فرسٹ ہینڈ انفارمیشن ہے، کیونکہ اس کے مصنف خود ان واقعات کے منصوبہ سازوں میں سے ہیں۔ شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفقاء اور تنظیم القاعدہ کے مؤسسین میں سے ہیں اور بعداً تنظیم القاعدہ کے عمومی نائب امیر رہے یہاں تک کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے آپ کو محرم ۱۴۴۲ھ میں نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ مجلّے میں کتاب کا انتہائی اختصار سے خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جرمنی سے آنے والے وفود

جرمنی کی حکومت دیگر یورپی حکومتوں کی طرح چاہتی تھی کہ دنیا کے بہترین دماغوں کو اپنی طرف کھینچے۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ان ممالک نے عربی و اسلامی ممالک کے قابل نوجوانوں کو تعلیم کے مفت مواقع فراہم کیے۔ پھر جو نوجوان وہیں قیام کرنے کو ترجیح دیتے تو وہاں کے کارخانے، کمپنیاں اور تعلیمی مراکز انھیں ایسی خطیر تنخواہیں فراہم کرتیں جو ان کے لیے اپنے ملکوں میں محض خواب و خیال ہوتا تھا۔ بہت سے نوجوان تو وہاں شادی کرنے کو بھی ترجیح دیتے تاکہ اس کے ذریعے وہ وہاں کی شہریت حاصل کر لیں۔

ایسے بعض بھائی جہادی محاذوں کی طرف بھی آئے جہاں انھوں نے سیکھا بھی، سکھایا بھی اور جہادی کاموں کو منظم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پر میں یہاں چند وہ نام ذکر کر دیتا ہوں جو جہادِ روس کے دوران تنظیم القاعدۃ سے وابستہ ہوئے۔ انجینیر ابو عطا تیونسی امریکہ سے آئے تھے، ابو تراب اللیبی امریکہ یا کینیڈا سے آئے تھے، ابو حمزہ لیبی امریکہ سے آئے تھے، انجینیر ابو عبیدہ موریتانی جرمنی سے آئے تھے، انجینئر ابو تراب اردنی امریکہ سے آئے تھے۔ میں یہاں اس بات کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا، بلکہ چاہتا ہوں کہ واپس ان چند بہترین نوجوانوں پر بات کروں جو جرمنی سے آئے اور انھیں گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں میں امریکی اہداف کو نشانہ بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

دراصل شیشان کے واقعات اور شیشان کے مسلمانوں پر روس کے مظالم جرمنی کے مسلمان نوجوانوں کی توجہ کا خاص مرکز تھے۔ خاص طور پر اس زمانے میں 'جحيم الروس' نامی ویڈیو وہاں کے مسلم نوجوانوں کی شیشان کی طرف نفیر کا محرک تھی، جس میں عرب نوجوانوں کے، اپنے برادر مجاہد قائد خطاب رحمہ اللہ کی قیادت میں، بہادری کے کارنامے دکھائے گئے تھے۔ جرمنی میں بعض بھائی تھے جو نوجوانوں کو جہاد پر تحریض دلاتے تھے، ان میں سے ****** بھائی[1] بہت مشہور تھے جنھوں نے نوجوانوں کو شیشان کے مجاہدین سے جوڑنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اسی طرح الجماعۃ الإسلامیۃ مصر کے ****** مصری بھائی تھے جو مذکورہ ویڈیو کی کاپیاں کر کے نوجوانوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

اس زمانے میں ایک بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ جارجیا اور آذربائیجان کی حکومتوں نے مجاہدین کے راستے تنگ کر دیے، جس کے سبب داخلِ شیشان میں مجاہدین کے لیے حالات تنگ ہو گئے۔ یوں جرمنی سے نوجوانوں کا شیشان کی طرف جانا مشکل تر ہو گیا۔ اس وقت قائد خطاب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اعلانیہ بیان میں کہا کہ نوجوانوں کو شیشانی مجاہدین کی صف میں شامل ہونے سے قبل ضروری ہے کہ وہ تربیت کے لیے افغانستان کا رخ کریں۔ اس کام کی نگرانی کے لیے قائد خطاب نے اپنے بعض بھائیوں کو بھی افغانستان بھیجا جن میں ضحاک یمنی اور جنرل قدوری شامل تھے۔ تنظیم القاعدہ نے اپنے معسکرات کے دروازے ایسے نوجوانوں کے لیے کھول دیے اور مذکورہ دونوں بھائیوں کے اشتراکِ عمل سے ان نوجوانوں کی تربیت کا عمل شروع ہو گیا۔ اسی طرح بعض امور کے انتظام و انصرام کے لیے باقاعدہ مجاہد قائد خطاب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نائب حکیم مدنی جلال آباد میں ہم سے آ کر ملے۔

****** بھائی کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جرمنی سے اوّل اوّل آنے والے بھائیوں میں ابو ولید موریتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انتہائی عابد و زاہد، ہر مجلس میں اللہ کی طرف بلانے والے تھے۔ بھائیوں میں مشہور تھا کہ جرمنی میں ان سے زیادہ غضِ بصر کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ آپ تربیت حاصل کرنے کے لیے القاعدہ کے معسکرات میں آئے تاکہ اس کے بعد شیشانی بھائیوں سے جا ملیں۔ دورانِ تربیت آپ نے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے دروس سنے جن میں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ امریکہ کو نشانہ بنانے کی اہمیت بیان کرتے تھے۔ ابو الولید بھائی اس دعوت سے متاثر ہوئے اور آپ نے افغانستان میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔ بنیادی تربیت کے بعد آپ

---

[1] شیخ ابو محمد رحمہ اللہ کی نشر شدہ کتاب میں ان بھائیوں کے نام حذف کیے گئے، غالباً اس کا سبب یہ ہو گا کہ یہ بھائی بقیدِ حیات ہوں گے اور قوی خدشہ ہے کہ ان کے نام کے ذکر سے یہ بھائی دشمنانِ اسلام کی طرف سے اذیت کا نشانہ بنائے جائیں۔ (کاتب)

تنظیم سے جڑ گئے اور شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، یہاں تک کہ آپ تنظیم کے معسکرات کے بنیادی اساتذہ میں شامل ہو گئے۔

آپ افغانستان پر امریکی حملے تک یہیں تنظیم کے کاموں میں مشغول رہے۔ سقوط کے بعد آپ وزیرستان کی طرف منتقل ہو گئے جہاں آپ نے پشتو زبان پر اچھا عبور حاصل کر لیا۔ اس کی مدد سے آپ نے پاکستانی مجاہدین کے کئی مجموعات کو تربیت دی جن میں ان کے بعض قائدین بھی شامل تھے۔ اسی طرح آپ نے افغان طالبان کے مجموعات کو بھی تربیت دی جن میں ان کے بعض بڑے کمانڈرز بھی شامل تھے۔ آپ افغانستان میں کئی جنگوں میں بھی شریک ہوئے۔ آپ اسی طرح جہادی خدمات کی انجام دہی میں مصروف تھے کہ شہادت پا کر اپنے رب سے جا ملے۔ نحسبه كذلك والله حسيبه۔ ادارہ السحاب کے پاس آپ کی شہادت کے لمحے کا کلپ موجود ہے جس میں آپ شہادت سے پہلے کلمہ شہادت ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ والموفق من وفقه الله!

۱۹۹۹ء میں ****** مصری بھائی محمد عطا، زیاد الجراح اور مروان الشحی سے ملے اور انھیں جحیم الروس نامی ویڈیو دی۔ یہ بھائی متدین نوجوانوں میں سے تھے جو جرمنی کے شہر ہمبرگ میں موجود اسلامی مراکز میں اکثر جایا کرتے تھے۔ انھی مراکز میں رمزی بن الشیبہ یمنی بھی جایا کرتے تھے اور ان سب میں آپس میں گہرا تعلق تھا، کیونکہ یہ سب ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ یہ سب آپس میں امت مسلمہ کے معاملات پر بات کرتے تھے اور جہاد سے متاثر تھے، مگر انھیں ابھی تک کوئی ایسا فرد نہیں ملا تھا جو ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں جہادی میدانوں میں پہنچا دے۔ بس اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جب ****** بھائی نے انھیں ویڈیو تھمائی۔ پھر ان بھائیوں نے ان بھائی سے رابطہ کیا اور بتایا کہ وہ جہاد کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ اس پر ****** بھائی نے انھیں ایک دوسرے بھائی کے ساتھ منسلک کر دیا جس نے انھیں جانے کا راستہ اور معسکرات سے جڑنے کا طریقہ بتایا۔ اس کام کے لیے انھیں پاکستانی ویزہ لینے کی ضرورت تھی، جس کے سلسلے میں وہ سیف عمر عبد الرحمن [۲] سے ملے۔ اور پھر انھوں نے ہی ان کے سفر کے تمام معاملات کو انجام دیا۔

میں یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ ****** بھائی کا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں تھا، سوائے اس کے کہ ان کے ایک ہم زلف تنظیم کے ساتھ وابستہ تھے۔ یہ بھائی تو صرف جہادِ شیشان کے لیے تحریض دیا کرتے تھے۔ انھیں گیارہ ستمبر کے حملوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، بلکہ جس طرح لاکھوں مجاہدین کو حملوں کے وقوع کے بعد ان کے بارے میں معلوم ہوا تو ان بھائی کا بھی یہی معاملہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود امریکہ نے انھیں پکڑا، اور بدنام زمانہ گوانتانامو کے جیل خانے میں سالہا سال قید رکھا۔ یہی حال اکثر قیدیوں کا ہے جنھیں امریکہ نے اپنے ناکام انٹیلی جنس اداروں کی جھوٹی برتری ظاہر کرنے کے لیے گرفتار کیا۔

ان تینوں بھائیوں کے کراچی میں تنظیم کے مہمان خانے میں پہنچنے کے فوراً بعد انھیں کوئٹہ بھیجا گیا جہاں سے آگے وہ افغانستان داخل ہوئے۔ افغانستان داخلے کے لیے بعض مقامی رہبروں کی مدد لی گئی جو پیسوں کے بدلے میں کام کرتے تھے۔

جیسے ہی یہ تینوں بھائی قندھار میں تنظیم کے مہمان خانے میں پہنچے تو انھیں باقی بھائیوں سے الگ کر لیا گیا جو تربیت کے لیے جا رہے تھے، اور انھیں ایک خاص مہمان خانے میں منتقل کر دیا گیا۔ کیونکہ تنظیم کی قیادت نے اپنی فراست سے محسوس کر لیا کہ یہ افراد اس بڑے کام کی اہلیت رکھتے ہیں جس کا ارادہ تنظیم نے کر رکھا تھا۔ پھر تنظیم کے عسکری مسئول اور شیخ اسامہ کے نائب شیخ ابو حفص کماندان (محمد عاطف) ان بھائیوں سے ملے۔ ان بھائیوں کے ساتھ صہیونی اسرائیلی ریاست کے ساتھ امریکہ کی مدد و تعاون پر بات کی، مسلم خطوں کی غلام حکومتوں کے ساتھ امریکہ کی مدد پر بات کی، اور بتایا کہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ امریکی مفادات پر حملے کیے جائیں۔ جس کی ایک کڑی افریقہ میں امریکی سفارت خانوں پر حملہ تھا۔ شیخ عاطف نے ان بھائیوں کی باتیں بھی سنیں جس سے انھیں اندازہ ہوا کہ یہ بھائی دین میں تصلب اور حالات کا گہرا فہم رکھتے ہیں۔ تنظیم کی قیادت کی ملاقاتوں سے انھیں معلوم ہوا کہ یہ بھائی جرمنی میں رہتے ہوئے بھی طویل عرصے سے دین پر کاربند تھے۔ اس کے بعد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ خود ان بھائیوں سے ملے اور ان کے ساتھ امریکی مفادات کو نشانہ بنانے کی ضرورت پر بات کی، اور ان بھائیوں کو ترغیب دی کہ وہ امریکی مفادات کو نشانہ بنانے کے ہمارے منصوبے میں شامل ہو جائیں، اور شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ یہ بھائی کام کے لیے تیار ہیں۔ ان بھائیوں کو آئے ابھی دس دن ہی گزرے تھے کہ انھوں نے تنظیم کی بیعت کر لی اور تنظیم کے باضابطہ ارکان بن گئے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے یہ عہد لینے کے بعد کہ کام کی رازداری رکھیں گے، انھیں واپس جرمنی جانے اور یورپی اداروں میں ہوابازی کی تربیت حاصل کرنے کے لیے کہا۔ اسے ان بھائیوں نے جوش و جذبے سے قبول کر لیا، اور واپسی کی تیاری کرنے لگے۔

ان تینوں بھائیوں کے افغانستان پہنچنے کے دو ہفتے بعد رمزی بن الشیبہ بھی قندھار میں موجود تھے تاکہ تربیت کے لیے معسکرات کی طرف چلے جائیں۔ اتفاقاً ان تینوں کی ان سے ملاقات ہو گئی۔ ان تینوں نے انھیں اپنی تنظیم سے بیعت کا بتایا اور انھیں بھی ترغیب دی کہ وہ تنظیم کی

[۲] یہ شیخ عمر عبد الرحمن مصری رحمہ اللہ کے بیٹے تھے۔ روس کے خلاف جہاد میں شرکت کے لیے اپنے بڑے بھائی اسد عمر عبد الرحمن کے ساتھ افغانستان آئے۔ آپ نے وزیرستان میں امریکی ڈرون حملے میں شہادت پائی، نحسبه كذلك والله حسيبه۔

بیعت کر لیں اور امریکہ کے خلاف تنظیم کے کام میں شریک ہو جائیں۔ ان بھائیوں کا باہمی اعتماد تھا کہ رمزی بن الشیبہ نے بھی تنظیم کی بیعت کر لی اور اس مجموعے کا حصہ بن گئے، تا کہ وہ بھی آئندہ ہونے والے حملے میں ایک ہوا باز کے طور پر شریک ہو سکیں۔

رمزی بن الشیبہ کے قندھار پہنچنے کے ایک ہفتے بعد جرمنی سے اسی گروپ کے دو مزید بھائی بھی آ پہنچے۔ لیکن انھیں تنظیم کے اندر اعلامی کام کو منظم کرنے کی ذمہ داری دی گئی، اور اللہ کے فضل سے اور یورپ سے آنے والے بعض بھائیوں کی مدد سے یہ بھائی جماعت کے اعلامی کام کو منظم کرنے اور اس میں جدت لانے میں کامیاب ہوئے۔ میں یہ باتیں محض اس لیے نہیں ذکر کر رہا کہ بس واقعات بیان کروں، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ امتِ مسلمہ کے نوجوانوں سے کہوں کہ تمہارے پاس وہ طاقت ہے جو تاریخ کا دھارا بدل سکتی ہے۔ یہ چند بھائی تھے جنھوں نے اللہ کے فضل سے معاصر جہاد کی تاریخ کا نیا رخ متعین کیا، اور دشمن کو ایسا سبق سکھانے میں کامیاب ہوئے جسے وہ کبھی نہیں بھولے گا، اور امریکہ پر خود اس کے ملک میں حملہ کرنے میں کامیاب ہوئے، اور اس کی سب سے بڑی اقتصادی و عسکری علامتوں کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔ یہاں تک کہ امریکیوں نے خود کہا کہ **گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء ایک ایسے حادثے کا دن تھا جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں**۔ پس امت کے لیے ممکن ہے کہ وہ گیارہ ستمبر جیسے حملے بار بار دہرائے، نہ صرف امریکہ کے اندر، بلکہ خود ہمارے مقدسات پر قابض صہیونی ریاست کے اندر بھی۔[3]

میں یہ باتیں محض اس لیے نہیں ذکر کر رہا کہ بس واقعات بیان کروں، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ امتِ مسلمہ کے نوجوانوں سے کہوں کہ تمہارے پاس وہ طاقت ہے جو تاریخ کا دھارا بدل سکتی ہے۔ یہ چند بھائی تھے جنھوں نے اللہ کے فضل سے معاصر جہاد کی تاریخ کا نیا رخ متعین کیا، اور دشمن کو ایسا سبق سکھانے میں کامیاب ہوئے جسے وہ کبھی نہیں بھولے گا۔

چاروں بھائیوں نے واپسی کی تیاری شروع کر دی، تا کہ وہ واپس جا کر ہوا بازی سیکھنے کے کسی ادارے میں داخلہ لے سکیں، اور ہر ایک شخص نے ۵۰۰۰ ڈالر ساتھ لے لیے تا کہ واپس پہنچنے پر اپنے کاموں کو انجام دے سکیں۔ اسی طرح آئندہ کی ضروریات کے لیے محفوظ طریقے سے پیسوں کی منتقلی کے طریق کار پر بھی اتفاق ہوا۔ یوں چاروں بھائیوں نے سفر شروع کر دیا، بعد اس کے کہ رمزی بن الشیبہ نے اصرار کیا کہ وہ اس کام میں ایک ہوا باز اور استشہادی کے طور پر شامل ہوں گے۔ مروان الشحی امارات کی طرف گئے، تاہم وہ اپنے ساتھ کوئی رقم نہیں لے گئے کیونکہ انھوں نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ اللہ کے فضل سے مالی طور پر مضبوط ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ اپنی جان اور مال دونوں کے ساتھ جہاد کریں۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ جس وقت یہ بھائی یہاں پہنچے تھے تو اس وقت نواف الحازمی نے اپنی تربیت پوری کر لی تھی اور وہ افغانستان سے باہر نکل رہے تھے، تا کہ اپنا پاسپورٹ بدل کر امریکہ کا ویزہ لیں تا کہ وہاں ہوا بازی سیکھنے کے لیے جا سکیں۔ وہ جب افغانستان سے نکلے تو ان کی ملاقات پاکستان میں تنظیم کے مہمان خانے میں بعض بھائیوں سے ہوئی جو بعد میں اس مبارک حملے میں شریک ہوئے، اور وہ تھے غامدی برادران۔ جرمنی سے آنے والے بھائیوں پر مزید بات کرنے سے قبل میں یہاں رک کر دونوں ابطال نواف الحازمی اور خالد المحضار پر مختصر بات کروں گا۔

خالد المحضار اور نواف الحازمی[4]

جنوری ۲۰۰۰ء کے آخر میں خالد اور نواف دونوں نے قیادت کی رہنمائی اور خالد شیخ کی مشاورت سے ارضِ معرکہ امریکہ میں لاس اینجلس (Los Angeles) کے شہر میں قدم رکھے۔ تاہم ابھی انھیں حملے کے لیے مطلوبہ حالت تک پہنچنے میں کافی سفر کاٹنا تھا۔ ایک تو ان کی انگریزی زبان سے شناسائی بہت کمزور تھی، اور دوسرا ان کے پاس یورپی ممالک کے سفر اور وہاں رہنے کا تجربہ نہیں تھا۔ ہاں، ایک بات جو ان میں تھی، وہ امریکہ پر حملے کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کا عزم مصمم تھا۔ ان دونوں کا انتخاب اس وقت ہوا تھا جب ابھی جرمنی سے بھائیوں کا وفد نہیں پہنچا تھا۔

خالد شیخ محمد نے انھیں سمجھایا کہ وہ ایک عام دنیا دار انسان کی طرح وہاں زندگی گزارنے کی کوشش کریں جو پڑھائی کے لیے امریکہ آیا ہو۔ ابتدائی دنوں میں ہی لاس اینجلس میں مقیم چند عرب بھائیوں سے ان کی جان پہچان ہوئی تو ان کی مدد سے انھوں نے ایک تعلیمی ادارے میں انگریزی زبان سیکھنے کے لیے داخلہ لے لیا۔ امریکی میڈیا نے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ لاس اینجلس کی مسجد الملک فہد کے امام فہد ثمیری نے، جو سعودی کونسل خانے سے وابستہ سفارتکار

[3] اللہ تعالیٰ شیخ ابو محمد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، وہ آج زندہ ہوتے تو دیکھ لیتے کہ امت کے بیٹوں نے سات اکتوبر ۲۰۲۳ء کو یہ کر دکھایا، اور صہیونی ریاست کے اندر ان پر ایسی ضرب لگائی جو ایک طوفان تھا، جو اب اُس وقت تک نہیں تھمے گا جب تک صہیونی ریاست اور اس کی پشت پناہ صہیونی صلیبی امریکہ اس طوفان کی زد میں آ کر تباہ نہ ہو جائیں اور ہماری اقصیٰ اور دیگر مقدسات آزاد نہ ہو جائیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز! (کاتب)

[4] یاد رہے کہ یہ دونوں وہ بھائی ہیں جو سب سے پہلے اس مبارک حملے کے لیے منتخب کیے گئے۔

بھی تھا، ان دونوں بھائیوں کی مدد کی اور انھیں داخلہ دلوانے میں کردار ادا کیا۔ امریکی میڈیا کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کرے کہ القاعدہ کے ان حملوں میں سعودی حکومت کا بھی کردار ہے۔ حالانکہ طویل تحقیقات کے بعد خود امریکہ نے تسلیم کر لیا کہ القاعدہ اور سعودی حکومت کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔ کانگریس کی رپورٹ میں واضح کہا گیا کہ **تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ فہد الثمیری نے ان دونوں بھائیوں کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہیں کیا۔**

یہ دونوں بھائی اپنے منصوبے پر عمل پیرا رہے، یہاں تک کہ خالد شیخ محمد نے ان سے کہا کہ ان کے لیے زیادہ مفید یہ ہے کہ یہ امریکی شہر سان ڈیاگو (San Diego) چلے جائیں۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی وہاں چلے گئے، اور وہاں انھیں عرب کمیونٹی سے وابستہ بعض اچھے دوست مل گئے، جنھوں نے ان کے تعلیمی سفر کے جاری رکھنے میں مدد دی۔ تاہم کچھ عرصے کی محنت سے ان دونوں بھائیوں نے یہ اندازہ کیا کہ انگریزی زبان پر عبور حاصل کرنا اور اس کے بعد ہوابازی سیکھنے کا کام ان دونوں کی استطاعت سے باہر ہے۔ ہاں! اس عرصے میں ان دونوں بھائیوں کا امریکہ پر استشہادی حملہ کرنے کا عزم مزید پختہ ہو گیا، کیونکہ انھوں نے امریکیوں کے مظالم کو خوب جان لیا۔ خالد شیخ محمد اس عرصے میں ان کی رہنمائی کرتے رہے اور انھیں ہدایات بھیجتے رہے، لیکن وہ بھی بالآخر اس نتیجے پر پہنچ گئے جس پر یہ دونوں بھائی پہنچے تھے۔

دریں اثناء خالد المحضار کے یہاں بیٹی ہوئی تو انہوں نے واپس اپنے گھر کی طرف چکر لگانے کا ارادہ کیا۔ لیکن خالد شیخ محمد اس کی اجازت دینے میں اس لیے متردد تھے کہ اس طرح نواف اکیلے رہ جائیں گے۔ لیکن نواف نے انھیں بتایا کہ اس عرصے میں انہیں سان ڈیاگو میں اچھے دوست مل گئے ہیں۔ یہ جان کر خالد شیخ محمد کا نواف کے بارے میں تنہائی کا احساس کم ہو گیا۔

اسی طرح خالد شیخ محمد نے انھیں اطلاع دی کہ وہ عنقریب ایک نئے دوست کو ان کی طرف بھیجیں گے، اور وہ نئے دوست تھے ہوا باز ھانی حنجور۔ یوں یہ بھائی عام شہری کی طرح وہاں وقت گزارتے رہے، جس سے کسی کو بھنک تک نہیں پڑی کہ یہ بھائی کس کام کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اور یہ اپنے آپ کو چھپانے کا سب سے بہترین طریقہ ہے۔

جرمنی سے آنے والے نوجوانوں پر اس قدر جلد اعتماد کیسے کر لیا گیا؟

اب دوبارہ سے جرمنی سے آنے والے وفد پر بات کرتے ہیں۔ بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ تنظیم کی قیادت اور جہاد میں نئے آنے والے بھائیوں کے درمیان اس قدر جلد اعتماد کیسے قائم ہو گیا؟ جواب میں کہوں گا کہ اول و آخر فضل تو اللہ تعالیٰ کا ہی ہے، پھر اس کے بعد قیادت کی فراست تھی کہ انھیں ان بھائیوں میں مطلوبہ اہلیت نظر آئی۔ اسی طرح ان بھائیوں کا ایک زمانے سے جرمنی میں رہتے ہوئے اسلام پر کاربند رہنا، اور معتمد افراد کے تزکیہ (یعنی ضمانت) کے ساتھ ہمارے پاس آنا بھی ایک سبب تھا۔ پھر جب ان سے ملاقاتیں ہوئیں تو معلوم ہوا کہ ان بھائیوں کو امت کی حالت کا بھی پورا ادراک ہے۔ ان چیزوں سے قیادت کا ان بھائیوں پر اعتماد قائم ہو گیا۔ اب محض ایک بات باقی تھی اور وہ ان کے سامنے استشہادی حملہ کرنے کی تجویز پیش کرنا، جو جیسے ہی ان کے سامنے پیش کی گئی، انھوں نے جوش و جذبہ سے قبول کر لی۔

تینوں بھائیوں کا جرمنی واپس جانے کے بعد پہلا کام یہ تھا کہ وہ اپنے پاسپورٹ نئے بنوائیں، تاکہ سابقہ پاسپورٹ جس پر پاکستان کا ویزہ لگا ہوا تھا، اس سے جان چھڑا لی جائے۔ الحمد للہ، تینوں بھائی اس کام میں کامیاب ہو گئے۔ پھر تینوں ہوابازی سیکھنے کے لیے مناسب ملک کی تلاش میں لگ گئے اور سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ امریکہ سے بہتر کوئی ملک نہیں ہے جہاں ہوابازی سیکھی جائے، کیونکہ وہاں آسانی سے داخلہ مل جاتا ہے۔ بس مروان الشحی نے امریکی ویزہ کے لیے درخواست دی تو انہیں جنوری ۲۰۰۰ء میں ویزہ مل گیا، جبکہ محمد عطا اور زیاد کو مئی میں ویزہ ملا۔ رمزی بن الشیبہ کو کوشش کے باوجود امریکی ویزہ نہیں مل سکا۔

یوں جون ۲۰۰۰ء میں تینوں بھائی امریکہ میں ہوابازی سیکھنے والے اداروں میں پہنچ چکے تھے۔ خالد اور نواف کے برعکس یہ تینوں بھائی انگریزی زبان پر بھی اچھا عبور رکھتے تھے اور یورپی ممالک میں رہنے کا تجربہ بھی ان کے پاس تھا۔ لہٰذا ان تینوں کو کسی قسم کی کوئی دقت نہیں ہوئی، اور یہ تینوں الگ الگ اداروں میں ہوابازی سیکھنے لگے۔ انھوں نے داخلہ لینے کے بعد اپنے ویزہ کو سیاحتی ویزہ سے ہٹا کر تعلیمی ویزہ کر لیا۔ البتہ رمزی بن الشیبہ نے کئی بار کوشش کی مگر انھیں امریکی ویزہ نہیں مل سکا، چنانچہ انھیں باقی تینوں بھائیوں کے ساتھ معاملات کے سلسلے میں خالد شیخ محمد کے ساتھ معاون کے طور پر ذمہ داری سونپ دی گئی۔

اس سارے عرصے میں خالد شیخ محمد ان بھائیوں کے معاملات دیکھتے رہے، اور ان بھائیوں کو امریکہ تک پیسوں کی ترسیل کا کام انجام دیتے رہے۔ خالد شیخ محمد کے سامنے یہ چیلنج تھا کہ کس طرح محفوظ انداز میں یہ رقم امریکہ پہنچ جائے اور خفیہ اداروں کو علم بھی نہ ہو۔ الحمد للہ، خالد شیخ محمد اس کام میں کامیاب ہوئے اور آپ نے دبئی[۵] اور دیگر ممالک سے ایک لاکھ ڈالر امریکہ میں ان بھائیوں کو پہنچائے، جنھیں ان بھائیوں نے اپنی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے میں خرچ کیا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

[۵] دبئی اگرچہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، مگر تجارتی شہر ہونے کی وجہ سے وہاں پیسے پہنچانا یا وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا ایک عام بات ہے۔ خالد شیخ محمد نے اس نکتے سے فائدہ اٹھایا اور وہاں موجود اپنے ایک معتمد آدمی کے ذریعے وہاں سے امریکہ پیسوں کی ترسیل کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ خالد شیخ محمد گیارہ ستمبر کے حملوں کے بنیادی محرک تھے۔

مدرسہ و مبارزہ

مدارس اور دینی جدوجہد کی تحریک

مولوی عبد الہادی مجاہد

زیرِ نظر تحریر افغانستان سے تعلق رکھنے والے عالم، داعی اور فکری جنگ پر دقیق نظر رکھنے والے مفکر فضیلۃ الشیخ مولوی عبد الہادی مجاہد (دامت برکاتہم) کی پشتو تصنیف 'مدرسه او مبارزه' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر افغانستان میں مدارس اور دینی تعلیم کے نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے، لیکن کتاب میں بیان کی گئی امت مسلمہ کی حالت اور اس حوالے سے جو مطالبہ ایک افغان عالم اور مدرسے سے کیا گیا ہے وہ در حقیقت باقی عالمِ اسلام کے علماء اور مدارس سے زیادہ مطلوب ہے۔ اس لیے کہ افغانستان میں تو آج ایک شرعی و اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہے جبکہ باقی عالمِ اسلام اس سے کہیں پیچھے ہے۔ اس کتاب کے اصل مخاطبین علماء و طلبہ ہیں جن کی تاریخ بالا کوٹ، شاملی، صادق پور اور دیوبند کے پہاڑوں، دروں، میدانوں اور مساجد و مدارس کے در و دیوار پر نوشتہ ہے! ومن الله التوفيق! (ادارہ)

دیباچہ

الحمد لله رب العالمين القائل: يريدون ليطفئوا نور الله بأفواهم ويأبى الله إلا أن يتم نوره ولو كره الكافرون. والصلوك والسلام على أشرف الأنبياء و إمام المرسلين القائل: من دعا إلى هدى، كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا. وعلى آله و أصحابه الهداية المهديين الذين أناروا الدنيا بنور الدين و اليقين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اس کتاب کو لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

افغانستان کی تاریخ میں پہلی بار ایک ایسی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے جو عالمی استعمار کے خلاف مجاہدین کی عسکری اور سیاسی کامیابی کا نتیجہ ہے، اس تحریک کی باگ ڈور اوّل روز تا ہنوز علمائے کرام کے ہاتھوں میں ہے، جو اب اسلامی دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ سیاست، عسکریت، ثقافت، قانون اور اجتماعی و معنوی اقدار میں واضح فرق رکھتی ہے۔

اس موجودہ اسلامی نظام کے استحکام اور دوام کے لیے علمائے کرام کی ایک ایسی نسل تیار کرنے کی ضرورت ہے، جو ایک طرف نظام چلانے، اس کی حفاظت کرنے کے قابل اور علمی فوقیت کی حامل ہو، تو دوسری طرف اس نظام کو درپیش علاقائی و عالمی خطروں اور چیلنجز کا ادراک کر کے اس کا مقابلہ کر سکے۔

افغانستان کے اندر گزشتہ سو سال سے مغربی افکار نے فلسفیانہ طور پر لوگوں کے ذہنوں، حکومتی قوانین، تعلیمی نصاب اور ثقافتی اقدار میں جگہ بنالی ہے۔ مغربی افکار اور نظریات کے زہریلی اثر کے نتیجے میں یہاں ایسی نسل تیار ہوئی جو بنیادی طور پر دین اور دینی اقدار سے بیزار ہو گئی یا ان کا دینی اعتقاد اس قدر کمزور ہوا کہ ہر مخالف افکار کی لہر انہیں اپنے ساتھ بہالے گئی۔

ع چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

اور پھر اسی فکری انحراف کے نتیجے میں ان کو سعادت اور نجات اسلام میں نہیں بلکہ دیگر چیزوں میں نظر آتی ہے، اور یوں اپنے دین اور اپنے ہی لوگوں کے خلاف جنگ کے لیے مخالف کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں۔

اس نسل کی اسلام مخالف افکار پر تربیت ہوئی اور یہ ان افکار سے اتنی متاثر ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام پر ان کا سرے سے بھروسہ ہی نہیں کہ اسلام ہر دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ، مسلمانوں کے فکری، قانونی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی، اجتماعی، عسکری اور اقتصادی حالات کو منظم کرنے کے لیے اپنے قوانین اور تعلیمات کا حامل ہے۔ تبھی تو یہ طبقہ ہمیشہ سے اس جستجو میں ہے کہ ان تمام میدانوں میں درپیش مشکلات کے حل کے لیے مشرقی یا مغربی کفری نظاموں، افکار اور قوانین کو درآمد کرے، پھر یہ شب و روز اسی کا پرچار کرتے ہیں، اور اسلامی سرزمینوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہونے کے بعد ان چیزوں کو بزور آتش و آہن اور بذریعۂ ظلم و استبداد تمام عوام اور ریاست پر لاگو کرتے ہیں۔

افغانستان کے اندر غیر اسلامی افکار کی ترویج کرنے والے اپنے افکار کی ترویج کے لیے تمام مواقع اور مہیا وسائل کو بروئے کار لائے، فکری حلقاتِ درس بنائے، کتابوں کی نشر و اشاعت کی، اسلام مخالف فکری ادبیات کو علمی حلقات میں در لائے، نشریاتی ادارے تشکیل دیے، نصاب مرتب کیے، پارٹیاں بنائیں، افکار کو سیاسی قوت ملنے کی بدولت حکومتیں قائم کیں، اور تعلیم یافتہ طبقے کو اسلامی حاکمیت یعنی اسلام کے سیاسی غلبہ کا راستہ روکنے کے لیے مختلف ناموں سے منسوب کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ بغاوتوں اور غیروں سے عسکری مدد مانگنے کے نتیجے میں لاکھوں انسانوں کا قتل عام، قید و بند، معذوری اور بے سر و سامانی کے حالات پیش آئے۔

افغانستان کے اندر مغربی و اشتراکی افکار کے حاملین مختلف طریقوں سے اپنے پردیسی حامیوں کے ساتھ مکمل رابطے میں رہے، انہوں نے ہر دور کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے نظریات اور منصوبوں کی تشکیل نو کی، ان کی ہمیشہ کوشش رہی کہ عوام کے ایک طبقے کو اپنے نظریات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ان کو الگ الگ دھڑوں کی صورت میں اپنے ساتھ مربوط رکھیں۔

افغانستان کے اندر غیر اسلامی افکار کے حاملین چاہے وہ اشتراکیت پسند ہوں، ملحد ہوں یا قوم پرست، انہوں نے ایک طرف اپنے افکار کو معقول فلسفے اور ترقی کے راز کے طور پر لوگوں میں یوں متعارف کروایا کہ جیسے ان کے افکار اور نظام لوگوں کو سعادت کی زندگی بخشتے ہیں، جبکہ دوسری جانب اسلام اور اسلامی حاکمیت کے حوالے سے لوگوں کو غلط اور تحریف شدہ فکر دی تاکہ آنے والی نسلوں کو اسلامی فکر اور نظام سے بیزار کر سکیں۔

مغربی اور اشتراکی افکار کے حاملین نے ایک جانب انسانیت کا خون کیا، تو دوسری جانب اپنے افکار کی وسعت اور ذہن سازی کے ذریعے لوگوں کی کثیر تعداد کو ہمنوا بنا کر امتِ مسلمہ کے خلاف انہیں لڑوایا، پھر یہی لوگ تھے جو عالم، منبر و محراب، مسجد و مدرسے، شیخ، خانقاہ، پیر اور ہر دینی جہت کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ نہ صرف دیندار طبقے کے خلاف فکری لحاظ سے صف آرا ہوئے بلکہ انہوں نے عملی طور پر بے رحمانہ دشمنی بھی اپنائی، دینی طبقے پر بمباری، قتل و غارت، قید و بند، جلاوطنی اور بے حرمتی کے بھیانک مظالم ڈھائے، اور جب ان سے عاجز ہوئے تو دینی طبقے کو مٹانے کے لیے غیر ملکی افواج منگوا کر اپنے عوام، دین اسلام اور عقائد اسلام کے خلاف حملہ آوروں کے ساتھ مل کر جنگی صف میں نبرد آزما ہوئے۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے عوام کے ایک طبقے نے آخر کیوں غیر اسلامی افکار کو قبول کیا؟

یہ لوگ غیروں کی صف میں کیوں کھڑے ہوئے؟

آیا ان غیر اسلامی پردیسی افکار کو واقعی اسلام پر فوقیت حاصل تھی جس کی وجہ سے لوگوں نے اسے قبول کیا؟

آیا یہ پردیسی افکار اس حد تک معقول تھے کہ ان کی خاطر انہوں نے اسلامی اعتقادات کو چھوڑ دیا؟

اس سارے مسئلے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ ایک صدی سے ہمارے ہاں مسجد و محراب، مدرسے اور معنوی رہنمائی کرنے والے لوگوں نے معاصر باطل ادیان و افکار کے خلاف علمی اور فکری محاذ پر مطلوبہ مقابلہ کرنے سے بے التفاتی اختیار کی ہے، ہم نے ان کے باطل ادیان و افکار کی رد میں کتابیں نہیں لکھیں، اور نہ ہی ان باطل افکار کے خلاف مؤثر انداز میں آواز اٹھائی، نہ فکری کتب مرتب کیں، نہ تربیتی حلقات کا انعقاد کیا، نہ ان کے نظریات اور فلسفے پر علمی نقد کی، اور نہ ہی ان کے عقائد اور نظریات کا بطلان لوگوں کے سامنے علمی انداز میں بیان کیا۔ جبکہ مغربی اور اشتراکی فکر کے حاملین نے ادھر اپنے نظریات، ترقی، مساوات، ترقی یافتہ دنیا کے ساتھ ہم آہنگ چلنے، ظلم و غربت کے خاتمے اور ایسے بہت سارے مختلف ناموں کے ساتھ لوگوں کے سامنے روشناس کروائے، اور ہماری کوتاہی کی وجہ سے فکری خلا کو انہوں نے اپنے فکری مواد سے بھر دیا۔

افغانستان میں امان اللہ خان کے دور سے لے کر آج تک مغرب پرستی اور اس کے لیے منظم کوششوں کے نتیجے میں سیاست، قوانین، نظام، بین الاقوامی تعلقات اور عسکری روابط اسلامی معیار پر نہیں بلکہ مغربی یا اشتراکی بنیادوں پر استوار کیے گئے۔

افغانستان میں نظاموں کی سیاست اس اسلوب پر چلی کہ دین اور دینی علماء نظام اور معاشرے میں کہیں بھی قیادت حاصل نہ کر سکیں۔ اس صورتحال کے نتیجے میں ایسے حالات سامنے آئے کہ دینی علماء معاشرے کی قیادت سے محروم کر دیے گئے، معاشرے کے برسرِ اقتدار افراد فکری، عقیدوی، سیاسی، عسکری اور ثقافتی لحاظ سے دینی التزام سے دور ہو کر غیروں کے پیچھے چل دیے۔

دینی علمائے کرام جو وارثانِ نبوت تھے (علی صاحبہا الصلوة والسلام) یا تو ہجرت و جلاوطنی پر یا خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیے گئے، یا پھر علمائے کرام نے اسلام کی ایسی تشریح و تعلیم پر اکتفا کر لیا جس کی بدولت نہ تو مسلط باطل طبقوں سے مقابلہ ممکن تھا، اور نہ ہی اس کی بدولت وہ معاشرے میں فکری یا علمی طور پر اثر انداز ہونے کے قابل تھے، اور نہ ہی اس کی بدولت کسی اسلامی انقلاب کے لیے تبدیلی کا راستہ ہموار ہو سکتا تھا۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے فکری میدان میں خلا کی وجہ سے غیر اسلامی فکر کے حاملین نے بھر پور فائدہ اٹھا کر اس خلا کو اپنی فکری ادبیات سے بھر دیا، جس کو عوام کی ایک کثیر تعداد نے قبول کیا اور اسی کی بنیاد پر اپنی فکر سازی کی، اور پھر یہی لوگ اسلامی فکر، مدرسے اور مجاہدین کے خلاف لڑے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل مدرسہ اس میدان میں گہری فکر اور منظم فعالیت کے ساتھ علماء کی آئندہ نسلوں کو فکری مقابلے کی ادبیات خصوصیت کے ساتھ سکھائیں، اور علماء و طلباء کے اندر ایسی صلاحیتیں پیدا کریں جن کی بدولت وہ آج کے انسان کو ان کی زبان میں اسلامی مفاہیم سکھا سکیں، اور یونہی آج کے انسان کے سامنے ان شبہات کا رد پیش کیا جا سکتا ہے جو غیر اسلامی افکار کے حاملین نے ان کے دماغوں میں بٹھائے ہیں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

اکیسویں صدی میں

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر!

(سورۃ العصر کی روشنی میں)

حضرت الأمیر، مولانا عاصم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ

وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کے لازم کردہ تمام فرائض ادا کرتے رہے، اور اللہ تعالیٰ کی تمام نافرمانیوں سے بچتے رہے۔[1]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> اشتروا الآخرة بالدنيا واختاروا رضى المولىٰ على مطالبة النفس والهوىٰ۔[2]

یعنی اعمالِ صالحہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا وار کر آخرت کو خرید لیا جائے، نفس و خواہشات کے مقابلے اللہ کی رضا کو اختیار کر لیا جائے۔

قادیانی اثرات سے پہلے اگرچہ اس بات کو الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ جہاد بھی اعمالِ صالحہ میں شامل ہے، بلکہ اسلام کا ایک اہم محکم فریضہ ہے، جو عام حالات یعنی دنیا بھر میں مسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو کے محفوظ ہونے کی صورت میں فرضِ کفایہ ہے اور دنیا میں کہیں بھی مسلمان کی جان ومال یا عزت و آبرو خطرے میں ہونے کی صورت میں بتدریج فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ **نیز کوئی بھی خطہ جہاں چند گھڑی بھی شریعت نافذ رہی اور پھر اس جگہ سے شریعت کو ختم کر دیا گیا تو اس جگہ دوبارہ شریعت نافذ کرنے کے لیے جہاد کرنا فرضِ عین ہے۔**

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کسی فرض کو چھوڑنا 'گناہِ کبیرہ' اور بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑنے والا 'فاسق' ہے۔

چنانچہ جہاد سمیت وہ تمام اعمال جنہیں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا حکم فرمایا اور جن سے رکنے کا حکم فرمایا، وہ سب اعمالِ صالحہ میں شامل ہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کو قرآن اور ایمان و توحید کی تلقین کرتے رہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> فَالتَّوَاصِي بِالْحَقِّ يَدْخُلُ فِيهِ سَائِرُ الدِّينِ مِنْ عِلْمٍ وَعَمَلٍ۔[3]
>
> "تواصی بالحق (ایک دوسرے کو حق کی تلقین) میں تمام دین داخل ہے، یعنی علم و عمل"۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: الحق سے مراد قرآن ہے، جبکہ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حق سے مراد ایمان و توحید ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

> (مسئلة:) الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجب، من ترك كان من الخاسرين۔[4]
>
> "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے، جس نے اس کو چھوڑا وہ خسارے والوں میں سے ہو گا"۔

چنانچہ ﴿وتواصوا بالحق﴾ کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن کے تمام احکامات و قوانین پر مکمل عمل کرنے کی تلقین کیے بغیر مکمل خسارے سے نہیں بچا جا سکتا۔ کیونکہ کسی معاشرے میں اگر کوئی اچھائی انفرادی سطح پر کی جائے، دوسروں کو اس کی تلقین نہ کی جائے تو یہ اچھائی عام نہیں ہو پاتی بلکہ ایک وقت آتا ہے کہ یہ نیک عمل کرنے والا بھی اسے چھوڑ بیٹھتا ہے اور یہ بھی اسی ماحول کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ نیک عمل کرنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا انسان کو اس عمل پر ثابت قدمی بھی عطا کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس پر لانے کا سبب بنتا ہے۔ تواصوا بالحق کی اس محنت کی بدولت معاشرے کا اکثر حصہ اس نیک عمل کو کرنا

[1] دیکھیے: تفسیر طبری، سورۂ عصر
[2] تفسیر أنوار القرآن وأسرار الفرقان، سورۂ عصر
[3] التفسير الكبير (۳۲/ ۲۸۱)
[4] تفسير المظهري (۱۰/ ۳۳۴)

شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خود برائی سے بچتا ہے لیکن معاشرے کو اس میں ڈوبا دیکھ کر دوسروں کو اس سے بچنے کی تلقین نہیں کرتا، ایک وقت آتا ہے کہ اس برائی کی نفرت اس کے دل سے جاتی رہتی ہے اور اس کا حال بھی دوسروں کی طرح ہو جاتا ہے۔

چنانچہ معاشرے میں تواصوا بالحق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بند ہو جانا قرآن کی نظر میں سخت ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔

قرآن نے کئی جگہ اس رویے کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ (سورۃالمائدۃ:٧٩)

”یہ لوگ ایک دوسرے کو ان کاموں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے، بہت ہی برا تھا جو وہ کرتے تھے“۔

یہ بنی اسرائیل کا حال تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی لعنت فرمائی اور بندر اور خنزیر بنا دیا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ، فَيَقُولُ: يَا هَذَا، اتَّقِ اللَّهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ، فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ، فَلَا يَمْنَعُهُ ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ ضَرَبَ اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ"، ثُمَّ قَالَ: {لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ} إِلَى قَوْلِهِ {فَاسِقُونَ} [المائدة: ٨١]، ثُمَّ قَالَ: «كَلَّا وَاللهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدَيِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا۔[5]

وزادَ في رواية: 'أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللَّهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ'۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں جو پہلی خرابی پیدا ہوئی، وہ یہ تھی کہ ایک آدمی دوسرے سے ملتا تو کہتا اے فلاں! اللہ سے ڈر اور جو گناہ تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے، یہ تیرے لیے جائز نہیں ہے، لیکن اگلے دن جب یہ اس سے ملتا تو اس کا گناہ اسے اس کے ساتھ کھانے پینے اور نشست و برخاست سے نہ روکتا، سو جب انھوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے ملا (کر سیاہ کر) دیا“۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن کی آیت تلاوت فرمائی: [بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا، ان پر داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی]۔ آپ ﷺ نے [فاسقون] تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: ”ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر حال میں کرو گے، اور ظالم کا ہاتھ ضرور پکڑو گے، اور اس کو حق کی طرف مائل کرو گے، اور تم اسے حق پر روکے رکھو گے جیسا کہ حق پر روکنے کا حق ہے“۔

دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے: ”اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے سے خلط ملط کر (کے ایک سا سیاہ کر) دے گا، پھر وہ ضرور تم پر بھی لعنت کرے گا جیسا کہ اس نے بنی اسرائیل پر لعنت کی“۔

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنِ اقْلِبْ مَدِينَةَ كَذَا وَكَذَا بِأَهْلِهَا، قَالَ: فَقَالَ: يَا رَبِّ إِنَّ فِيهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ، قَالَ: فَقَالَ: اقْلِبْهَا عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔[6]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں بستی کو اس کے باشندوں سمیت پلٹ دو۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یارب! اس بستی میں آپ کا فلاں بندہ رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اس سمیت) ان سب پر بستی کو الٹ دو، کیونکہ اس کا چہرہ میری وجہ سے کبھی متغیر نہیں ہوا“۔

یعنی اس بستی میں میری نافرمانی ہوتی رہی اور میری محبت میں اس کے چہرے پر بھی اس کی ناگواری کے اثرات نہیں پیدا ہوئے۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: قَرَأَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ هَذِهِ الْآيَةَ {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ} [المائدة: ١٠٥] قَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَضَعُونَ هَذِهِ الْآيَةَ عَلَى غَيْرِ مَوْضِعِهَا أَلَا وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[5] سنن أبي داود (٤/ ١٢١)

[6] شعب الإيمان (١٠/ ٧٣) باب أَحَادِيث فِي وُجُوبِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

يَقُولُ: "إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوَا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْ قَالَ المنكر فلم يغيروه عمهم الله بعقابه"۔[7]

حضرت قیس بن ابی حازمؓ فرماتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ آیت پڑھی: [اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہوگے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔]

پھر فرمایا: ''لوگ اس آیت کو غیر محل میں استعمال کرتے ہیں، خبردار! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ روکیں یا فرمایا منکر کو دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو اللہ انہیں عمومی عذاب میں مبتلا کر دے گا''۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا، فَكَانَ فِيمَا قَالَ: "أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ" قَالَ: فَبَكَى أَبُو سَعِيدٍ، وَقَالَ: "قَدْ وَاللهِ رَأَيْنَا أَشْيَاءَ فَهِبْنَا"۔[8]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، اور اس میں فرمایا: ''خبردار! کسی کو لوگوں کی ہیبت حق کہنے سے نہ روک دے''۔ یہ سن کر حضرت ابو سعیدؓ رو پڑے اور فرمایا: ''واللہ! ہم نے غلط چیزیں دیکھیں اور ہم ہیبت سے رک گئے''۔

ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فَإِنَّهُ لَا يُقَرِّبُ مِنْ أَجَلٍ، وَلَا يُبَاعِدُ مِنْ رِزْقٍ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ أَوْ يُذَكِّرَ بِعَظِيمٍ۔[9]

''کیونکہ حق گوئی اور کسی بڑے آدمی کو تذکیر کرنا موت کو قریب نہیں کر دے گا اور رزق سے دور نہیں کر دے گا''۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُسَلِّطَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ شِرَارَكُمْ، فَلَيَسُومُنَّكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ، ثُمَّ يَدْعُو خِيَارُكُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيَبْعَثَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مَنْ لَا يَرْحَمُ صَغِيرَكُمْ، وَلَا يُوَقِّرُ كَبِيرَكُمْ''۔[10]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ضرور نیکیوں کا حکم کرو اور برائیوں سے ضرور روکتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر تمہارے بدترین لوگوں کو مسلط کر دے گا، سو وہ تمہیں دردناک عذاب دیں گے، پھر تمہارے بہترین لوگ دعائیں کریں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ تم ضرور نیکیوں کا حکم کرو اور برائیوں سے ضرور روکتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ایسے لوگ بھیجے گا جو تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے اور تمہارے بڑوں کی عزت نہیں کریں گے''۔

وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ''مَنْ تَرَكَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ مَخَافَةِ الْمَخْلُوقِينَ نُزِعَتْ مِنْهُ هَيْبَةُ الطَّاعَةِ، فَلَوْ أَمَرَ وَلَدَهُ أَوْ بَعْضَ مَوَالِيهِ لَاسْتَخَفَّ بِهِ''۔[11]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: ''جس نے مخلوق کے خوف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اس کی ہیبت کو ختم فرما دے گا، سو اگر اپنے بیٹے یا کسی غلام کو بھی حکم دے گا تو وہ اس کو بے وقعت سمجھیں گے''۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ لَمْ نَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَمْ نَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتَّى لَا نَدَعُ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوفِ إِلَّا عَمِلْنَا بِهِ، وَلَا شَيْئًا مِنَ الْمُنْكَرِ إِلَّا تَرَكْنَاهُ، لَا نَأْمُرُ بِمَعْرُوفٍ وَلَا نَنْهَى عَنْ مُنْكَرٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَإِنْ لَمْ تَعْمَلُوا بِهِ كُلِّهِ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَإِنْ لَمْ تَنَاهَوْا عَنْهُ كُلِّهِ''۔[12]

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اس وقت تک نیکیوں کا حکم (دوسروں کو) نہ کریں جب تک ہر نیکی پر خود عمل نہ کرنے لگیں اور اس وقت تک کسی کو برائی سے نہ روکیں جب تک کہ ہر برائی کو خود چھوڑ نہ دیں؟ (تو) ہم نیکی کا حکم نہ دیں اور برائی سے نہ روکیں۔

[7] صحيح ابن حبان (١/ ٥٣٩)

[8] جامع الترمذي؛ أبواب الفتن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما أخبر النبي أصحابه بما هو كائن إلى يوم القيامة

[9] مسند الإمام أحمد (٣ / ٥٠، ٨٧)

[10] الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر لابن أبي الدنيا؛ ص: ٤٩

[11] أيضًا؛ ص: ٥٧

[12] ایضًا

اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’نیکیوں کا حکم کرو خواہ تم تمام نیکیوں پر عمل نہ کرتے ہو۔ اور برائیوں سے روکو اگرچہ خود تمام برائیوں سے نہ رکے ہو‘‘۔

اس عمل کی اہمیت، اس کے فضائل اور اس کے چھوڑنے پر وعیدیں سنانے کی وجہ یہ ہے کہ معاشرے کو خیر پر جمائے رکھنے اور برائیوں سے دور رکھنے کے لیے ’وتواصوا بالحق‘ کا عمل جاری رکھنا ضروری ہے۔ جس معاشرے میں یہ عمل جاری رہے گا وہ معاشرہ اعمالِ صالحہ پر قائم رہے گا، لیکن اگر صالح سے صالح معاشرہ بھی اس عمل کو چھوڑ بیٹھے گا تو دیکھتے ہی دیکھتے برائیاں اس معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور معاشرے کے اندر ان کا احساس تک ختم ہو جائے گا۔

اس عمل کی اہمیت کا اندازہ اس معاشرے اور ان نفوسِ قدسیہ کے عمل سے لگایا جا سکتا ہے جن کے درمیان یہ آیت نازل ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جب ایک دوسرے سے ملتے تو رخصت ہونے سے پہلے سورۂ عصر کو ایک دوسرے کے سامنے تلاوت کرتے تھے۔

علمائے حق اور ’وتواصوا بالحق‘

یہ مذکورہ آیات و احادیث جو حق کہنے اور حق کو چھپانے کے بارے میں وارد ہوئیں، علمائے حق کی نیندیں اڑا دینے کے لیے کافی ہیں، خصوصاً آج کے دور میں جبکہ ہر طرف صوتی و بصری بیانات کا سیلاب ہے، دین کے نام پر بھانت بھانت کی بولیاں بول کر حق کو باطل، باطل کو حق، کفر کو اسلام اور اسلام کو خارج از اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، مقتدر قوتیں اپنے پروردہ سرکاری مولویوں کے ذریعہ اپنی خواہشات کو اسلام ثابت کرنا چاہتی ہیں، ایسے وقت میں علمائے حق پر یہ فرض ہے کہ دین کو اس کی اصل حالت پر باقی رکھیں، شرعی اصطلاحات، اس کے صحیح معنیٰ و مفاہیم کی حفاظت کریں، کفر و اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کریں، خواہ اس کے لیے انھیں اپنے اسلاف کے طرز کو ہی اختیار کیوں نہ کرنا پڑے، یعنی ریاست کے مقتدر طبقے کی ناراضگی، قید و بند، جلا وطنی اور پھانسیاں، کہ یہی تو علمائے حق کی وراثت ہے، اور وارثین وہی کہلاتے ہیں جو وراثت حاصل کر لیا کرتے ہیں۔

آپ کفری نظام کو دیکھیے کہ وہ تواصوا بالکفر والمنکرات (کفریات و منکرات کی مسلسل تبلیغ) کتنی پابندی و تسلسل کے ساتھ کر رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دن رات ایک ہی محنت ہے۔ تاویلات و دجل کے ذریعہ، کفر و اسلام کو ایسا گڈ مڈ کر دیا جائے، عامۃ المسلمین کیا خواص بھی حیران و سرگرداں رہ جائیں۔ معاشرہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسے منکرات میں مبتلا ہوتا چلا جا رہا ہے جن کا چند سال پہلے تصور بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ دیندار طبقہ بھی کتنے ہی ایسے منکرات میں جا پڑا جن کا پہلے دیندار گھرانوں میں تصور بھی گناہ تھا، اور المیہ تو یہ ہے کہ ان منکرات کے منکر ہونے کا احساس بھی دلوں سے نکلتا جا رہا ہے۔

اسی طرح کسی معروف سے روکنے کی جب مہم چلائی جائے تو اس کے اثرات بھی معاشرے پر پڑتے ہیں اور معاشرہ اس خیر کو خیر جاننے کے باوجود اس پر عمل سے رکنے لگتا ہے، پھر ایک وقت آتا ہے جب اس پر عمل کرنے میں اسے معاشرے کے سامنے عار محسوس ہونے لگتی ہے۔

آج کے جدید معاشرے کا اگر مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگ فطرتاً اتنے برے نہیں لیکن ماحول و معاشرہ کی وجہ سے وہ برا بننے پر مجبور ہیں یا برے تو نہیں لیکن خود کو معاشرے کا حصہ بنائے رکھنے کے لیے برا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ’تواصوا بالحق‘ کا عمل معاشرے کو بنانے و سنوارنے میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، لہٰذا اگر داعیانِ دین اپنے بگڑتے معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے انھیں ہر پیمانے پر اس ’تواصوا بالحق‘ کے عمل کو تیز کرنا ہو گا بلکہ اسے اس کے اعلیٰ درجے (قتال) کے ساتھ مضبوط کرنے کی جانب بتدریج بڑھنا پڑے گا۔ جو جتنی قوت سے اس عمل کو کر سکتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ کر گزرے۔ اللہ کے اوامر کا حکم کرنے میں کسی سے نہ ڈرے اور اللہ کی منع کردہ چیزوں سے روکنے میں کسی کو خاطر میں نہ لائے۔ یہ عمل انفرادی سطح پر بھی کیا جائے، ایک خاندان، ایک محلے، ایک طبقے اور قبیلے و قوم کی سطح پر بھی کیا جائے، جو جتنا اس میں سبقت لے جائے گا خسارے سے اتنا ہی بچ جائے گا اور منافع کی اتنی ہی مقدار لوٹ لے جائے گا، کیونکہ ہر گزرتا لمحہ یا تو خسارے میں اضافہ کر رہا ہے یا منافع میں زیادتی کر رہا ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

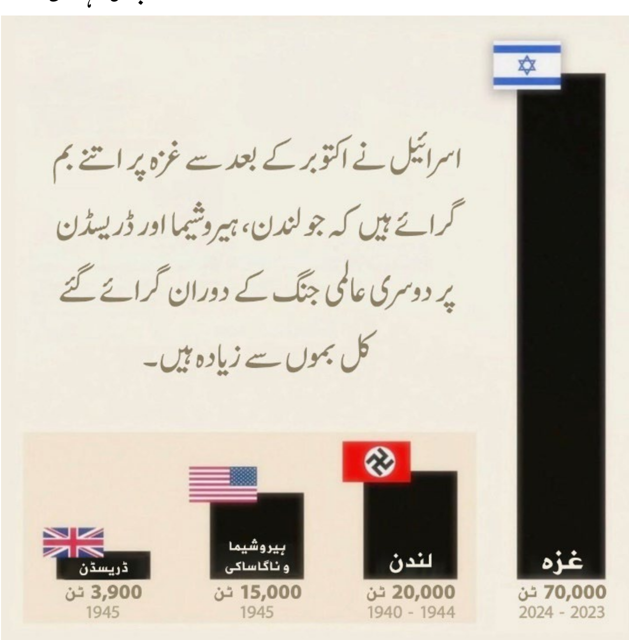

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: اگست ۲۰۲۴ء

بے شک تعریف کی مستحق وہ ذات ہے جس نے موت و حیات کو ہماری آزمائش کے لیے پیدا کیا اور درود و سلام اور لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہو اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے حبیبؐ پر، جن سے ہر ذی شعور کو محبت اتنی ہی عطا ہوئی جتنا اس کا ایمان ہے، یا یوں کہہ لیجیے کہ جو حضورؐ پر نور سے جس قدر محبت کرے گا وہ اسی قدر زیادہ صاحبِ ایمان ہو گا اور محبت کیا ہے؟ حضورؐ سے محبت یہ ہے کہ آپؐ جو دین لے کر آئے ہیں اس کی پیروی کی جائے، صلی اللہ علیہ وسلم!

مرد کبھی بات نہیں سنتے!

غزّہ کے ایک ہسپتال میں مریضوں کی نگہداشت کرتی نرس، ششدر رہ گئی!

آج اسے ہسپتال میں ایک انوکھا ملنے والا داخل ہوا......

اس کا شوہر آج ایک نعش کی صورت، سٹریچر پر پڑا ہسپتال میں داخل ہوا!

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر آیا......

ٹیکسی: آج کل کی متبادل جنازہ گاڑی اور ایمبولینس

غزّہ میں ایمبولنسیں بہت کم ہیں

اور موت بہت زیادہ

وہ اپنے شوہر کو یوں اچانک آنے پر دیکھ کر غصے سے لال پیلی ہو گئی اور بولی:

”مرد کبھی بات نہیں سنتے“

پھر اپنے شوہر سے مخاطب ہو کر بولی:

”میں نے تمہیں کہا تھا ناں......

میری شفٹ ختم ہونے تک انتظار کرنا......

مجھے پہلے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنی ہے......

میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ آج شب ہم بطورِ خاندان اکٹھے شہید ہوں گے......

آج شب ہمیں بطورِ خاندان اکٹھے مرنا تھا...... آج شب!“

(محمد الکرد کی آزاد انگریزی نظم کی ترجمانی مع اضافہ جات)

عیدِ حریت!

کئی برس قبل لاہور اسلام آباد موٹر وے پر دورانِ سفر، چودہ اگست کے دن کسی بھکاری سے ’عیدی‘ کی فرمائش پر ایک خیال تحریر کیا تھا۔ اس بار چودہ اگست غریب الوطنی میں آئی۔ لیکن پھر ایک ’باشعور‘ شخص کو چودہ اگست کی خوشیاں انہی الفاظ کے بیان کے ساتھ مناتے دیکھا کہ آج عید ہے۔ چودہ، پندرہ اگست جنوبی ایشیا کے ان تین ممالک پاکستان، افغانستان اور ہندوستان کا یومِ آزادی ہے۔

بے شک وطن سے محبت فطری چیز ہے!

وطن سے محبت اور رشتہ داروں یا اہلِ خاندان سے محبت، دونوں کے درجات مختلف ہیں۔ بہر کیف جیسے خاندان، قوم اور رشتہ داروں سے محبت ایک فطری بات ہے بالکل اسی طرح وطن سے محبت بھی فطری چیز ہے۔

اقبالؒ نے جس نظریہ یا عقیدۂ وطنیت کا رد کیا (جو دراصل تعلیماتِ اسلامی ہی میں سے ہے)، اسی انداز سے دیکھا جائے تو دین نے اس قسم کی رشتہ داری، خاندان یا قوم و قبیلے سے اندھی محبت کا رد بھی کیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر والدین، بھائی بہنوں، بیویوں، اہلِ خاندان و برادری، اہلِ قوم وغیرہ سے ایسی محبت جو احکامِ دین کی ادائیگی میں آڑے آ جائے (مثلاً حق کی گواہی دینے میں مانع ہو یا جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی میں رکاوٹ بنے) تو اس کا رد بلکہ اس پر وعید اور ایسی محبت کو چھوڑ کر اللہ کے دین پر عمل کرنے کا حکم موجود ہے۔

پس اسی مثال سے وطن کی محبت کو سمجھنا بھی لازمی ہے۔

حبِّ وطن فطری چیز ہے اور انسان تو کیا یہ محبت جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر مجھے پاکستان، افغانستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، مصر، سعودی عرب سے محبت اس قدر زیادہ ہو کہ میں اہلِ فلسطین کا درد محسوس نہ کر سکوں یا آج جو سرزمینِ القدس میں ہو رہا ہے اس پر اللہ کے دین کی طرف رجوع کر کے یہ نہ دیکھوں کہ اللہ کے دین کا تقاضہ کیا ہے اور اپنی کوششیں اللہ

کی جہانگیر شریعت کے بجائے اپنے وطن کی جغرافیائی، تاریخی اور آئینی حدود میں مقید کرلوں تو ایسی حب الوطنی لائق برأت ہے۔ پھر یہی حب الوطنی اگر ’حُبّ‘ کے بجائے ’پرستی‘ میں بدل جائے اور اسی کا تقاضہ اس کے یومِ آزادی کو عید کہلوا دینے تک کا ہو جائے تو بھی یہ مذموم ہے!

اسی کے متعلق اقبالؒ نے کہا تھا:

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوتؐ میں وطن اور ہی کچھ ہے

یعنی دنیا کے موجودہ نظامِ سیاست حُبِّ وطن کا جو فلسفہ رکھتے ہیں اس کی بنیاد نیشن سٹیٹ کا جدید نظریہ ہے، یعنی اگر کوئی پاکستانی ہے تو اس کی حدود ریڈکلف صاب یا ڈیورنڈ صاب نے متعین کی ہیں اور کل جس وطن کے گیتوں میں ڈھاکہ و سلہٹ شامل تھا آج اسے ڈھاکہ و سلہٹ کی ویسی پروا نہیں ہے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اپنے وطن مکہ سے محبت تھی وہ ویسی ہی تھی جیسی فطری محبت ہوتی ہے، اسی لیے بوقتِ ہجرت، مکہ سے جدائی آپ پر بڑی شاق تھی اور علماء نے لکھا ہے کہ ”وطن سے جدائی انبیاء علیہم السلام پر بھی گراں ہوتی ہے“، لیکن یہ محبت معاذ اللہ کہاں ممکن ہے کہ احکامِ دین پر غالب آ جائے!؟

اسی لیے اقبالؒ نے کہا:

ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی!

اور

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبویؐ ہے

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے

نظّارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے!

پس دین نہ رشتے ختم کرتا ہے نہ محبتِ وطن کا مخالف ہے، لیکن جو ’عبد اللہ‘ اور ’دین اللہ‘ کے مابین آ جائے تو اس کی حیثیت کیا ہے، سوائے مثلِ لات و منات!

غزہ اور مظاہرے!

ہم مظاہروں کے مخالف نہیں ہیں، بارہا ان کے متعلق موقف ہماری تحریر و تقریر میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن مظاہروں کی حقیقت پر بات کرنا بھی لازمی ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ ہم بس مظاہروں کو کافی سمجھیں اور غزہ میں ہمارے لوگ، ہمارے بچے، ہماری مائیں بہنیں بیٹیاں کٹتی رہیں اور ہم انہی مظاہروں سے اپنے آپ کو ’باضمیر‘ سمجھتے رہیں!

میں شاید یہ سطور نہ لکھتا، لیکن میں نے نہرو کی پڑنواسی، اندرا کی پوتی، راجیو کی بیٹی اور راہُل کی بہن پریانکا گاندھی کا پرزور، مذمتی بیان و مظاہرہ سنا، دیکھا، پڑھا! بڑی بڑی حکومتوں کے بڑے بڑے اصحابِ اقتدار کے مظاہرے دیکھے۔ اپنے مسلمان عوام کے مظاہرے بھی دیکھے جن میں لاکھوں افراد شریک رہے۔ ابھی نیتن یاہو آخری بار جو امریکی کانگریس سے مخاطب ہوا تو وہاں کے سیاست دانوں کا مظاہرہ یعنی تقریر کا بائیکاٹ واک آؤٹ بھی دیکھا۔

آج غزہ میں جاری جارحیت کو گیارہ ماہ ہونے کو ہیں۔ اعداد و شمار کا کیا ذکر، ہم سبھی جانتے ہیں۔ لیکن ان سطور کو لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ مظاہرے کیجیے ضرور لیکن وہ مظاہرہ جو ان گیارہ ماہ کے مظاہروں کی طرح صرف ہمارے دل کی جھوٹی تسلی، ضمیر کے لیے افیون نہ ہو۔

ایسا مظاہرہ جو اس عمل پر ہم اہلِ ایمان کو قائل کر دے کہ جس عمل سے غزہ میں جاری یہ جارحیت رک جائے۔

☆☆☆☆☆

ہمارے کلمات!

ہمارے کلمات موم کے مجسموں کی مانند بے جان اور مردہ رہتے ہیں۔ پھر جب ہم ان زبانی دعووں کی خاطر فصیلِ جان سے گزر جاتے ہیں تو یہی مردہ الفاظ یک دم جی اٹھتے ہیں۔ پھر ہمارے یہی الفاظ ان دلوں میں بسنے لگتے ہیں جو خود مردہ ہوتے ہیں اور پھر یہی الفاظ انہی مردہ دلوں کو زندگی بخشنے کا سامان بن جاتے ہیں۔

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ

اخباری
کالموں کا جائزہ

شاہین صدیقی

[اس تحریر میں مختلف موضوعات پر کالم نگاروں کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔ ان آراء اور کالم نگاروں کے تمام افکار و آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)]

اس شمارے کے کالموں کے جائزے میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں:

۱. پاکستان
- مجموعی صورتحال
- مہنگی بجلی اور آئی پی پیز کی لوٹ مار

۲. بھارت
- مدھیا پردیش میں توہین رسالت کا واقعہ

۳. فلسطین
- یحییٰ سنوار: حماس کے نئے سربراہ
- غزہ جنگ میں امریکی کردار
- اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں کی حالتِ زار
- غزہ میں آگ اور خون کا کھیل

پاکستان — مجموعی صورتحال

پاکستان کے حالات جس نہج پر چل رہے ہیں، یہ کسی بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ حکومت سے ملک سنبھالا نہیں جا رہا، گزشتہ چھ ماہ میں ن لیگ اور پیپلز پارٹی کی مخلوط حکومت نے ہر اعتبار سے ملک کا ستیاناس کر دیا ہے۔ دوسری طرف اسٹیبلشمنٹ ہے جو ظلم و طاقت کے بل بوتے پر اپنے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دینے کی سعی کر رہی ہے، لیکن بظاہر حالات اس کے کنٹرول سے بھی نکلتے دکھائی دے رہے ہیں۔ عوام الناس میں فوج کے خلاف نفرت ہے جو اندر ہی اندر بڑھتی جا رہی ہے اور اس کی جھلک سوشل میڈیا پر بھی نظر آ رہی ہے۔ فوج سوشل میڈیا کو تو کنٹرول نہ کر سکی لیکن اس نے ایکس (سابقہ ٹوئٹر) پر پاکستان میں پابندی لگا دی۔ اربوں ڈالر کی فائر وال چین سے منگوا کر پاکستان میں فعال کی تاکہ فوج اور حکومت کے خلاف بولنے والی ہر آواز کا کھوج لگا سکے۔ لیکن اس کے نتیجے میں ملکی انٹرنیٹ انتہائی سست رفتاری کا شکار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے آن لائن چلنے والے کاروبار بری طرح متاثر ہوئے۔

امن عامہ کی صورتحال مخدوش ہوتی جا رہی ہے

فوج نے اپنی ساکھ بحال کرنے کی کوشش میں 'خود احتسابی' کا عمل شروع کرتے ہوئے سابقہ ڈی جی آئی ایس آئی بدنامِ زمانہ فیض حمید کو گرفتار کر کے اس کا کورٹ مارشل شروع کر دیا۔ دوسری طرف صحافیوں کو اس کے خلاف لکھنے کی کھلی چھوٹ دے دی۔ (ورنہ کسی کی کیا جرأت کہ فوج کے خلاف قلم اٹھائے۔) حالانکہ فیض حمید نے وہی سب کچھ کیا جو ۷۷ سال سے فوج کے اعلیٰ عہدیدار کرتے آ رہے ہیں۔ اس اقدام کا مقصد فوج میں خود احتسابی کا عمل دکھا کر عوام کو رام کرنا ہے۔ پاکستانی اخبار اٹھا کر دیکھیں تو صحافیوں کے کالم فیض حمید کی سازشوں، مخفی منصوبوں اور کرپشن کو بے نقاب کرتے نظر آئیں گے اور یہ سب کچھ مقتدرہ کی مرضی سے ہو رہا ہے۔

دوسری طرف دیکھیں تو غریب عوام کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں، ملک میں غربت سے تنگ آ کر خودکشی کرنے کی شرح بڑھ رہی ہے، پچھلے چھ ماہ میں شہباز شریف کی حکومت نے کئی بار بتدریج بجلی مہنگی کی، جس کی وجہ سے اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں اور بجلی کے بل بھرنا عام آدمی کی استطاعت سے باہر ہو گیا ہے۔

پاکستان — مہنگی بجلی اور آئی پی پیز کی لوٹ مار

پاکستان میں مہنگی بجلی کی اہم وجہ آئی پی پیز (Independent Power Plants) ہیں۔ جن سے حکومت بجلی خرید کر عوام کو مہیا کرتی ہے۔ یہ آئی پی پیز ماضی میں کیے گئے معاہدوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سستی بجلی بنا کر مہنگے داموں حکومت کو بیچتے ہیں۔ صورتحال یہ ہو گئی ہے کہ آج امیر ہو یا غریب ہر پاکستانی بجلی کے بلوں کا رونا رو رہا ہے۔ اس سلسلے میں جماعت اسلامی نے بجلی کی قیمتوں میں کمی کے لیے ۲۶ جولائی کو اسلام آباد میں دھرنا دیا جو ۱۴ دن چلا اور حکومت سے ایک تحریری معاہدے کی صورت میں اختتام پذیر ہوا، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ آئی پی پیز کے ساتھ معاہدے نئے سرے سے نئی شرائط کے تحت کیے جائیں اور بجلی سستی کی جائے۔ اب اس پر عمل کتنا ہوتا ہے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ آئی پی پیز اور مہنگی بجلی کے معاملے کو سمجھنے کے لیے چند کالموں سے اقتباس قارئین کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔

حکومتی پہیہ چل نہیں رہا | سہیل وڑائچ

”لگتا ہے کہ بہت سی افواہیں بے پر کی اڑائی ہوئی ہیں مگر یہ تو حقیقت ہے کہ اندر ہی اندر گڑبڑ چل رہی ہے، مطمئن کوئی نہیں ہے نہ مقتدرہ اور نہ نونی حکومت، مقتدرہ تیز ترین ڈیلیوری کی توقع رکھتی تھی اور نونی اختیار و طاقت نہ ہونے کے شاکی ہیں۔ دوسری طرف تحریک انصاف کی مقبولیت کا دباؤ اور عدالتوں کے پے درپے حکومت کے خلاف فیصلے بھی نظام پر اثرانداز ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں وزیراعظم کی رخصتی یا تبدیلی کسی بھی فریق کے لیے سود مند ثابت نہیں ہوگی بلکہ یہ نظام کے مکمل انہدام کا پہلا مرحلہ ہوگا، گو واقعات کا دھارا اسی طرف بڑھتا نظر آرہا ہے مگر یہ بالآخر نظام کے زوال پر منتج ہوگا۔

سیاست ٹھہرے ہوئے پانی کا جوہڑ نہیں رواں اور بہتے پانی کا دریا ہے۔ ہر حکومت کو نئے چیلنجز درپیش ہوتے ہیں کبھی دہشت گردی سب سے بڑا مسئلہ تھا، کبھی لوڈشیڈنگ سب سے بڑا مسئلہ بن گئی، کبھی خراب معیشت اہم ایشو ہوتا ہے، کبھی خارجہ پالیسی اور کبھی دفاع۔ اس سیاسی حکومت کے لیے سب سے بڑا مسئلہ تو بحران در بحران الجھے ہوئے مسائل ہیں لیکن اب مہنگی بجلی اتنی وبالِ جان بن چکی ہے کہ اسے حل کئے بغیر نہ حکومت چل سکتی ہے اور نہ ریاست چل سکتی ہے۔

اس وقت سیاست کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مہنگی بجلی ہر گھر کے لئے ناقابل برداشت ہو چکی ہے، صنعت کار بھی اتنی مہنگی بجلی برداشت نہیں کر پا رہے۔ آج کی بنگلہ دیش نامنظور تحریک یا لوڈشیڈنگ ختم کرو تحریک مہنگی بجلی ختم کرنے کی ہے جو حکومت یا سیاست دان مہنگی بجلی کو ختم کرائے گا وہ ہیرو ہوگا اور جو مہنگی بجلی قائم رکھنے میں ممد و معاون بنے گا وہ زیرو ہو جائے گا۔

ابھی تک شہباز حکومت آئی پی پیز کے ساتھ کھڑی ہے اگر ان کا مؤقف بدستور یہی رہا تو انہیں سیاسی طور پر مزید نقصان پہنچے گا۔ ایسا لگ رہا ہے کہ حکومتی جماعت سے کہیں زیادہ اس مسئلے کی حساسیت کا احساس مقتدرہ کو ہے اور وہ مسلسل اس معاملے کی UPDATE لے رہے ہیں۔

تضادستان اس وقت اپنی تاریخ کے MOTHER OF CRISIS (مادر بحران) سے گزر رہا ہے۔ معاشی بحران، سیاسی بحران، انتظامی بحران، اعتماد کا بحران اور اب مہنگی بجلی کا عذاب، حکومت اگر تیزی سے فیصلے نہیں کرے گی تو بے اطمینانی اور مایوسی اور بڑھے گی۔ نونی حکومت امید دلانے میں کامیاب نہیں ہو سکی، کوئی خواب تک نہیں دکھا سکی، اگر یہی حال رہا تو ان کے بارے میں نظر آنے والے برے برے خواب کہیں حقیقت نہ بن جائیں......“

[روزنامہ جنگ]

مہنگی بجلی کا مستقل حل ضروری ہے | عثمان دوہی

”پاکستان میں بجلی کے نرخ اتنے زیادہ بڑھ چکے ہیں کہ وہ عوام کی برداشت سے باہر ہو گئے ہیں۔ اس وقت بجلی ۷۰ روپے فی یونٹ تک پڑ رہی ہے۔ وزیراعظم شہباز شریف نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بہت جلد عوام کو سستی بجلی مہیا کرنے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ دیکھیے یہ وعدہ کب پورا ہوتا ہے۔ اس وعدے کی تکمیل کی راہ میں کئی رکاوٹیں حائل ہیں۔ وزیر توانائی اویس لغاری پہلے ہی بیان دے چکے ہیں کہ آئی پی پیز کے معاملے کو حکومت نہیں چھیڑ سکتی کیونکہ ان کے معاہدوں میں ردّ و بدل ناممکن ہے۔ بہرحال اس وقت عوامی سطح پر آئی پی پیز کے خلاف ہر طرف آوازیں اٹھائی جارہی ہیں۔

ادھر مختلف سیاسی جماعتوں کی جانب سے صرف پنجاب میں بجلی کے نرخ کم کرنے اور وہ بھی صرف دو ماہ کے لیے یہ سہولت فراہم کرنے پر سخت اعتراض کیا گیا ہے۔ متحدہ قومی موومنٹ کے سینئر رہنما مصطفیٰ کمال نے کہا ہے کہ پاکستانی صرف پنجاب میں ہی نہیں بستے ہیں بجلی کے نرخ پورے ملک میں یکساں کم کیے جائیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب وزیراعظم کہہ چکے ہیں کہ بجلی کے نرخ کم کرنے کے لیے وفاقی حکومت تیزی سے کام کر رہی ہے تو پھر بیچ میں پنجاب حکومت کا صرف دو ماہ کے لیے بجلی کے نرخ میں کمی کرنے کا اعلان عجیب سا لگتا ہے۔

پنجاب اور وفاقی حکومت چونکہ دونوں ہی (ن) لیگ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے کہیں ایسا تو نہیں کہ بڑے صوبے کے عوام کو ۱۴ روپے فی یونٹ کا لالی پاپ دے کر اور دیگر صوبوں کے عوام کو ان کی حکومت سے الجھا کر معاملے کو دو مہینے کی طوالت کے بعد ٹھنڈا کرنا مقصود ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت وفاقی حکومت بجلی کے معاملے میں بری طرح پھنس چکی ہے یا تو وہ اتنے طاقتور ہیں کہ حکومت کو ہلا سکتے ہیں یا پھر ان میں حکومت سے قربت رکھنے والے لوگ بڑی تعداد میں شامل ہیں۔ لگتا ہے پنجاب حکومت نے وفاق کی مشکل کا حل یہ نکالا ہے کہ وہ اگر ۱۴ روپے فی یونٹ ریلیف دے کر عوام کو خوش کر سکتی ہے تو وفاق ۱۸ روپے فی یونٹ سہولت فراہم کر کے معاملے کو نمٹا سکتا ہے مگر اب معاملہ اتنا سادہ نہیں ہے اب تو پورے پاکستان کے عوام بجلی کے نرخ کم کرائے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔“

[روزنامہ ایکسپریس]

آئی پی پیز کی لوٹ مار اور مہنگی بجلی، ذمہ دار کون؟ | سمیرا سلیم

”بجلی کے بلوں نے عوام کی چیخیں نکلوا دی ہیں۔ ہر طرف آئی پی پیز کمپنیوں کی لوٹ مار کا ذکر ہو رہا ہے۔ مہنگائی، روزگار کی عدم دستیابی، معاشی چیلنجز اور سیاسی عدم استحکام کے باعث حکومت دباؤ کا شکار ہے۔ ایسے میں حکومتی بنچوں سے بھی بجلی کی ان نجی کمپنیوں سے متعلق آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔

حالیہ الیکشن میں نگران کابینہ کا حصہ رہنے والے ڈاکٹر گوہر اعجاز نے آئی پی پیز کمپنیوں بارے بڑے خوفناک انکشافات کیے ہیں۔ ان کے مطابق ۱۰۶ آئی پی پیز میں سے ۴۸ فیصد کمپنیاں ۴۰ بڑے خاندانوں کی ملکیت ہیں اور یہ بجلی کی اصل قیمت ۳۰ روپے یونٹ کے بجائے ۶۰ روپے ناجائز وصول کی جا رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آئی پی پیز کمپنیوں سے ۳۰ فیصد بجلی خرید کر ۷۰ فیصد کی ادائیگیاں کی گئیں، یہاں تک کہ جنہوں نے ایک یونٹ بھی نہیں بنایا ان کو بھی کروڑوں میں ادائیگیاں کی گئیں ہیں۔ گوہر اعجاز نے وزیر توانائی اویس لغاری سے ان تمام ۱۰۶ آئی پی پیز کا ڈیٹا پبلک کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

......ایک رپورٹ کے مطابق نجی کمپنیوں کے زیادہ تر مالکان ممتاز کاروباری شخصیات اور حکمران طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد ہے۔ آئی پی پیز کے مالکان میں جہانگیر ترین، ندیم بابر، سلیمان شہباز، رزاق داؤد سمیت منشا گروپ، حبیب اللہ گروپ اور سفائر گروپ سرفہرست ہے۔ ۱۹۹۴ء میں بینظیر کے دوسرے دور حکومت میں پاور پالیسی کے تحت کئی آئی پی پیز کے ساتھ کانٹریکٹ کیے گئے، جن کے نتیجے میں جون ۱۹۹۶ء میں حب پاور پلانٹ سسٹم میں شامل ہوا۔ ہر آنے والی حکومت نے سستی بجلی کیلئے نئے ہائیڈرل پاور پراجیکٹس لگانے اور ڈیم بنانے کے بجائے آسان راستہ چنا جس میں کمیشن کی صورت میں لمبامال بنانے کے بھی خوب مواقع میسر تھے۔ بینظیر بھٹو کے دور سے شروع ہونے والی یہ کہانی نواز شریف، پرویز مشرف، زرداری اور پھر ۲۰۱۳ء میں تیسری بار اقتدار میں آنے والے نواز شریف کے عہد تک پھلتی پھولتی رہی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ملک میں آئی پی پیز کا جمعہ بازار لگ گیا ہے۔ ان ادوار کے حکمرانوں نے بجلی کے مہنگے ترین معاہدے کیے جس کا خمیازہ آج عوام بھاری بھرکم بلوں کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ ۲۰۱۳ء میں نواز شریف جب اقتدار میں آئے تو ان کے وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے ان کمپنیوں کا آڈٹ کرائے بغیر تقریباً ۵۰۰ ارب روپے سرکلر ڈیٹ کی مد میں من پسند آئی پی پیز کمپنیوں کو دے دیے۔ یہ ادائیگیاں بلز کی فوٹو کاپیوں پر قواعد وضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کی گئیں جو بعد میں ایک بڑے سکینڈل کی شکل میں عوام کے سامنے آئیں۔

......آئی پی پیز کے ساتھ معاہدے کرتے ہوئے حکمران طبقے نے ان کمپنیوں کے مفادات کا خوب تحفظ کیا۔ ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق توانائی سیکٹر کے جن ۵ بڑے پاور ہاؤسز کو ٹیکس فری ادائیگیاں کی گئیں ان میں حب پاور کو ۲۶۰ ارب، اینگرو کو ۴۷ ارب، لکی گروپ کو ۶۲ ارب، سفائر کو ۳۴ ارب روپے اور میاں منشا کے پاور ہاؤسز جو کہ صرف ۱۳ فیصد صلاحیت پر چلے، ان کو سالانہ بجلی کی مد میں ۶ء۲۵ ارب ادائیگی کر کے عوام کے زخموں پر نمک پاشی کی گئی۔ المیہ ہے کہ ایک ایسا ملک جو چند ارب ڈالر کیلئے آئی ایم ایف کے سامنے ڈھیر ہے وہاں عوام کے ٹیکس کے اربوں روپے مفت میں چند سرمایہ داروں میں بانٹے جا رہے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان نے آئی ایم ایف سے ۱۹۵۸ سے لے کر اب تک تقریباً ۳۱ ارب ڈالر کا قرض لیا جبکہ اسی ملک میں صرف منشا گروپ کو کپیسٹی چارجز کی مد میں ایک سال میں ۲۴ ارب روپے ادا کیے گئے۔ ایف پی پی سی کے مطابق آئی پی پیز ماہانہ ۱۵۰ ارب روپے کپیسٹی پینٹ کی مد میں وصول کر رہی ہیں۔ چونکہ زیادہ تر کمپنیوں کے مالکان کا تعلق حکمران طبقہ سے ہے اس لیے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ تاہم اس بار بجلی کے بھاری بلوں نے جو حشر کیا ہے اس پر عوام کا صبر بھی جواب دے گیا ہے۔‘‘

[روزنامہ نئی بات]

بھارت | مدھیا پردیش میں توہین رسالت کا واقعہ

بھارت میں حال ہی میں مدھیا پردیش میں ایک ہندو سادھو مہانت رام گیری ملعون نے اپنی تقریر کے دوران نبی پاک ﷺ کے خلاف توہین آمیز کلمات کہے، جس کے خلاف مسلمانوں نے مختلف علاقوں میں شدید احتجاج کیا اور رام گیری ملعون کے خلاف ایف آئی آر درج کروانے کی خاطر تھانے کا رخ کیا۔ لیکن پولیس نے ایف آئی آر درج کرنے سے نا صرف انکار کیا بلکہ احتجاج کرنے والے افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ ملعون رام گیری نے ایک مراٹھی چینل سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ہندوؤں کو ہوشیار رہنا چاہیے، جو کچھ کہنا تھا میں نے کہہ دیا میں اس کے ساتھ کھڑا ہوں اور نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔

مہاراشٹر میں حکومتی سرپرستی میں احتجاج کرنے والے مسلمانوں کے خلاف کاروائیاں کی گئیں، معاملہ زیادہ بڑھا تو اس ملعون کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی گئی، جس میں شکایت کنندہ نے درج کروایا:

”رام گیر مہاراج کے الفاظ سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے اور دونوں برادریوں کے درمیان دراڑ پیدا ہوئی ہے۔“

افسوس کا مقام ہے کہ بھارت میں گاہے بگاہے ہندو انتہا پسند اسلام اور پیغمبرِ خدا ﷺ کے خلاف توہین آمیز بکواس کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ماضی میں نوپور شرما ملعونہ نے کیا۔ اکثر مواقع پر تو میڈیا تک بات ہی نہیں آنے دی جاتی، اور نہ ہی کبھی کسی ہندو کو اس معاملے پر گرفتار کیا جاتا ہے نہ سزا دی جاتی ہے۔ رہ گئے مسلمان تو یہ بات وہاں بسنے والے مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ ’سیکولر انڈیا‘ سے انہیں کیا حاصل ہو رہا ہے، سوائے ذلت و رسوائی، مذہبی منافرت اور حقوق کی سلبی کے؟

اسی موضوع پر اردو ٹائمز میں ندیم عبد القدیر لکھتے ہیں:

اب مسلمان اہانتِ رسول ﷺ کے خلاف پر امن احتجاج بھی نہیں کر سکتا؟ | ندیم عبد القدیر

”مدھیا پردیش میں بی جے پی کی حکومت ہے اور وہاں تو یہ صورتحال اس قدر بھیانک ہو گئی کہ رام گیری کے خلاف معاملہ (ایف آئی آر) درج کرنے کی مانگ کرنے والے ایک کانگریسی مسلم لیڈر حاجی شہزاد علی کے مکان پر حکومت نے بلڈوزر چلا دیا۔ مکان ہی نہیں بلکہ مکان کے باہر کھڑی گاڑیوں کو بھی توڑ دیا گیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر نفرت انگیز جذبے کے ساتھ یہ کاروائی ہوئی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ رام گیری کی ذلیل حرکت کے خلاف شکایت درج کروانے کی مانگ کرنے والے مسلم نوجوانوں کو پولیس نے زنجیر سے باندھ کر سڑکوں پر ان کا جلوس نکالا۔ یہ سارا کام مسلم قوم کی توہین کرنے، ان کی بے عزتی کرنے کے لیے انجام دیا گیا۔

......اس پورے معاملے کا سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ معاملے کے کلیدی مجرم یعنی رام گیری کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوئی، نہ ہی اسے گرفتار کیا گیا، نہ ہی اس کا مکان بلڈوزر سے منہدم کیا گیا اور نہ ہی اسے ہتھکڑی پہنا کر سڑکوں پر گھمایا گیا۔ حکومت کا یہ برتاؤ چیختا ہوا اعلان ہے کہ بی جے پی حکومت رسول پاک ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ گستاخی کے خلاف احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو اس قدر بھیانک سزا دینے کی منشا یہ ہے کہ آئندہ کبھی شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی پر مسلمان کوئی احتجاج نہ کرے۔“

[اردو ٹائمز]

فلسطین | یحییٰ سنوار: حماس کے نئے سربراہ

شیخ اسماعیل ہنیہ کی شہادت بلاشبہ فلسطینی مزاحمتی تحریک کے لیے بہت بڑا دھچکا تھی لیکن حماس کی شوریٰ نے جلد ہی متفقہ طور پر یحییٰ سنوار کو حماس کے سربراہ کے طور پر چن لیا۔ یحییٰ سنوار کا نام ہی بزدل اسرائیلیوں کے لیے ایک ڈراؤنے خواب سے کم نہیں۔

یحییٰ سنوار اس وقت خود غزہ میں موجود ہیں اور وہیں سے اسرائیلی جارحیت کے سامنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے ہوئے ہیں۔ اللہ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی حفاظت فرمائیں اور انہیں اسرائیل کی تباہی اور شکست کا سبب بنا دیں۔ آمین۔

یحییٰ سنوار جنہیں ۷ اکتوبر کے مبارک حملوں کا انجینئر بھی کہا جاتا ہے، میڈیا کے سامنے بہت کم آتے ہیں اور اسماعیل ہنیہ کی طرح پبلک فگر نہیں، لیکن ان کی بہادری، اولوالعزمی اور اسرائیل کے خلاف مؤثر حکمت عملی ہی ہے جس کی وجہ سے اسرائیل کی ہٹ لسٹ میں پہلے نمبر پر ہیں۔ انہوں نے دو دہائیاں اسرائیلی قید میں اسرائیلی ظلم و تشدد برداشت کیا اور اسی قید کے دوران انہوں نے عبرانی زبان پر مکمل عبور حاصل کر لیا۔ شیخ احمد یاسین نے جب حماس کا عسکری ونگ ’القسام بریگیڈز‘ بنایا تو یہ اس کے بانی اراکین میں شامل ہوئے اور اسرائیل کے خلاف کئی اہم کاروائیوں میں شرکت کی۔

۲۰۲۱ء میں وائس نیوز کے ساتھ ایک انٹرویو میں یحییٰ سنوار نے کہا تھا:

”اگرچہ فلسطینی جنگ کے خواہاں نہیں، کیونکہ یہ (انسانی جان کے اعتبار سے) بہت مہنگی پڑتی ہے، لیکن وہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔“

انہوں نے مزید کہا:

”ایک لمبے عرصے تک ہم نے پر امن اور عوامی مزاحمت کی کوشش کی۔ ہمیں توقع تھی کہ دنیا، آزاد لوگ اور عالمی ادارے ہماری عوام کا ساتھ دیں گے اور قابضین کو جرائم کے ارتکاب اور لوگوں کے قتل عام سے روکیں گے، لیکن بدقسمتی سے، دنیا کھڑی تماشہ دیکھتی رہی۔“

جب حماس کی حکمت عملیوں کے بارے میں پوچھا گیا، جن میں ایسی راکٹ فائرنگ شامل ہے جو شہریوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ فلسطینی اپنی دسترس میں موجود وسائل کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے اسرائیل پر الزام لگایا کہ وہ جان بوجھ کر بڑے پیمانے پر فلسطینی شہریوں کا قتل کر رہا ہے، حالانکہ اس کے پاس جدید اور درست نشانہ لگانے والے ہتھیار موجود ہیں۔

انہوں نے کہا:

”کیا دنیا ہم سے توقع رکھتی ہے کہ ہم درندوں کا شکار بنتے ہوئے بھی اچھا برتاؤ کریں؟ ہمیں ذبح کیا جا رہا ہو اور ہم چوں بھی نہ کریں؟“

جس طرح شیخ اسماعیل ہنیہ کو شہید کر کے ناپاک اسرائیل نے فلسطینیوں کو ایک پیغام دیا، اسی طرح یحییٰ سنوار کو حماس کا سربراہ مقرر کر کے اسرائیل کو بھی ایک طاقتور پیغام دیا گیا۔

مڈل ایسٹ مانیٹر پر ایک کالم نگار یہی پیغام ہمیں بتا رہے ہیں، جس کے اقتباس کا ترجمہ ذیل میں پیش ہے:

3 messages portrayed to the world by choosing Sinwar to succeed Haniyeh| Mahmoud Allouch

”سنوار کا انتخاب حماس تحریک کی جانب سے تین اہم پیغامات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے:

۱. پیغام یکجہتی اور اسرائیل کو چیلنج

غزہ اور اس سے باہر اپنے دھڑوں کے درمیان تعلقات کی سطح پر داخلی یک جہتی کا مظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ، سنوار کا انتخاب قابضین کو چیلنج کرنے کا پیغام بھی دیتا ہے، یہ کہتے ہوئے کہ تحریک اب بھی مضبوط اور ہنیہ کی شہادت کے بعد جنگ کے نئے دور کی وجہ سے پیش آنے والے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے نئی قیادت پیدا کرنے کے قابل ہے۔

اب جبکہ اسرائیل تحریک کے سیاسی بیورو کے سربراہ کو بیرون ملک قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تاکہ غزہ میں تحریک کے حوصلے پست کر سکے اور اپنی عسکری اور انٹیلی جنس صلاحیتوں کا اظہار اپنے ڈیٹرنس کے تصور کو بحال کرنے کی خاطر کر سکے، جو ۷ اکتوبر کے بعد چکنا چور ہو گیا تھا، اسے سنوار کا سامنا کرنا ہو گا، نا صرف طوفان الاقصیٰ کے انجینئر اور زمین پر مزاحمت کے راہنما کے طور پر، بلکہ حماس کے سیاسی راہنما کے طور پر بھی۔

۲. نیتن یاہو کے لیے ذلت کا پیغام

ہنیہ کے بعد سنوار کا انتخاب کر کے، تحریک نیتن یاہو کو ذلیل کرنا اور اس کی داخلی ہزیمت میں اضافہ کرنا چاہ رہی ہے جس کا اسے سنوار تک پہنچنے، جسے اسرائیل ۷ اکتوبر کے حملوں کا بنیادی ذمہ دار قرار دیتا ہے، اور اسے قتل کرنے میں اپنی عسکری اور انٹیلی جنس ناکامی کی وجہ سے سامنا ہے۔

اس انتخاب کے بعد، نیتن یاہو کو ہنیہ کے قتل اور القسام بریگیڈز کے کمانڈر محمد ضیف، اور ان کے نائب مروان عیسیٰ کے قتل کے بارے میں اپنے دعووں کی تشہیر کرنے میں شدید خجالت کا سامنا کرنا پڑے گا، جنہیں وہ جنگ کے مقاصد کے حصول میں کامیابی قرار دیتا ہے۔

۳. مذاکرات میں طاقت

ہنیہ کے قتل نے مذاکرات میں نیتن یاہو کی طرف سے معاہدے سے بچنے اور جنگ کو ممکنہ حد تک طول دینے کے لیے کی جانے والی دھوکہ دہی کو واضح طور پر ظاہر کیا۔ ہنیہ کے جانشین کے طور پر سنوار کا انتخاب، حماس کی جانب سے مذاکرات کے معاملے میں تین واضح پیغامات دیتا ہے۔

۱. پہلا یہ ہے کہ جب تک نیتن یاہو دنیا کے ساتھ دھوکہ دہی کرتا رہے گا، حماس مزید ان مذاکرات کو آگے بڑھانے کے لیے تیار نہیں۔
۲. دوسرا یہ ہے کہ تحریک کا حتمی موقف زمین پر مزاحمت کے ذریعہ طے ہو گا۔
۳. تیسرا یہ ہے کہ اب سے ثالثوں کو مستقبل میں کسی بھی ممکنہ معاہدے کے دائرۂ کار کا تعین کرنے کے لیے سنوار کے ساتھ معاملات کرنے ہوں گے۔"

[Middle East Monitor]

فلسطین

غزہ جنگ میں امریکی کردار

اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو طاقت کے نشے میں اس قدر مست اور اندھا ہو گیا ہے کہ اپنے یرغمالیوں کی پرواہ کیے بغیر فلسطینیوں کی نسل کشی اور پورے غزہ کو ملبے کا ڈھیر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا۔ اس دوران جنگ بندی کے مذاکرات جتنی دفعہ بھی ہوئے ہیں اس میں رخنہ ڈالنے میں اور مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کرنے میں نیتن یاہو اور اس کی کابینہ میں موجود چند مذہبی جنونی وزراء ملوث ہیں۔ شیخ اسماعیل ہنیہ کو شہید کرنا بھی جنگ بندی کے معاملے کو ناممکن بنانے کی ہی ایک کڑی ہے۔ اس طرح کی سیاسی چالیں صہیونی اور ان کے چیلے ماضی میں بھی چلتے آئے ہیں۔ اس متعلق الجزیرہ پر ایک تجزیہ نگار کی تحریر سے اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

'Less flexible?' Just say it NYT, Israel is sabotaging a ceasefire deal | Belén Fernández

"اب جبکہ غزہ کی پٹی نہ صرف 'مشرق وسطیٰ کے تنازعات کا مرکز' بن چکی ہے، بلکہ یہاں ایک کھلی نسل کشی بھی وقوع پذیر ہوئی ہے، نیویارک ٹائمز ایک بار پھر خبریں تخلیقی انداز میں ہلکی کر کے دکھانے کی کوشش کر رہا ہے، جیسے کہ منگل کی شہ سرخی تھی: 'دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ اسرائیل نے حالیہ غزہ کے جنگ بندی مذاکرات میں لچک کا کم مظاہرہ کیا'۔

بالفاظ دیگر: اسرائیل ایک ایسی جنگ میں جنگ بندی کی کوششوں کو سبوتاژ کر رہا ہے جو اب سے بہت پہلے ہی جنوری میں غزہ کی آبادی کا ایک فیصد مار چکی ہے۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق، ۷ اکتوبر کے بعد سے تقریباً چالیس ہزار فلسطینی ہلاک ہو چکے ہیں، جبکہ ایک 'لنسینٹ جائزے' کے مطابق حقیقی ہلاکتوں کی تعداد ایک لاکھ چھیاسی ہزار سے تجاوز کر سکتی ہے۔ اپنی جانب سے، جو بائیڈن انتظامیہ نے اسرائیل کو اضافی بیس ارب ڈالر کے اسلحے کی منتقلی کی منظوری دی ہے، حالانکہ امریکہ کا دعویٰ ہے کہ وہ جنگ بندی کے لیے کوشاں ہے۔

بہر حال، اگرچہ اسرائیل کبھی بھی امن کے لیے سنجیدہ نہیں رہا، پورا اسرائیلی منصوبہ ہی جنگ اور قتل کے استمرار پر مبنی رہا ہے، کسی کو اسرائیل کی نہ صرف جنگ بندی معاہدوں بلکہ بالعموم نام نہاد "امن عمل" کو سبوتاژ کرنے کی طویل تاریخ سے آگے دیکھنے کی ضرورت نہیں، لیکن اسی دوران وہ فطرتاً کسی حل پر پہنچنے میں ہر طرح کی تمام ناکامیوں کے لیے فلسطینیوں کو ہی موردِ الزام ٹھہراتا ہے۔

۲۰۰۵ء میں اسرائیل کے غزہ کی پٹی سے باضابطہ انخلاء سے ایک سال قبل، جس سے علاقے سے اسرائیلی قبضے کے خاتمے کو قیاس کیا جاتا ہے، اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم ایریل

شارون کے سینئر مشیر ڈووویسگلاس نے روزنامہ ہاریٹز کو اس معاہدے کی تفصیلات ذکر کیں۔ ویسگلاس نے ہاریٹز کو بتایا:

’غزہ سے انخلاء کے منصوبے کی اہمیت امن عمل کو منجمد کرنے سے کسی درجے کم نہیں تھی۔‘

اس نے مزید کہا:

’اور جب آپ اس عمل کو منجمد کرتے ہیں، تو آپ فلسطینی ریاست کے قیام کو روک دیتے ہیں، اور پناہ گزینوں، سرحدوں اور یروشلم پر بات چیت کو روک دیتے ہیں۔‘

اور وہی ہوا:

’درحقیقت، اس پورے پیکیج کو جو فلسطینی ریاست کہلاتا ہے، اور اس کے ساتھ جو کچھ بھی وابستہ ہے، ہمارے ایجنڈا سے لامحدود مدت کے لیے ہٹا دیا گیا ہے...... یہ سب [امریکی]صدارتی حمایت اور دونوں ایوانوں کے کانگریس کی توثیق کے ساتھ ہوا ہے۔‘

یقیناً، آپ صرف سب کو قتل کر کے بھی اس سارے فلسطینی ریاست کے پیکج کو ایجنڈے سے ختم کر سکتے ہیں۔ اور جیسے جیسے نسل کشی میں تیزی آ رہی ہے جبکہ جنگ بندی مذاکرات کا اگلا دور جمعرات سے شروع ہونے والا ہے، نیویارک ٹائمز کا یہ کہنا کہ ’معاہدے پر پہنچنا شاید مشکل ہو سکتا ہے‘ دراصل حقیقت کو کم تر کر کے دکھانا ہے۔“

[Al Jazeera English]

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ امریکہ خود ثالث بن کر جنگ بندی کے لیے مذاکرات کروا رہا ہے۔ حالانکہ امریکہ ہی کی شہ پر اب تک اسرائیل پوری جرات سے فلسطینیوں کی نسل کشی کر رہا ہے اور اس میں استعمال ہونے والا اسلحہ بھی امریکہ ہی فراہم کر رہا ہے۔ مڈل ایسٹ مانیٹر پر امریکہ کی اس منافقانہ پالیسی اور غزہ کی صورتحال پر غزہ میں موجود ایک صحافی معتصم کی تحریر سے اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

The US is not a credible ceasefire mediator, but a genocide partner | Motasem A Dalloul

”امریکہ مذاکرات کی سربراہی کر رہا ہے اور اس کو صرف اسرائیل کی سلامتی اور خطے میں اپنے مفادات کی فکر ہے۔ امریکہ کو فلسطینیوں اور عربوں کی بھلائی کی ہرگز بھی پرواہ نہیں۔ چاہے جو بھی ہو۔

اس کی جنگ بندی کی کوششوں میں شمولیت کا جائزہ لیا جائے تو بعض کا ماننا ہے کہ امریکہ واقعی جنگ بندی اور غزہ میں خونریزی اور اسرائیل کی جانب سے نسل کشی کے خاتمے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ تاہم، صورتحال کی حقیقت اس کے برعکس ہے۔ منافقت: امریکہ صرف وقت حاصل کر رہا تھا جس کی ضرورت اسرائیلی وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو کو مشن مکمل کرنے کے لیے تھی، یعنی غزہ میں فلسطینی مزاحمت سے چھٹکارا حاصل کرنا۔

نسل کشی کے آغاز سے ہی، امریکہ نے غزہ کے مقبوضہ اور شدید محصور علاقے میں ’طویل‘ اور ’تباہ کن‘ جنگ کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا، کیونکہ خطے میں یہ واحد مقام ہے جو اسرائیل اور امریکہ کے استعماری منصوبوں کی راہ میں کانٹے کی حیثیت رکھتا ہے۔

لہٰذا، ابتدائی مرحلے میں، امریکہ نے ۷ اکتوبر کو ہونے والی فلسطینی مزاحمت کی کاروائی کو حماس سے چھٹکارا پانے کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا، چاہے اس کوشش کی کتنی ہی انسانی اور مالی قیمت کیوں نہ چکانی پڑ جائے۔“

[Middle East Monitor]

فلسطین

اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں کی حالتِ زار

یوں تو اسرائیل کی قید میں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ اذیت ناک، انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے، لیکن سات اکتوبر کے بعد سے جس غیر انسانی سلوک سے فلسطینی قیدی گزر رہے ہیں اس نے گوانتاناموبے اور ابوغریب کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ پچھلے کچھ ماہ سے زندہ بچ کر آ جانے والے فلسطینی قیدی بھی وہاں کیے جانے والے مظالم کی تفصیلات میڈیا کو بتا رہے ہیں۔ خصوصاً ’سدی تیمان حراستی مرکز‘ جہاں فلسطینی قیدیوں کو رکھا جاتا ہے، وہاں جنسی زیادتی اور تشدد کے ایسے واقعات قیدیوں نے بتائے ہیں کہ روح کانپ اٹھے۔ لیکن مغربی دنیا اور عالمی حقوق کی تنظیمیں اندھی اور بہری ہو چکی ہیں۔ فلسطینی قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کو تجزیہ نگاروں نے موضوعِ قلم بنایا ہے۔ اقتباسات ملاحظہ کریں:

A call for collective global action in support of Palestinian prisoners | Qadura Fares

”جن فلسطینیوں کو رہا کیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ ان پر جو گزرا وہ ابو غریب اور گوآنتانامو حراستی مراکز میں ہونے والی چیزوں سے زیادہ ہولناک تھا، جہاں امریکی افواج عرب اور دیگر مسلم مردوں کو تشدد کا نشانہ بناتی تھیں اور غائب کر دیتی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی گواہی دی کہ بعض حراست میں لیے گئے افراد کو تشدد اور شدید مار پیٹ کے ذریعے قتل کیا گیا۔ بیت الحم سے تعلق رکھنے والے ایک قیدی، معزز ابیت نے، جنہیں جولائی میں رہا کیا گیا، الزام لگایا کہ بن گویر نے ذاتی طور پر اس پر تشدد میں شرکت کی۔

اسرائیلی حکام نے قیدیوں کے وکلا، خاندان، اور یہاں تک کہ طبی عملے، بشمول ریڈ کراس کو قیدیوں سے ملاقات کی اجازت دینے سے انکار کر رکھا ہے۔ انہوں نے اجتماعی سزا کے اقدامات کیے ہیں، ان کے خاندانوں کے گھر تباہ کیے ہیں، ان کے رشتہ داروں کو گرفتار کیا ہے اور انہیں یرغمال رکھا ہے، اور کچھ کو خفیہ حراستی کیمپوں اور فوجی اڈوں میں غیر قانونی طور پر منتقل کیا ہے بغیر یہ بتائے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے جارہا ہے، جو کہ جبری گمشدگی کے جرم کے زمرے میں آتا ہے۔

مختلف انسانی حقوق کی تنظیموں کی مذمتوں کے باوجود، بن گویر اور اسرائیلی حکومت کے باقی اراکین نے ان پالیسیوں پر اصرار کیا ہے۔ بن گویر نے یکم جولائی کو بیان دیا کہ:

’قیدیوں کو سر میں گولی مار کر ہلاک کیا جانا چاہیے اور فلسطینی قیدیوں کی سزائے موت کا بل پارلیمنٹ کو منظور کرنا چاہیے، تب تک ہم انہیں زندہ رہنے کے لیے کم سے کم کھانا دیں گے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔‘

اسرائیل نے، جو کہ ایک قابض طاقت ہے، بڑے پیمانے پر حراست کے ذریعے ۱۹۶۷ء سے فلسطینی سماجی، معاشی اور نفسیاتی ساخت کو منظم طور پر تباہ کیا ہے۔ تب سے لے کر آج تک دس لاکھ سے زائد فلسطینی گرفتار کیے جا چکے ہیں، ہزاروں کو انتظامی حراست کے تحت طویل عرصے تک کے لیے یرغمال بنایا گیا، اور ۲۵۵ قیدی اسرائیلی جیلوں میں ہلاک ہوئے۔

فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی جرائم اکتوبر ۲۰۲۳ء میں شروع نہیں ہوئے بلکہ یہ ۱۹۴۸ء سے بھی پہلے سے شروع ہونے والی نسل کشی، بے گھر کر دینے اور نسل پرستانہ نظام کے ایک منظم عمل کا تسلسل ہیں۔

اسرائیل کو ان بھیانک جرائم کے ساتھ بچ کر نکلنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔‘‘
[Al Jazeera English]

فی قیدی تین چمچ چاول | وسعت اللہ خان

’’ایک لیک وڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہے۔ اسے اسرائیل کے چینل بارہ پر ایک رپورٹ کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ لگ بھگ تیس فلسطینی قیدی گودام نما ہال میں اوندھے بندھے پڑے ہیں۔ سب کی آنکھوں پر پٹی ہے۔ کیمپ کی حفاظت پر مامور اسرائیل کے ریزرو یونٹ نمبر سو کے دس سے گیارہ فوجی اس ہال میں داخل ہوتے ہیں اور ایک قیدی کو بازوؤں سے پکڑ کے ہال کے ایک کونے میں لے جاتے ہیں۔ ان فوجیوں نے نگراں کیمروں سے بچنے کے لیے اپنے اوپر حفاظتی ڈھالیں تانی ہوئی ہیں۔ دوسرے منظر میں لیٹے ہوئے قیدی کے اوپر تین ڈھالیں ہیں اور ان کے سائے تلے جو دو فوجی نظر آرہے ہیں وہ کوئی کارروائی کر رہے ہیں۔

جب اس قیدی کو کئی گھنٹے بعد حالت انتہائی غیر ہونے کے سبب جیل کے ہسپتال پہنچایا جاتا ہے اور ڈاکٹر معائنہ کرتے ہیں تو خود انھیں یقین نہیں آتا کہ کس طرح کوئی نوکیلی دھاتی شے کسی انسان کی پشت میں ایسے گھسائی جائے کہ اس کی انتڑیاں تک ادھڑ جائیں اور مسلسل خون رسنے سے دھڑ مفلوج ہو جائے۔

جب خاردار تاروں کے پار کی دنیا نے یہ ویڈیو رپورٹ دیکھی تو عراق کی ابوغریب جیل اور گوانتاناموں میں تشدد کو اگلے لیول تک پہنچانے والے ملک امریکہ کی وزارتِ خارجہ کے ترجمان میتھیو ملر کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ شاگرد (اسرائیل) گرو (امریکہ) سے اس میدان میں بھی بازی لے گیا۔ ترجمان نے میڈیا کا منہ بند کرنے کے لیے کہا کہ قیدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی اور ریپ جیسی اذیتوں کی بابت امریکہ کی پالیسی ’زیرو ٹالرنس‘ ہے۔ امید ہے اسرائیلی فوج کا محکمہ انصاف مجرموں کو جلد از جلد کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔

مگر خود اسرائیل میں کیا ہوا؟ ملٹری پولیس نے سدی تیمان کیمپ میں متعین دس ریزرو فوجیوں کو حراست میں لے لیا۔ ان میں سے تین کو رہا کر دیا گیا۔ باقی سات کے خلاف ہنوز چھان بین جاری ہے اور باضابطہ فردِ جرم دو ہفتے بعد بھی عائد نہیں ہو پائی۔ سیکڑوں اسرائیلی شہریوں نے سدی تیمان کیمپ کو گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے قومی جھنڈے بلند کیے ہوئے تھے اور گرفتار ’ریپ ہیروز‘ کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔

......اگر انتہائی ’بااخلاق فوج‘ لاکھوں لوگوں کو گھروں سے بے دخل کر کے سرحد پار دھکیل سکتی ہے، ہزاروں عورتوں بچوں کو غیر معینہ عرصے تک قید رکھ سکتی ہے، نسل کشی کے لیے ہر دم تیار ہے اور ریپ سمیت ہر ممکن ہتھیار آزما سکتی ہے تو سوچیے اگر یہی فوج ’بد اخلاق‘ ہوتی تو کیا کیا نہ کرتی؟

یہ کوئی ایک قید خانے کی داستان نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اسرائیل کو اس وقت غزہ نامی دنیا کی سب سے بڑی جیل میں بند تئیس لاکھ قیدیوں کی زندگیوں سے کھیلنے اور بھوک پیاس اور دواؤں کے قحط سے مارنے کی کس قدر لامتناہی کھلی چھوٹ ہے۔

......کسی بھی جیل میں بین الاقوامی ریڈ کراس کا داخلہ بند ہے، اندر کی خبریں یا تو چھوٹنے والے قیدیوں یا ضمیر کے ہاتھوں نوکری چھوڑنے والے گنتی کے پہرے داروں کے ذریعے رستی رستی پہنچ جاتی ہیں۔ مثلاً ایک جیل سے باہر آنے والے ایک زندہ قیدی عاطف اواد کے مطابق گیارہ قیدیوں کو روزانہ دو پلیٹ بھر چاول ملتے ہیں۔ یعنی فی کس تین چمچے چاول۔ عاطف جب قید سے نکلا تو اس کا وزن پچیس کلو تک کم ہو چکا تھا۔ گھر والے بھی نہ پہچان پائے۔

اسرائیلی وزیرِ خزانہ بیزل سموترخ نے تازہ بیان میں کہا ہے کہ جب تک اسرائیلی یرغمالی رہا نہیں ہوتے بیس لاکھ فلسطینیوں کو بھوکے مارنا جائز ہے۔ یورپی یونین کے وزیر خارجہ جوزف بوریل

اور جرمنی و فرانس کے وزرائے خارجہ نے اس بیان کی مذمت کرتے ہوئے نیتن یاہو حکومت سے وزیر کی بجائے وزیر کے بیان سے لاتعلقی کا مطالبہ کیا ہے (ایک زوردارِ قہقہہ بر اشرافیہِ غرب)۔

ایسا نہیں کہ مسلمان ممالک اس المیہِ عظیم سے لاتعلق ہیں۔ گزشتہ ہفتے جدہ میں اسلامی کانفرنس وزرائے خارجہ کے یک روزہ غیر معمولی ہنگامی اجلاس میں ایک بار پھر موئے اسرائیل کو اسی طرح بد دعائیں دی گئیں جس طرح دوپٹے پھیلا پھیلا کے ردالیاں لاش پر بین کرتی ہیں۔"

[روزنامہ ایکسپریس]

فلسطین | غزہ میں آگ اور خون کا کھیل

سرکاری اندازے کے مطابق غزہ میں تادم تحریر شہداء کی تعداد چالیس ہزار چھ سو سے زائد ہو گئی ہے۔ جبکہ ایک اندازے کے مطابق حقیقت میں ملبے تلے دبی ہوئی لاشوں کی تعداد، مختلف بیماریوں اور طبی وسائل کی محرومی سے جانوں کا ضیاع اور بھوک اور خوراک کی کمی کی وجہ سے جاں بحق ہونے والوں کی تعداد کو اگر ملا دیا جائے تو ایک لاکھ چھیاسی ہزار کی تعداد بنتی ہے۔ اسی طرح زخمیوں کی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ اقوام متحدہ کے مطابق اسرائیلی بمباری سے غزہ کی دو تہائی عمارتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ تقریباً چار کروڑ بیس لاکھ ٹن ملبہ جمع ہو گیا ہے۔ اس سارے ملبے کو اٹھانے میں پندرہ سے بیس سال لگ سکتے ہیں۔ ان اعداد و شمار سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غزہ میں کیا قیامت برپا ہے۔

روزنامہ نئی بات میں ڈاکٹر لبنیٰ ظہیر لکھتی ہیں:

بھاڑ میں جائیں انسانی حقوق! | ڈاکٹر لبنیٰ ظہیر

"ایک لمحے کے لئے سوچیں کہ کیا یہ ظلم کی انتہا نہیں ہے کہ انسان کے بچے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے رہیں، لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگے؟ قاتل سے کوئی جواب دہی اور پوچھ گچھ نہ ہو؟ الٹا اسے تھپکی دی جائے۔ یعنی چالیس ہزار لوگوں کا خون اس قدر معمولی بات ہے۔ اطلاعات آتی ہیں کہ اسرائیل کی بمباری کے بعد انسانی اعضاء اور کٹی پھٹی لاشیں متاثرہ علاقے میں بکھر جاتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی لاشوں کے ٹکڑے پھیل جاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا لہو، ان کی لاشیں، ان کے بچوں کے جسموں کے ٹکڑے دنیا کی نظر میں نہایت ارزاں ہیں۔ اس مغربی دنیا کی منافقت ملاحظہ کریں، دنیا کے کسی خطے میں کسی انسان پر کوئی ظلم ہوتا ہے تو طاقت ور ممالک اور انسانی حقوق کی تنظیمیں چیخنے چلانے لگتی ہیں۔ کسی عورت کے ساتھ کوئی واقعہ ہو جائے تو آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ مختاراں مائی اور ملالہ جیسے واقعات پر یہ ممالک اور ان کی تنظیمیں سالہا سال بلکہ دہائیوں تلک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ ہمیں کٹہرے میں کھڑا رکھتی ہیں۔ ہمیں شرمندہ بلکہ ذلیل و رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔ لیکن غزہ میں اسرائیل کی بمباری سے ہزاروں خواتین اور بچے ہلاک ہو جائیں، تب کسی کی زبان نہیں ہلتی۔ کشمیر میں ہونے والے مظالم پر بھی ان ممالک کا یہی طرزِ عمل ہے۔

......اسرائیل کی ڈھٹائی دیکھیں کہ یہ غزہ میں امدادی سامان کی ترسیل میں رکاوٹ ڈالتا ہے، یہ ادویات وغیرہ کی بروقت فراہمی میں رخنہ ڈالتا ہے، یہ ہسپتالوں کے انکیوبیٹر میں پڑے نومولود بچوں کے لئے آکسیجن کی ترسیل روکتا ہے، یہ حاملہ خواتین کو دورانِ آپریشن بے ہوش کرنے والی دوا یعنی انیستھیزیا کی فراہمی میں رکاوٹ ڈالتا ہے، یہ عالمی میڈیا کو اپنی شرائط پر غزہ تک رسائی دیتا ہے، یہ غزہ میں بجلی، پانی اور ایندھن کی بندش کرتا ہے، یہ کسی قانون، کسی ضابطے کو گھاس نہیں ڈالتا لیکن اس سب کے باوجود، آج بھی امریکہ، برطانیہ اور دیگر طاقتور ممالک اس کی پشت پر کھڑے ہیں۔ اس کو غیر مشروط امداد اور حمایت کی یقین دہانی کرواتے ہیں۔

دوسری طرف پونے دو ارب آبادی کے حامل ۵۷ مسلمان ممالک ہیں۔ بیشتر ممالک تیل وغیرہ کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ان میں سعودی عرب جیسے اچھے خاصے اثر و رسوخ کے حامل ممالک بھی ہیں۔ پاکستان جیسے ایٹمی قوت رکھنے والے ممالک بھی۔ لیکن یہ سب صم بکم کی تصویر بنے فلسطین میں جاری خونی کھیل دیکھ رہے ہیں۔ مسلمان ممالک وقتاً فوقتاً تھوڑی بہت بھاشن بازی یا بیان بازی کرتے ہیں۔ کوئی ایک آدھ قرارداد بھی منظور کر لیتے ہیں۔ امدادی سامان بھی بھجوا دیتے ہیں۔ تاہم عملی طور پر مسلمان ممالک کی طرف سے کوئی اقدام دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ ممالک خود تفرقے کا شکار ہیں۔ ان کے مابین اسلامی بھائی چارے اور اخوت نامی رشتہ قائم نہیں ہے۔ متحدہ عرب امارات، سوڈان، مراکش اور بحرین کے اسرائیل کے ساتھ باقاعدہ سفارتی روابط قائم ہیں، مزید مسلمان ممالک اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے خواہشمند ہیں، پاکستان میں بھی ایسی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں۔ اس صورتحال میں اسرائیل کو کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔ وہ فلسطینیوں پر بمباری کرئے، معصوم بچوں کو ذبح کرے، یہاں تک کہ نہایت دیدہ دلیری سے اسماعیل ہنیہ کو قتل کر ڈالے۔ اسے بخوبی معلوم ہے کہ اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔"

[روزنامہ نئی بات]

یوں تو غزہ کے مسلمانوں پر ہر روز ہی بمباریوں، تباہی، دربدری، بھوک اور افلاس میں اضافہ ہو رہا ہے، لیکن واقعات و شواہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ فلسطینی خواتین اور بچے اسرائیل کا خاص ٹارگٹ ہیں۔ پناہ گزین کیمپ ہوں یا سکول و ہسپتال کوئی جگہ بھی محفوظ نہیں۔

الجزیرہ کے مطابق، اس وقت غزہ کے پچاسی فیصد سکولوں کو اسرائیل نے خصوصی نشانہ بنا کر تباہ کر دیا ہے۔ جہاں ہزاروں پناہ گزین رہ رہے تھے۔ یہ صاف صاف نسل کشی اور قتل عام ہے۔ دس اگست کو اسی طرح کے ایک حملہ میں اسرائیلی فوج نے التبعین سکول پر عین فجر کے

وقت بمباری کی، جبکہ بالائی منزل میں خواتین اور بچے تھے اور زیریں منزل میں فجر کی جماعت کھڑی تھی۔ بمباری نے پہلے بالائی منزل کو نشانہ بنایا پھر جب وہ تباہ ہو گئی تو زیریں منزل کو تباہ کیا۔ اس بمباری میں سو سے زائد فلسطینی شہید ہوئے، جبکہ سینکڑوں زخمی ہوئے۔ نجانے کس قسم کا دھماکہ خیز مواد استعمال کیا گیا کہ لاشیں تک گل گئیں اور پہچان کے قابل نہ رہیں۔ اس قدر ہولناک منظر تھا کہ ان کی مدد کو جانے والے بھی اس قدر ذہنی صدمے کا شکار ہوئے کہ ان کے لیے مدد کرنا مشکل ہو گیا۔

وسعت اللہ خان اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

فرض کرلیں یہ آپکے پیارے کی لاش ہے | وسعت اللہ خان

”سات اکتوبر کے بعد سے اب تک دربدر بیس لاکھ سے زائد فلسطینیوں میں سے اکثر نے ہسپتالوں، عبادت گاہوں اور سکولوں میں پناہ لی۔ مگر ان کے لیے ان پناہ گاہوں میں بھی پناہ کہاں؟

چوتھے جنیوا کنونشن کے مطابق تعلیمی اداروں کو کسی بھی نوعیت کی جنگ میں براہِ راست نشانہ بنانا جنگی جرائم میں شامل ہے۔ مگر مقبوضہ فلسطین سے متعلق اقوامِ متحدہ کی خصوصی ایلچی فرانچیسکا البنیز کا کہنا ہے کہ امریکی اور یورپی ہتھیاروں سے مسلح اسرائیل نے تاک تاک کر ایک ایک محلے، ہسپتال، سکول، پناہ گزین کیمپ اور سیف زونز کو نشانہ بنایا۔ اگر یہ نسل کشی نہیں تو پھر نسل کشی کیا ہوتی ہے؟

یونیسیف کے مطابق چھ جولائی تک اسرائیل نے پانچ سو چونسٹھ اسکولوں کو براہ راست نشانہ بنایا۔ ان میں تین سو نو سرکاری سکول، ایک سو تاسی اقوام متحدہ کے تحت چلنے والے سکول اور اڑسٹھ نجی سکول شامل ہیں۔ جب کہ جولائی سے اگست کے وسط تک پندرہ مزید سکولوں کو نشانہ بنایا گیا۔

تازہ ترین حملہ گزشتہ ہفتے ال تلبینی سکول پر کیا گیا۔ سو سے زائد عورتیں اور بچے شہید ہوئے۔ اکثر کی لاشیں اس بری طرح جل کے ریزہ ریزہ ہو گئیں کہ رضاکاروں نے لواحقین کو سرمہ ہونے والی ہڈیاں تھیلوں میں بھر کے دیں اور تلقین کی کہ فرض کر لیں کہ یہ ان کے پیارے کی لاش ہے۔ اس حملے میں جو بم استعمال ہوئے ان کے سبب تین پورے پورے خاندان راکھ کی صورت فضا میں تحلیل ہو گئے۔“

[روزنامہ ایکسپریس]

یہ واقعہ کس قدر تکلیف دہ اور تباہ کن تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسرائیل نے اس سکول پر کل تین بم گرائے اور ہر بم ۹۰۷ کلوگرام وزنی تھا۔ زخمیوں میں بھی بہت سے اس قدر نازک حالت میں ہیں کہ ان کی زندگیاں بچانی بھی مشکل ہو رہی ہیں۔ درجنوں کے جسم کے حصے کٹ گئے اور بہت سوں کے جسم پارچوں سے بھرے ہوئے ہیں جبکہ طبی امداد بھی وسائل کی کمی کی وجہ سے نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس واقعہ کے بعد برطانوی صحافی اور سیاستدان جارج گیلووے نے سوشل میڈیا پر ایک ٹویٹ لکھی جس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”اگر مسلم دنیا سیاسی اعتبار سے کوئی حقیقی چیز ہوتی، تو آج صبح غزہ میں فجر کی نماز پڑھنے والے ایک سو سے زائد نمازیوں کا قتلِ عام آخری حد ہوتی۔ زمین اب انتقام کے لیے لرز اٹھتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوگا......“ [George Galloway]

جارج گیلووے کا یہ بیان امتِ مسلمہ بالخصوص مسلم ممالک کے حکمرانوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے کہ جن کی بے شرمی و بے غیرتی ساری دنیا کے سامنے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ منافقین کا ٹولہ امتِ مسلمہ کی طاقت اور وسائل پر قابض ہوا بیٹھا ہے اور اپنے اپنے ملکوں میں مسلمانوں کی غزہ کے لیے اٹھائی گئی ہر آواز پر قدغن لگا رہا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہر مسلم ملک میں رہنے والے عوام اٹھیں، علماء اٹھیں اور ایسے بے غیرت حکمرانوں کو اقتدار سے بے دخل کر دیں۔

آج نہیں تو کل فلسطین کے مظلوموں کی آہ و بکا ہی ان حکمرانوں کے انجام کا تازیانہ ثابت ہوگی کیونکہ مظلوم کی آہ اور عرش کے درمیان کوئی شے حائل نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆

ہم شہادت سے محبت کرتے ہیں!

اگر فیصلہ یہ ہے کہ غزہ کو جھکایا جائے، اور فلسطینی عوام کو دبا دیا جائے، تو ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ہم صرف اللہ کے سامنے جھکتے ہیں! ہم صرف اللہ کے سامنے جھکتے ہیں! اور یہ تمام فیصلہ سازوں پر، جو فلسطین کے اندر اور باہر ہیں، اس موقع کا پیغام سمجھنا لازم ہے!

ہاں، ہم ایک ایسی قوم ہیں جو موت سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی کہ ہمارے دشمن زندگی سے محبت کرتے ہیں۔ ہم شہادت سے محبت کرتے ہیں! بالکل اپنے قائدین کی طرح جو اس راستے پر شہید ہو گئے

شیخ اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ

دورۂ وحشت نے آلیا

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

۲۱ویں صدی کا ورود بڑے دھوم دھڑکے سے ہوا تھا، دجالیت اپنے تمام آلاتِ حرب وضرب، وحشیانہ مظالم بھری بے لگام جنگیں، اخلاقی سطح پر طوفان ہائے بدتمیزی، رقص و سرود، فاشی و برہنگی، LGBTQ کی غلاظت، حکمرانوں سے لے کر نظام تعلیم تک پر سیاہ گھٹا بن کر اٹھی۔ بدترین اعمال خوبصورت رنگین اصطلاحوں اور اشتہاری دنیا کی گھن گرج میں متعارف ہوئے۔ شیطانیت اپنے ازلی وعدوں کے ساتھ مجسم ہر ہاتھ میں، ہر دیوار پر سیاہ اسکرین پر جگمگاتی موجود۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (سورۃ الحجر: ۳۹، ۴۰)

”میں زمین میں ان کے لیے ضرور دل فریبیاں پیدا کروں گا اور ضرور میں ان سب کو بہکاؤں گا سوائے تیرے ان بندوں کے ان میں سے جن کو تو نے اپنے لیے خاص کر لیا۔“

اللہ نے بھی اسے کھلی چھٹی دی، جبھی آج ہم وہ سب دیکھنے پر مجبور ہیں جسے رب تعالیٰ کی زمین پر ہوتے دیکھنا ایک عذاب ہے۔

وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝

(سورۃ الإسراء: ۶۴)

”بہکالے جس کو تو بہکا سکتا ہے ان میں سے اپنی دعوت سے۔ اور چڑھا لا ان پر اپنے سوار اور پیادے۔ اور شریک بن جا ان کے مال و اولاد میں اور وعدے کر تا رہ ان سے۔ اور شیطان کے وعدے سب جھوٹے ہیں۔“

انسانیت منہ چھپائے پھرتی تھی۔ اخلاقی بحران میں ”می ٹو“ رگیدی گئی، خواتین کے احتجاج نے دنیا بھر کے مرد سیلیبریٹیوں، اداکار، رؤساء، حکمران سبھی کے مکروہ کردار بے نقاب کر دیے۔ حتیٰ کہ امریکہ (سپر پاور) کا المیہ یہ ہے کہ ری پبلکن کو صدارتی امیدوار کے لیے ٹرمپ کے سوا کوئی نہ ملا جو اپنی بحرانی اخلاقیات کے ہاتھوں ”می ٹو“ عورت کو چپ رہنے کی قیمت (Hush Money) دینے کے باوجود مقدمے میں ڈٹ کر بلیک میل ہوا۔ امریکہ نیٹو کی عسکری قوت کا بھرم افغانستان میں حیران کن شکست نے پرزے پرزے کر دیا۔ راز ہائے درون خانہ کھلتے گئے۔ مہذب دکھائی دیتے، انسانی حقوق کے دعویداروں کی گوانتاموبے، ابو غریب، بگرام کے وحشت اثر ظلم کی کہانیاں سامنے آگئیں، دھیان بٹانے کو دنیا میں LGBTQ کا وہ طوفان برپا کیا کہ پناہ بخدا! مگر پھر انسانی ضمیر نے قے کر دی۔ اتنی بدبودار غلاظت کو ہضم کرنا کس کے بس میں تھا؟ دنیا تھرّا اٹھی جب انبیاء کی سرزمین سے طوفانِ اقصیٰ نے ۷ اکتوبر کو تل ابیب کا قصد کیا۔ اس سے پہلے ہی فلسطین کی ۷۵ سالہ ظلم کی داستان امریکہ اور دنیا بھر کے اعلیٰ تعلیم یافتہ باشعور طبقے کی توجہ لے چکی تھی۔ ۲ تہلکہ خیز خطوط علم و دانش کی دنیا میں بلند پایہ ماہرین تعلیم، مذہبی طبقہ معروف عوامی شخصیات کے ۴۵۹۳ دستخطوں کے ساتھ حقائق بیان کر رہے تھے۔ مشرق وسطیٰ کی سب سے بڑی نام نہاد جمہوریت اسرائیل نے جنگی جرائم کا جو ڈھکا چھپا کھیل مظلوم فلسطینیوں سے ۷۵ سال سے کھیلا، وہ دو خطوط ۲ اگست ۲۰۲۳ء اور دسمبر ۲۰۲۳ء میں پوری دنیا کے ملکھن کا درجہ رکھنے والے طبقے نے طشت از بام کر دیا۔

دنیا سے حقائق چھپانا اب ممکن نہ تھا، امریکہ میں سیاہ فام جارج فلائیڈ کے بہیمانہ قتل کے خلاف اٹھی زبردست تحریک کے ذریعے پہلے ہی امریکہ کی تاریخ کے سیاہ ترین ابواب نوجوان نسل نے سامنے لا رکھے۔ میڈیا اور عالمی اسٹیبلشمنٹ کی ملی بھگت کی اب دال گلنی ممکن نہ تھی۔ اسی دوران قطر میں عالمی فٹبال کے اکٹھ نے پہلی مرتبہ مسلمانوں اور اسلام کا مہذب چہرہ، مساجد، قرآن، خاندانی نظام دیکھا اور جھوٹے مغربی پراپیگنڈے کی قلعی کھلی۔ حقائق ۷ اکتوبر کے بعد مزید کھلتے چلے گئے، اسرائیل کا گھناؤنا، ہلاکو و چنگیز سے بدتر کردار، شہری آبادی، ہسپتال، تعلیمی ادارے، معصوم پھول سے بچے خون میں تربتر! دوسری جانب اہل غزہ کا بے مثل صبر و ثبات، ایمان، عقیدہ، فلسفۂ شہادت کی عظمت پر پوری دنیا دہل کر رہ گئی۔ اسرائیل کے لیے نفرت اور اہل غزہ سے محبت اور ان کے لیے ہمہ نوع مدد پر کمربستگی دیدنی ہے! اسرائیل کے خلاف ساری مہمات مغربی نوجوان نسل نے اٹھائیں! امریکہ، یورپی یونین، مغربی حکمران اور ان کا میڈیا بے بس ہو گیا۔ اب دنیا نوجوانوں سے مغربی استعماریت اور استحصال کی تاریخ پڑھ رہی ہے۔ استقامت کے مناظر نے اہل غزہ کے مشکبار لہو کی خوشبو سے دنیا معطر کر دی ہے۔ ادھر ان جذبوں کی تپش مغربی نوجوانوں کو انقلاب کی نئی راہیں سجھا رہی ہے۔ اپنے حکمرانوں کی تذلیل اور اسرائیل سے نفرت، استحصالی معیشت پر بھی زبردست ضرب پڑ رہی ہے۔ میکڈونلڈز نے اسرائیلی فوجیوں کو مفت کھانا کھلانے پر دنیا بھر میں بائیکاٹ تحریک کے ہاتھوں اربوں ڈالر کا خسارہ اٹھایا۔ صرف مسلم ممالک بشمول ایٹمی پاکستان میکڈونلڈز کو منافع فراہم فرماتے رہے! تفو بر شکم پرستی!

اسلام کے لیے احترام کی فضا ابھری، بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے حتیٰ کہ ہارورڈ لاء سکول (دنیا کا موقر ترین ادارۂ قانون) نے سورۂ نساء کی آیت ۱۳۵[1] کو لائبریری کے دروازے پر آویزاں کیا یہ کہتے ہوئے کہ یہ آیت تاریخ میں انصاف کا بہت بڑا اظہار ہے۔ اس بدلی ہوئی دنیا پر ابلیسی دجالی قوتیں بھنّا اٹھیں، انہیں یہ منظر بدلنا تھا۔ دنیا کی اسکرین سے فحش کاری کی جگہ اسرائیل وامریکہ کی مکروہ تصویر نفرت کے جوار بھاٹے اٹھا رہی تھی، سو پوری ڈھٹائی، بے حیائی سے دو اہتمام ہوئے۔ ایک کانگرس کے دونوں ایوانوں سے (غیر سرکاری سطح پر) تسلیم شدہ جنگی مجرم کا خطاب، بھرپور عزت افزائی دے کر ڈنکے کی چوٹ پر کروایا: امریکیوں کو دورۂ وحشت نے آلیا!

مگر اسے زبردست پذیرائی دینے (انسانیت کشی کے انعام میں کھڑے ہو کر تالیاں بجانے) کے باوجود ڈرامہ قبول نہ ہوا۔ ۲۱۲ ڈیموکریٹس میں سے ۱۰۰ اور ۵۱ سینٹ ڈیموکریٹس میں سے ۲۷ نے تقریر سنی یعنی تقریباً آدھی تعداد غیر حاضر رہی۔ سخت ترین تنقیدی پیغامات جاری کرنے والے مزید تھے۔ برنی سینڈرز نے نیتن یاہو کو جنگی مجرم اور جھوٹا قرار دیا، کہا کہ اسرائیلی اسے منصب سے ہٹانا چاہتے ہیں، وہ اپنی انتخابی مہم کے لیے کانگریس آیا ہے۔ نیتن یاہو کی مبنی بر کذب و افترا تقریر نے انسانی تاریخ کے سب سے بڑے جھوٹ پر امریکہ، اسرائیل اور گلوبل سرداروں کو ذلت کے گڑھے میں لے جا پھینکا۔ خود امریکی نائب صدر بھی کہہ اٹھی کہ وہ غزہ کی اذیت پر خاموش نہیں رہے گی۔ نیتن یاہو سے ملاقات میں غزہ کی بدحال دگرگوں انسانی صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا، ملک بھر میں امریکیوں نے نیتن یاہو یاترا سے اظہار برأت کیا۔

حتیٰ کہ راجیو گاندھی کی بیٹی معروف بھارتی سیاستدان پریانکا گاندھی بھی برس پڑی:

> ”امریکی کانگریس اور مغربی دنیا کی طرف سے اسرائیل کے بدترین ظلم کی انتہاؤں کو غیر متزلزل حمایت اور پشت پناہی دیتے ہوئے دیکھنا پوری دنیا کے لیے شرمناک ہے۔ دنیا کی ہر حکومت کا فرض ہے کہ پوری قوت سے یہ قتلِ عام رکوائے۔“

نیتن یاہو کی پذیرائی کانگریس میں غزہ کے قتلِ عام پر جشن منانے کے مترادف سمجھی گئی۔ امریکیوں نے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے نیتن یاہو کی جائے قیام واٹر گریٹ ہوٹل پر دنیا جہان کے کیڑے مکوڑے چھوڑ دیے، سفید سجے مہذب کھانے کے میز پر رنگین بھورے کالے پیلے کریہہ صورت کیڑے مکوڑوں کے ڈھیر تھے، سنگ مرمر کے حسین فرش بھی ایسا ہی منظر پیش کر رہے تھے۔ یہ خراج عقیدت تھا اسفل ترین قاتل کو خود گوروں کی طرف سے۔

دوسرا اہتمام دنیا کا دھیان غزہ سے ہٹا کر بداخلاقی پر مبنی تہذیب، فحاشی سے مذہبی تصورات لتھیڑ کر فرانس اولمپکس کی افتتاحی تقریب میں کیا گیا۔ یہ وار بھی اوچھا پڑا۔ ناقابل بیان LGBTQ سڑاند کو رنگین، دلفریب بنانے کی کوشش نے غزہ بھلانا چاہا تھا، اس کے لیے توہین رسالت کا بدترین مظاہرہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھری اسٹیج پر پیش کیا، عیسائی دنیا بھی چلّا اٹھی۔ مغربی بدمعاش ہر سطح پر چھا جانے کی تمنا میں ملعون ترین قرار پائے بلکہ سیرت و کردار کا تضاد مزید واضح ہو گیا۔ فرنچ بشپ کانفرنس میں شدید تحفظات کا اظہار کیا گیا کہ یہ تقریب بدنصیبی سے عیسائیت کا مذاق اڑانے پر مبنی تھی، جس پر ہم گہرے رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ مقدس ترین ہستی کی شان میں گستاخی ہم مسلمانوں کے لیے بھی سینے میں خنجر گھونپنے سے کم نہیں، بدکردار ترین یہودی جس نے یہ کرتوت کی دجالیت کا بدترین مکروہ چہرہ ہے۔ ان کا انجام بہت دور تو نہیں!

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)]

نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾

”اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جا رہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہٰذا ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو۔ اور اگر تم توڑ مروڑ کرو گے (یعنی غلط گواہی دو گے) یا (سچی گواہی دینے سے) پہلو بچاؤ گے تو (یاد رکھنا کہ) اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔“ (حاشیہ از ادارہ)

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقاء کی جنگ لڑی جارہی ہے!

(حصہ دوم)

فضیلۃ الشیخ سیف العدل (محمد صلاح الدین زیدان)

بحر احمر کی حکمتِ عملی

بحر احمر سلامتی کے لحاظ سے نیز سیاسی اور اقتصادی حوالے سے بہت سی خصوصیات کا حامل ہے، اس کی تزویراتی حکمتِ عملی کو بنانے میں ان نزاکتوں کو مدِ نظر رکھنا از بس ضروری ہے، تاکہ امتِ مسلمہ اور بقیہ دنیا دونوں کے مقاصد پورے ہوں۔ دنیا کو تو بس ایک ایسی پر امن بحری گزر گاہ چاہیے جہاں تجارتی سرگرمیاں بلاتوقف جاری رہیں، جبکہ امتِ مسلمہ کے لیے سب سے پہلی ترجیح اپنے مقدسات کی حفاظت اور سلامتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ایک صبح اٹھ کر دیکھیں تو مغرب کے بحری بیڑے اور صہیونیوں کے جنگی جہاز مسلمانوں کے قبلے، اللہ کے حرمت والے گھر اور نبی کریم ﷺ کے روضے کی سلامتی کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہوں (لاقدر اللہ)، جیسا کہ آج یہ اپنے انہی جنگی آلات سے فلسطین کا محاصرہ کر کے مسجد اقصیٰ کے انہدام (لاقدر اللہ) اور ہیکل کی تعمیر کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ بحر احمر میں کفار کی تجارتی (چہ جائیکہ جنگی) کشتیوں کا محض گزرنا بھی ایک بھیانک نتائج کی حامل تزویراتی غلطی ہے، اگر فرزندانِ امت نے اس خطرے کے آگے بند نہ باندھا تو ہمارے بدترین اندیشے جلد حقائق کا روپ دھار لیں گے اور ہم اقصیٰ اور غصب شدہ اسلامی خطوں کی آزادی کی تحریک میں تو کیا شمولیت کریں گے، ہم (خدانخواستہ) عملاً مقدس ترین خطۂ ارضی بیت اللہ شریف کے امن وسلامتی کو بھی کھو دیں گے! خبیث سلمان اور فسق وفجور کے داعی اس کے مجرم بیٹے کے کرتوتوں کے اصل ہدف کا ہم اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ دونوں 'وہ کچھ' کر رہے ہیں جو یہود اہلِ فلسطین کے ساتھ نہیں کر پائے، یہ خبیث حرمین کے بیٹوں کی غیرت وشرافت کا قتل کر رہے ہیں، تاکہ حرم کو کوئی پاسبان نہ مل سکے۔

بحر احمر خالص اسلامی سمندر ہے، جس میں مسلمانوں کا کوئی ساجھے دار نہیں، اسے آٹھ اسلامی ممالک گھیرے ہوئے ہیں: شمال کی جانب سے (مصر، فلسطین اور اردن)، مشرقی طرف سے (حجاز ویمن)، مغرب کی سمت سے (مصر، سوڈان، اریٹیریا اور صومالیہ)، جنوب کے رخ سے (صومالیہ اور عدن)۔ بحر احمر کا مسلمانوں کے مقدس ترین مقامات (حرمین شریفین) کے دفاع میں بنیادی کردار ہے، یہ مکہ ومدینہ کی سلامتی کا ضامن اور بیت اللہ شریف[1] کی حفاظتی باڑھ ہے، یہاں مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو جہازرانی کی اجازت دینا درست نہیں۔ اور دشمن کے جنگی جہازوں کو اس میں داخل ہونے سے روکنا واجب ہے، ہم دشمن کی کشتیوں کو بھلا کیسے اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ بیت اللہ شریف سے محض ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہوں؟

چونکہ تجارتی کشتیاں بھی جاسوسی کے لیے استعمال ہوتی ہیں اور ہم پر لازم ہے کہ ہم انہیں بحر احمر میں داخلے سے روکیں، اس لیے مصر اور یمن کے ذمے اس کے دونوں دروازوں کی حفاظت ہے، عدن کی بندرگاہ اس کا جنوبی جبکہ پورٹ سعید اور نہر سوئز اس کا شمالی دروازہ ہے۔ عدن اور پورٹ سعید ان دو شہروں میں سامان اتارا اور لادا جائے، ان دونوں شہروں کی بندرگاہوں میں جہازوں کے لیے بڑے بڑے پلیٹ فارم اور سامان رکھنے کے لیے دنیا کے سب سے بڑے تجارتی گودام ہوں، بحر احمر میں صرف اور صرف مسلمانوں کے جہاز حرکت کریں، تاکہ بیت اللہ شریف کی حفاظت کو یقینی بنایا جاسکے، ایسے شاندار اقتصادی منصوبے کو عمل میں لانے کی اجازت دی جائے جو عالمی تجارت میں مسلمانوں کے حقوق کا ضامن ہو، اور بحر احمر پر انہیں حقیقی معنوں میں سیاسی اور عسکری برتری دلائے، اس پر سے صہیونی تسلط کا خاتمہ کرے اور ان کی کشتیوں کی وہاں موجودگی کا راستہ روکے اور امت کو اس کی عظمتِ رفتہ کا کچھ حصہ واپس دلوائے۔

---

[1] جس دن ابن سلمان کعبہ کی چھت پر چڑھا اس نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو کئی پیغامات دیے، دشمنوں کو تو اس نے یقین دلایا کہ وہ پرانے وعدوں کی پاسداری کرے گا اور ان کی رضا کے حصول کے لیے سب حدیں پار کر کے مقدسات کے ساتھ آل سعود کے کھلواڑ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا اور مسلمانوں کے لیے اس کا پیغام اس ارشادِ خداوندی کا مصداق تھا: کیسے 'اور اگر انہیں تم پر غلبہ مل جائے تو یہ تمہاری بابت نہ ہی کسی رشتے ناطے کی پرواکریں اور نہ کسی معاہدے کی، یہ تو بس تمہیں اپنے منہ (کی باتوں) سے خوش کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دل (ان باتوں پر عمل سے) انکاری ہیں اور ان میں سے اکثر تو ہیں ہی نافرمان (اور بدعہد)' (سورۃ التوبۃ:۸)
اور چونکہ یہ حرام کاری پھیلاتے اور اسے پسند کرتے ہیں اس لیے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں اس آیت کا بھی مصداق بنائے: 'جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں برائی کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔' (سورۃ النور:۱۹) کیا یہی بدبخت بن سلمان اور اس کا دلال ترکی آلِ شیخ ہی نہیں جنہوں نے موسم الریاض میں بے حیائی اور زنا کی محفلیں منعقد کیں اور حجاز میں بحرِ احمر فیسٹیول منعقد کیا، حرم سے سو کلومیٹر سے بھی کم فاصلے پر جدہ میں، حرمِ مکی کا امام (سدیس) اور دوسرے بھی کئی سرکاری علماء اب بھی مسلمانوں کو اس کے شرعی حاکم ہونے کا دھوکہ دیتے ہیں اور اس کے لیے حرم کے منبر پر دعائیں کرتے ہیں۔
کیا آپ نے ملاحظہ کیا کہ سعودی ریاست کے قیام اور اس کے انہدام کے متضاد اسباب میں آل سعود اور آلِ شیخ کس طرح ایک دوسرے کے شریک ہیں؟

عرب کے شیطان، امارات کے حکمران، بن زاید اور اس کے گھٹیا شریک بن راشد آل مکتوم اور ان دونوں جیسے ہی ایک تیسرے، ریاض کے حاکم بن سلمان [2] کو لاحق سب سے بڑا خطرہ یمن کی نشاۃ ثانیہ اور اپنے پرانے تاریخی عہد کی طرف لوٹنا ہے۔ پہلے (بن زاید) کو تو یہ غم کھائے جارہا ہے کہ عدن کی بندر گاہ 'بندر گاہوں کے حوالے سے اس کی ساری کامیابیوں' پر پانی پھیر دے گی، کیونکہ مشرق و مغرب کو ملانے والی اہم ترین تزویراتی بندر گاہ کے طور پر اپنے سمندری کردار کی طرف عدن کے لوٹ آنے کا مطلب ہے دبئی کی بندر گاہ کی ضرورت وافادیت کا مستقل خاتمہ، یہی وجہ ہے کہ مکّلا کی بندر گاہ سے القاعدہ کو نکالنے کے لیے امارات کی عسکری قوتیں پوری شدت کے ساتھ حرکت میں آگئیں، تا کہ القاعدہ کا اثر عدن تک پھیل کر اسے اس کی سمندری قیادت واپس نہ دلا دے، اور دبئی کو عالمی تجارتی سرگرمی سے ہونے والی آمدنی سے محروم نہ کر دے، مکلا کے تجربے نے ان شیاطین کو اس وجہ سے بھی بطورِ خاص پریشان کیا کہ مجاہدین نے اعلیٰ اخلاق کے مظاہرے سے لوگوں کے دل و ذہن بھی جیت لیے تھے۔ اس لیے اب بن زاید ملکِ شام تک ایک متوازی خشکی کا راستہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے، جو دبئی کی تجارتی اہمیت کا محافظ اور اس کی معاشی ترقی کا ضامن ہو، لیکن یہ منصوبہ گراں خرچ اور پُر خطر ہے، کیونکہ یہ راستہ ان لوگوں کے رحم و کرم پر ہو گا جو بن زاید اور اس کے حلیفوں سے نفرت کرتے ہیں۔ بن سلمان کا مسئلہ یہ ہے کہ مالدار اور طاقت ور یمن جس کی عوام بھی مسلح ہے کا واضح مطلب ہے جزیرۂ عرب سے آلِ سعود کی حکومت و تسلط کا خاتمہ۔ اسی خوف کی وجہ سے علی عبد اللہ صالح کی حکومت کو رشوتیں دی جاتی رہیں تا کہ وہ یمنی قوم کی امنگوں کو پامال کر کے انہیں جزیرۂ عرب میں اپنا تاریخی کردار ادا کرنے سے محروم رکھے اور یمنی قوم بھی مصری قوم کی طرح خلیجی آقاؤں کے تابع رہے، لیکن جب بھی عظیم یمنی قوم نے اپنی صلاحیتوں کو دوبارہ حاصل کیا اور 'انصار الشریعہ' نے ان کی قیادت سنبھال لی تو اگلا پڑاؤ پھر 'ریاض' میں ہو گا اور تب...... دم مارنے کی بھی مجال کس میں ہو گی؟

خطے کی حکومتوں کی حالتِ زار

اسلامی معاشروں میں یہ عرف و عادت رائج رہی ہے کہ اگر کسی پڑوسی کے یہاں غم ہو اور دوسرے کی طرف خوشی کی تقریب تو غمزدہ پڑوسی کی رعایت کرتے ہوئے دوسرے پڑوسی اپنی خوشی کی تقریب کو مؤخر کر دیتے ہیں یا کم از کم علانیہ خوشی کا اظہار نہیں کرتے، لیکن ٹرمپ کے مقرر کردہ حاکمِ ریاض، بن سلمان کے زمانے میں ایک طرف اہلِ غزہ بدترین بمباری اور قتلِ عام کا سامنا کر رہے ہیں اور یہ بدبخت بے حیائی اور حرام کاری کے فروغ کے لیے پوری ڈھٹائی کے ساتھ 'ریاض فیسٹیول' کا انعقاد کر رہا ہے، پھر خود کو ایک طاقتور حکمران ظاہر کرنے کے لیے پوری بے شرمی کے ساتھ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی بحالی کو غزہ میں جنگ بندی سے مشروط کر رہا ہے، اور اس کا کوئی وقت بھی متعین نہیں کر رہا، اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ اگر ابھی بن سلمان اپنے تئیں غیرت کا ادنیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہے کہ جب میرے دونوں خونی آقا، نیتن یاہو اور بائیڈن اپنا جرم پایۂ تکمیل کو پہنچا لیں گے تب لازماً جنگ بندی ہو جائے گی۔ لیکن اگر تب بھی انہوں نے اس کی بات کو غیر اہم سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا تو یہ بن سلمان کیا کر سکے گا؟ کیا یہودی عورت کا دودھ پی کر پرورش پانے والے میں اتنی ہمت وغیرت ہے کہ وہ تب یہود سے تعلقات کی بحالی کے منصوبے سے دستبردار ہو جائے؟

بن سلمان کا سب سے خطرناک جرم یہ ہے کہ حرم کی پاسبان عوام جب بھی غزہ میں اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرنے یا بن سلمان کی طرف سے ان پر مسلط کی جانے والی حرام کاری کے خلاف نکلی تو ریاستی دہشت گردی کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے اسے دبا کر

ہماری امت کی تمام اقوام پر لازم ہے کہ وہ اسلحہ رکھیں اور اس کے استعمال میں مہارت حاصل کریں، تا کہ اللہ، اس کے دین اور امت کے ساتھ خیانت کرنے والے حکمرانوں کا راستہ روکا جاسکے۔ عسکری ذمہ داری امت کے کسی ایک گروہ میں محدود نہیں، بلکہ یہ فریضہ امت کے تمام بیٹوں پر عائد ہے۔

[2] جسے ٹرمپ کی طرف سے ریاض کا حاکم مقرر کیا گیا ہے اور اس نے امریکہ جا کر بڑے فخر کے ساتھ اپنی قوم سے کہا: میں نے حکومت اپنے آدمی کو سونپی ہے۔ حالانکہ ٹرمپ اور اس جیسے دوسرے امریکی صدور زیادہ سے زیادہ آٹھ سال حکومت کر پاتے ہیں، ریاض کے حاکم کے لیے عین ممکن تھا کہ اسے اور اس جیسے دوسرے صدور کو ان کے آٹھ سالہ حکومت کے دوران مناسب قیمت دے کر خرید لیتا، لیکن یہ سب تو تب ہوتا اگر یہ عرب حکمران واقعی آزاد ہوتے اور حکومت انہوں نے اپنے زورِ بازو اور شجاعت سے حاصل کی ہوتی، لیکن یہ تو وہ آلۂ کار بلکہ غلام ہیں جنہیں اپنے آقاؤں کے مفادات کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اور بھلا غلام اپنے آقا کو خرید سکتا ہے؟

[3] ہمارے مسلح عوام ہی تھے جنھوں نے دشمنوں سے لڑ کر انہیں دھول چٹائی، جیسا کہ افغانستان، صومالیہ اور مغربِ اسلامی میں ہوا، لہٰذا عالمِ اسلام اور عالمِ عرب کی حکومتوں نے قصداً اپنی عوام کے ہاتھوں سے اسلحہ چھینا ہے، تا کہ وہ ان کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں، اگر آپ کسی امریکی بچے سے بھی پوچھیں کہ تمہارے باپ نے گھر میں ایک سے زیادہ ہتھیار اور جنگی آلات کیوں ذخیرہ کر رکھے ہیں؟ تو وہ فوراً آپ کو جواب دے گا: تا کہ ہماری سیاسی حکومتیں اور ان کے پس پردہ آقا ہمیں اپنا غلام نہ بنا لیں۔ سو آنے والی تباہی سے بچنے کے لیے ہماری امت کی تمام اقوام پر لازم ہے کہ وہ اسلحہ رکھیں اور اس کے استعمال میں مہارت حاصل کریں، تا کہ اللہ، اس کے دین اور امت کے ساتھ خیانت کرنے والے حکمرانوں کا راستہ روکا جاسکے۔ **عسکری ذمہ داری امت کے کسی ایک گروہ میں محدود نہیں، بلکہ یہ فریضہ امت کے تمام بیٹوں پر عائد ہے۔**

بالکل چپ کروا دیا گیا اور فاسقوں کا ایک ٹولہ سلمان اور اس کے حرام کار بیٹے کے کرتوتوں پر خوش اور راضی ہے، یہ جزیرۂ عرب میں مسلمانوں کا حال ہے۔ **سوال یہ ہے کہ کوئی ایسا میدان بچا ہے جس میں مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں نے ناکامی اور ذلت نہ اٹھائی ہو؟ انہوں نے اپنے جرائم سے امتِ مسلمہ کو اپنی تاریخ کے بدترین موڑ پر لا کھڑا کر دیا ہے۔**

حالیہ ویٹو (۲۰ فروری ۲۰۲۴ء یعنی جنگ کے ۱۳۷ ویں دن) خلیجی حکام اور دیگر عرب و مسلم حکمرانوں کے سینوں میں پیوست ہونے والا کوئی نیا خنجر نہیں، بلکہ یہ تو ان کی ذلت و کم مائیگی پر لگنے والی مُہرِ تصدیق ہے، خلیجی حکام (جو کہ اپنے مغربی صہیونی اور یہودی آقاؤں کے آگے سب سے زیادہ جھکے ہوئے ہیں) اپنے آقاؤں کے پیر کے جوتے ہیں، انہیں اس جسارت کی اجازت نہیں کہ وہ موزے کے مقام تک پہنچیں، ان پر لازم ہے کہ جن آقاؤں نے انہیں آج تک اقتدار کی کرسی پر بٹھا رکھا ہے، ان کے ہاتھ چومتے رہیں، اگر انہوں نے ذرا بھی جرأت کی اور آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہ انہیں اس کرسی سے دھکے دے کر گرا دیں گے، یہی حال دیگر مسلم اور عرب حکام کا بھی ہے، بلکہ ہر وہ حاکم خواہ وہ کافر ہو، جس کی اپنی قوم اسے اقتدار میں نہیں لائی بلکہ مغرب انہیں اقتدار کی دہلیز تک پہنچایا ہے، قوت کے ذریعے اپنی قوموں پر مسلط یہ حکام اس طرح حکومت کرتے ہیں کہ ایک طبقے کو آسائشیں اور عیاشیاں فراہم کرتے ہیں اور بقیہ لوگوں کو غربت اور بھوک کے جال میں پھنسا دیتے ہیں، یہ مغربی بادشاہ گر انہیں امداد میں 'مناسب' اسلحہ بھی دیتے ہیں، امریکی استعمار اور اس کے سود خور یہودی آقا کے خلاف اس اسلحے کی آواز بھی نہیں نکلتی، بلکہ یہ صرف اپنے ہی عوام کو دبانے اور سبق سکھانے میں استعمال ہوتا ہے، یا پھر اگر صہیونی ان کے راجواڑوں کے درمیان جنگ کی چنگاری بھڑکا دیں تو ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوتا ہے، یا پھر انقلابات برپا کرنے اور اپنے لیے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم رکھنے والوں کے قتل کے لیے یہ اسلحہ کام آتا ہے، یہی ان حکام کی اوقات ہے، بالخصوص وہ جو اپنے آقاؤں کی خدمت میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں، انہیں مال اور مدد فراہم کرتے ہیں، ان کی اندھادھند فرمانبرداری کرتے ہیں، جو یہود اور بدھ مت کے معبد، ہندوؤں کے مندر اور عیسائیوں کے گرجے تعمیر کرتے ہیں اور وحدتِ ادیان کے پرچارک ہیں (متحدہ عرب امارات)، جو اباحیت اور اخلاق باختہ تفریحات سے اپنے لوگوں کے اخلاق بھی خراب کرتے ہیں اور ان کے لیے الحاد کو بھی آسان بناتے ہیں، (سعودی عرب، تیونس، مصر، اردن، پاکستان اور بالعموم پورا ہی عالمِ اسلام) کچھ حکام فٹ بال کے مقابلوں سے اپنی عوام کو غافل بناتے ہیں اور انہیں مغرب کی عادات و رسومات کا دلدادہ بناتے ہیں (قطر) یا پھر اپنا ملک صہیونیوں کو بیچ ڈالتے ہیں اور فقر، بھوک اور لاتعداد مصیبتوں میں ڈال کر اپنے لوگوں کو بالکل ہی تباہ کر دیتے ہیں (پاکستان، مصر، بنگلہ دیش، شام)، یا پھر فوج کے جرنیلوں کی جنگوں میں ڈال کر انہیں نچوڑ دیتے ہیں، تاکہ انہیں صہیونیوں کے سپرد کرنا آسان ہو جائے سوڈان، لیبیا)۔

کیا وائٹ ہاؤس کی کنیز، لنڈا گرین فیلڈ نے امریکہ کے غلام خلیجی حکام کے دل توڑ دیے؟ وہ حکمران جنہوں نے اپنی حکومتیں بننے سے پہلے ہی مغربی دنیا سے اتحاد کر لیا تھا، استعمار کے خلاف جنگوں میں یہ شریک نہیں ہوئے، بلکہ خلافتِ عثمانیہ کو گرانے میں ان کی مدد کی، اپنے آقاؤں کو جو مال اور خدمات یہ پیش کر رہے ہیں اور اپنے بحرانوں پر قابو پانے کے لیے جس طرح انہیں تیل اور گیس دے رہے ہیں...... اس سب کے باوجود لنڈا گرین فیلڈ نے ان کے دل توڑ دیے؟ نہیں، اس نے ان کے دل نہیں توڑے، کیونکہ صہیونی آقا جو بھی کرتے ہیں اس پر یا تو آقا و غلام پہلے سے متفق ہوتے ہیں ورنہ غلام دل سے آقا کے فیصلوں کو قبول کر لیتے ہیں، وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے 'کمزوری و درماندگی' کا سبق اس طرح سیکھا ہے کہ وہ ان میں رچ بس گئی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آقا کے بغیر ان کی زندگی کا دوام ممکن نہیں، آقا نے ہی انہیں عیاشی کا سامان اور اقتدار فراہم کیا ہے، سو ان کی آزادی و خود مختاری کی امنگ ہی ختم ہو چکی ہے۔ ان کی سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ صلیبی صہیونی جو جرائم کرنا چاہتے ہیں 'جلد از جلد' کر لیں، کہیں ان کی قومیں بیدار اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ بقیہ عرب اور اسلامی ملکوں کی حکومتیں جن کی عوام نے استعمار کے خلاف جنگیں لڑیں اور اب فقر و تنگدستی کا شکار ہیں، خلیجی ملکوں سے بہتر ہیں؟ ہر وہ فرد جس نے اپنے غزہ میں بستے بھائیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیا اور ان کی نصرت کی وہ خاموش رہنے والوں سے بہتر ہیں۔ خلیج میں بستی ہماری مخلص عوام پر لازم ہے کہ وہ صلیبی صہیونی اتحاد کے غلاموں کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کریں، کوئی کس قدر زورآور ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ کے طے کردہ رزق کو کسی بندے سے روک نہیں سکتا، آپ کے فلسطینی بھائی آپ کی مدد کے منتظر ہیں، عالمِ اسلام کے بیشتر مسائل میں آپ ہی مدد کے اہل تھے، سو اپنے حکمرانوں کی بات نہ مانیں، بلکہ ان پر چڑھ دوڑیں۔ ارشادِ باری ہے:

سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّيۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۞ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّالٍ ۞

(سورۃ الرعد: ۱۱،۱۰)

”تم میں سے کوئی چپکے سے بات کرے یا زور سے، کوئی رات کے وقت چھپا ہوا ہو یا دن کے وقت چل پھر رہا ہو، وہ سب (اللہ کے علم کے لحاظ سے) برابر ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے وہ نگران (فرشتے) مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے باری باری اس کی حفاظت کرتے ہیں، یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی

نہ لے آئے۔ اور جب اللہ کسی قوم پر کوئی آفت لانے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا ٹالنا ممکن نہیں اور ایسے لوگوں کا سوائے اس کے اور کوئی رکھوالا نہیں۔"

کہاں ہیں عرب فوجیں؟ آج ہی کے لیے تو انہیں تشکیل دیا گیا تھا۔ لیکن افسوس! ہماری فوجیں تو بس اپنے عوام کو کچلنے اور آپسی جنگوں کے لیے بنی ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ!

جنگ میں ایک اہم ترین عنصر قوم کی عزت ہوتی ہے جس کا عملی مظہر قوم کے حاکم کی عزت ہوتی ہے، پھر وہ حاکم خدا کے علاوہ کسی کے آگے نہیں جھکتا اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ کسی کے ساتھ تواضع نہیں برتتا، کیا آج مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں میں ہمیں اس کی کوئی جھلک دِکھتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آج جو حکام ہم پر مسلط ہیں ان سے زیادہ ذلیل حکمران کبھی امت نے نہیں دیکھے۔ بس یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں اور ان کے کچھ نہ کرنے کی وجہ دشمن کا خوف نہیں بلکہ صرف یہ طمع ہے کہ بدلے میں دشمن انہیں امن سے رہنے دے اور انعامات سے نوازے، یہ حکمران تو اس باعظمت امت کی تاریخ پر کلنک کا سیاہ ترین ٹیکہ ہیں، امن اور انعام تو اللہ وحدہ لاشریک کے ہاتھ میں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِۙ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ﳔ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۠ (سورۃ القریش)

"چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں، یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے بھوک کی حالت میں انہیں کھانے کو دیا اور بدامنی سے انہیں محفوظ رکھا۔"

شاعر نے کیا سچ کہا ہے:

رب وامعتصماه انطلقت — بہت سی 'وامعتصماہ!' کی صدائیں
ملء أفواه الصبايا اليتم — یتیموں کے حلق سے ابھریں
لامست أسماعهم لكنها — ان حکمرانوں کے کانوں سے ٹکرائیں
لم تلامس نخوة المعتصم — لیکن کسی میں معتصم والی غیرت نہ پائی

اگر خطے کے حکمرانوں میں ذرا بھی غیرت و حمیت باقی ہے تو ان پر سب سے پہلے لازم ہے کہ غزہ کے باسیوں کو اسلحہ اور غذا فراہم کریں اور کسی اجازت کا انتظار نہ کریں، جیسے امریکہ صہیونی وجود کے ساتھ کر رہا ہے۔ دوسرے نمبر پر ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے 'پلپلے لشکروں' اور اپنا میزائیلوں اور جنگی جہازوں کا رخ مقبوضہ فلسطین میں قابض صہیونیوں کی طرف موڑ دیں، ان پر یہ بھی لازم ہے کہ مغرب کے ساتھ نیا منظر نامہ تشکیل دینے کے لیے غزہ کی جنگ سے پورا فائدہ اٹھائیں، خود مختاری کے لیے اپنی سنجیدگی ثابت کرنے کا ان کے پاس یہ آخری موقع ہے، اگر انہوں نے یہ موقع گنوا دیا (اور لازماً اسے گنوائیں گے، کیونکہ یہ محض غلام ہیں اور ان کے اقتدار کا سورج ڈھل چکا ہے) تو عوامی غیظ وغضب کا سیلاب انہیں خس وخاشاک کی طرح بہالے جائے گا، سو ہماری عوام پر لازم ہے کہ ان کے خلاف بغاوت کر دیں، کیونکہ دنیا کو موجودہ صورتحال میں کٹھ پتلیوں کی نہیں، حقیقی ابطال کی ضرورت ہے، اور اس شرف وعزت کا ہمارے حکمرانوں میں سے کوئی بھی دعویدار نہیں، ان سے یہ امید نہیں کہ اہلِ فلسطین کی مشکلات کا کوئی حل پیش کر سکیں۔

اقوام متحدہ کے ادارے کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے، اس کا مقصد صرف اور صرف بڑی طاقتوں کے منصوبوں کی سہولت کاری ہے، اپنی پیدائش سے اب تک کا اس کے کردار، بالخصوص غزہ کے بعد کی صورتحال کے بعد کسی عاقل یا مخلص کے لیے شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی، سب سے زیادہ تبدیلی کی خواہاں نوجوان نسل پر اس عالمی ادارے کا فریب واضح ہے اور ان پر حقیقی تبدیلی کا راستہ بھی واضح ہے، سیاستدان اور مغربیت کے داعی جو الفاظ کی جگالی کرتے ہیں، کامل آزادی، 'جانبدار' انصاف، 'جعلی' یکجہتی، یہ سب ایک مہلک سراب کے سوا کچھ نہیں، اسلامی ملکوں اور کمزور ملکوں پر لازم ہے کہ وہ اقوامِ متحدہ کو طلاقِ بائن دے ڈالیں، مسلمانوں کے لیے اس لیے بھی کہ یہ سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے شریعت کا دیا حکم ہے[۴]۔ ارشادِ باری ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًاؕ (سورۃ الاحزاب:۳۶)

"اور جب اللہ اور اس کا رسول کوئی معاملہ طے کر دیں تو کسی ایمان والے مرد یا عورت کے لیے گنجائش نہیں کہ اپنے معاملے ان کا اختیار باقی رہے اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔"

مخلص اہلِ علم پر لازم ہے کہ وہ اپنی تقاریر، دروس اور عام وخاص مجالس میں اسے بیان کریں، ورنہ ان کی خاموشی اس فریب کاری میں شمولیت سمجھی جائے گی، جس کا وبال عند اللہ ان پر

[۴] اقوام متحدہ کے حوالے سے شیخ ایمن الظواہری کے بیان کی طرف رجوع کرنے کا ہم مشورہ دیتے ہیں۔

ہو گا۔ دنیا کے غیر مسلم مظلوموں پر بھی اس فریب کار ادارے کو طلاق دینا اس لیے ضروری ہے کہ اسی ادارے نے ان کے وسائل کی چوری، ان کے استحصال اور غلام بنانے میں عالمی طاقتوں کی سہولت کاری کی ہے، وقت آچکا ہے کہ اقوامِ متحدہ کے ادارے سے نکلا جائے اور اسے ختم کر دیا جائے......اس میں کوئی دورائے نہیں۔

آدھی رات کی تاریکی

ان صہیونی عرب حکمرانوں پر مجھے کوئی تعجب نہیں جو یہود کے مفاد کے لیے تدبیریں سوچتے ہیں اور انہیں نت نئی راہیں سجھاتے ہیں، مثلاً: اہلِ غزہ کو صحرائے نقب منتقل کر کے وہیں چھوڑ دینا...... اہلِ غزہ سے اسلحہ چھین کر انہیں نہتا کرنا...... غزہ کے قائدین کو وہاں سے دیس نکالا دینا...... دوماہ کی جنگ بندی کے عوض قیدیوں کو رہا کروانا......وغیرہ وغیرہ، اس سے بڑھ کر ذلت و گراوٹ کیا ہو سکتی ہے؟ ایسی تجویز وہی دے سکتے ہیں جن کی وفاداریاں صہیونیوں کے ساتھ ہوں اور صلیبی صہیونی لشکر کی پچھلی صفوں میں خاکروبی کے عادی ہوں، جیسا کہ بیس سالہ جہاد میں افغانستان کی صورتحال تھی۔ مجاہدین پر لازم ہے کہ دنیا بھر کے ممالک کی اپنے خلاف نفسیاتی جنگ میں شکست نہ کھائیں، ان کے دباؤ، بہلاوے، ڈراوے اور لالچ کا شکار نہ بنیں، اپنے طے شدہ طریقے کی مطابق اپنے منصوبوں کو عمل میں لانے کے لیے اپنے موقع کی تاک میں رہیں، **<u>اور اس بابت ہمیشہ محتاط رہیں کہ کوئی دوسرا آپ کا ترجمان بن کر بات کرے۔</u>** عرب صہیونیوں کے بارے میں اللہ نے ہمیں پہلے سے بتادیا ہے، ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ (سورۃ المائدۃ:۵۱،۵۲)

”اے ایمان والو!یہود و نصاریٰ کو یار و مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہیں میں سے ہو گا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ چنانچہ جن لوگوں کے دل میں (نفاق کا) روگ ہے، تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں: ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آپڑے گا (لیکن) کچھ بعید نہیں کہ اللہ (مسلمانوں کو) فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کر دے اور اس وقت یہ لوگ اس بات پر پچھتائیں جو انہوں نے اپنے دل میں چھپا رکھی تھی۔“

جب امارت اسلامیہ نے افغانستان میں اڑتالیس ممالک پر مشتمل صہیونی امریکی اتحاد کو شکست دی اور انہیں رات کی تاریکی میں رسوائی کے ساتھ بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تو امریکی صہیونی ٹولے نے امارت اسلامی پر ’تمام نسلوں اور مذہبوں کی نمائندہ حکومت‘ کی تشکیل کے لیے ہر طرح کا دباؤ ڈالا، جو کہ دراصل مستقبل میں ایک افغان قوم کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ کر انتشار پھیلانے کا اوچھا ہتھکنڈا تھا، جیسا کہ لبنان میں (عیسائی، سنی اور شیعہ) اور عراق میں (سنی، شیعہ اور کردوں) کی سہ فریقی حکومتوں کا انجام سوائے داخلی انتشار کے اور کچھ نہ تھا، اور جو بھی ایسی غیر فطری تکون کو قبول کرے گا اس کا بھی یہی انجام ہو گا۔ اقوام متحدہ اور اس کے آقاؤں کی جانب سے ایسی کسی سہ فریقی حکومت کے قیام کا مشورہ ہم کیوں نہیں سنتے جس میں یہودیوں ، عیسائیوں اور مسلمانوں کو نمائندگی دی جائے اور مقبوضہ فلسطین پر امریکہ اور برطانیہ کے تعاون سے قائم نسل پرست غاصب صہیونی حکومت کی جگہ یہ سہ فریقی نمائندہ حکومت لے لے؟ ناممکن......

مجاہدین پر لازم ہے کہ دنیا بھر کے ممالک کی اپنے خلاف نفسیاتی جنگ میں شکست نہ کھائیں، ان کے دباؤ، بہلاوے، ڈراوے اور لالچ کا شکار نہ بنیں، اپنے طے شدہ طریقے کی مطابق اپنے منصوبوں کو عمل میں لانے کے لیے اپنے موقع کی تاک میں رہیں، اور اس بابت ہمیشہ محتاط رہیں کہ کوئی دوسرا آپ کا ترجمان بن کر بات کرے۔

کس میں جرأت ہے کہ وہ یہ بات کرے! اس کا تو صاف مطلب یہودی قبضے کا خاتمہ ہے، کیونکہ اپنی وحدت کی بدولت ہی صہیونی فلسطین پر قابض ہیں، لہٰذا دنیا بھر کے صہیونی (حکومتیں، ادارے اور افراد) ’دوریاستی حل‘ کے حامی ہیں، پہلی صہیونی ریاست تو خود مختار ہو گی اور دوسری فلسطینی ریاست پہلی کے محاصرے اور قبضے میں ہو گی، ہم فرزندانِ امت اس حل کو قبول نہیں کرتے، خواہ کتنا ہی وقت کیوں نہ لگ جائے ہم پورا فلسطین لے کر رہیں گے۔

عالمی عدالتِ انصاف نے غزہ کے قتلِ عام کو انتہائی ہلکے لفظوں میں بیان کیا ہے، یہ عدالت چونکہ بڑی طاقتوں کی خوشامد پر سُدھائی گئی ہے اس لیے اس کے فیصلوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں اور ان سے جان چھڑانا بھی ممکن ہے، اب پہلے سے اس ادارے کی جانبداری پر یقین رکھنے والوں کا یقین بڑھ جانا چاہیے اور جو ابھی تک تردد کا شکار تھے انہیں جان لینا چاہیے یہ سب ان کے اور دنیا بھر کے مظلوموں کے لیے ایک طفل تسلی کے سوا اور کچھ نہیں۔

شرمناک تجویزیں دینے والوں پر ہم سختی سے رد کرتے ہیں:

- مجاہدین کے ہاتھ سے اسلحہ لے لینے کا تمہارا مطالبہ انتہائی شرمناک ہے، جنگوں میں تو مر جانے والوں کے ہاتھوں سے اسلحہ لیا جاتا ہے اور مجاہدین تمہاری طرح مردہ نہیں، نیز جنگ بھی تاحال جاری ہے، سو ہتھیار رکھ دینا بالکل بھی جائز نہیں، مغرب کی پیروی میں ’دوریاستی حل‘ کی تائید کرنا بھی بے شرمی کی انتہا ہے، ہم اپنی زمین کسی کے حوالے نہیں کرتے، خواہ مدتِ مدید بیت جائے اس کی کامل آزادی کی کوشش کرنا لازم رہے گا، اصل شرمناک حقیقت یہ ہے کہ ایوانِ اقتدار میں تم جیسے لوگ بیٹھے ہیں اور تم نے اہلِ غزہ کی نصرت اور فلسطین کی آزادی کے لیے اپنی ’تو ند نکلی‘ افواج کو حرکت نہیں دی۔
- ’دوریاستی حل‘ اور ’جنگ بندی کی پیشکشیں‘ جو دیکھنے والوں کے جذبات میں ہلچل پیدا کرتی ہیں، محض وقت کا ضیاع ہے، اس سے یہود کو اگلا اشارہ ملنے تک قتلِ عام کی اجازت ملتی ہے، گزشتہ مضمون میں، مَیں نے ذکر کیا تھا کہ بدعہدی اور غدر اس دشمن کی فطرت ہے، بدعہدی کر کے بدلہ لینے کی اس کی تاریخ کسی سے پوشیدہ نہیں، یہ ڈنڈے کے علاوہ دوسری زبان نہیں سمجھتا، اسی کے آگے جھکتا ہے جو اسے پوری سختی کے ساتھ دبا دے، سو ہم پر ان کے شانہ بشانہ چلنا لازم نہیں، بلکہ ہم مجاہدین پر اور ہماری امت پر لازم ہے کہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں اور ان کے بھیک میں ملنے والے امن کا انتظار نہ کریں۔
- کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی بھی مسلمان کو اس کی زمین سے بے دخل کرے، اس کی خاطر تو ہم جنگ کرتے ہیں، دشمن کے کیمپ کی طرف سے غزہ کی کامیابی کو چھوٹا بنا کر پیش کرنے کی کوشش ہرگز کامیاب نہیں ہوگی، اور کیسے کامیاب ہو سکتی ہے؟ حالانکہ دنیا کے جدید ترین اسلحے سے لیس لشکر جنگ کے ایک سو پچاس (۱۵۰) دن گزرنے کے بعد بھی تین سو ساٹھ (۳۶۰) مربع کلو میٹر کے محدود علاقے پر اپنا تسلط قائم نہیں کر سکا، ۶۷ء اور ۷۳ء کی جنگ میں شام کی خائن حکومت دشمن کے آگے چار دن بھی نہیں ڈٹ سکی، اور مصر کے انور سادات کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ امریکہ کا سامنا کر سکتا ہے، لیکن اس سے جنگ نہیں کرنا چاہتا، ۲۲ اکتوبر کو سلامتی کونسل نے جنگ بندی کی قرارداد منظور کی، لیکن دشمن نے جنگ جاری رکھی اور ۲۴ اکتوبر کو تیسری مصری فوج کا حصار توڑنے میں کامیاب ہو گیا، اور ۲۸ اکتوبر کو شہر سویز میں داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن وہاں کے بہادر فرزندوں نے سویز کی بہادرانہ جنگ میں بھاری نقصان پہنچا کر اسے پسپائی پر مجبور کر دیا اور جنگ کے بائیس (۲۲) دن گزرنے کے بعد ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو دشمن کو جنگ بندی کی قرداد تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔

غزہ کے ابطال تو یہودی اور تمام صہیونی غلاموں امریکیوں، برطانویوں، جرمنوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں وغیرہ اور ان کے طیارہ بردار جہازوں اور طیاروں کا سامنا کر رہے ہیں، غزہ پر ان کے حملے کے پانچ ماہ گزرنے کے بعد بھی وہاں کے مجاہدین انہیں عجیب و غریب طریقوں سے نشانہ بنا رہے ہیں، کسی بھی دوسری فوج سے زیادہ دشمنوں کو مردار اور زخمی کر چکے ہیں، ایسے میں خطے کے حکمران کیوں ان سے اسلحہ رکھوا کر ان کی قیادت کو جلاوطن کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ یہ حکمران دشمن کے آلۂ کار، خائن اور مردانگی سے عاری ہیں، اور اس اقدام سے وہ اہلِ فلسطین کے حق میں اپنے جرائم میں اضافہ ہی کریں گے۔

راستے کے جرائم

جنگیں اپنا ہدف پورا کر کے ختم ہوتی ہیں، جنگ کی مدت دراز ہونے کا مطلب اہداف کے حصول میں اعلانیہ ناکامی ہے، اسباب کی دنیا میں طاقتور فریق فتح کے حصول میں ناکامی کا شکار ہے اور کمزور گروہ دشمن کو اپنی انگلیوں پر نچا رہا ہے اور اسے ایسی بھول بھلیوں میں الجھا دیا ہے جنہوں نے اسے سیاسی، اقتصادی، عسکری، سماجی اور اخلاقی طور پر نچوڑ کر رکھ دیا ہے، جن جنگوں میں طاقت کا کوئی توازن نہ ہو ان کی نوعیت ایسی ہی ہوتی ہے، پانچ ماہ جنگ جاری رہنے کا مختصر الفاظ میں یہی واضح مطلب ہے [5]، تمام تر قتلِ عام اور تباہی کے باوجود خونی مجرم نیتن یاہو کی حکومت جنگ کو نتیجے تک پہنچانے میں کھل کر ناکام ہو چکی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس جنگ سے نیتن یاہو کا مقصد امریکہ و یورپ کو مشرقی بلاک (روس، چین، ایران، شمالی کوریا) کے خلاف ایک علاقائی جنگ میں کھینچ کر اسے ایک عالمی جنگ بنانا تھا (اگرچہ تمام فریق علانیہ کہہ چکے تھے کہ وہ جنگ کا دائرہ نہیں بڑھنے دینا چاہتے) تو امریکہ و یورپ کا اس جنگ میں براہِ راست نہ کودنا اس کی ایک اور ناکامی ہے، یہ ناکامی خونی مجرم نیتن یاہو کو مزید اکساتی ہے کہ وہ رفح پر بمباری جاری رکھے اور غزہ میں شمالاً جنوباً آتا جاتا رہے اور امریکہ کو میدانِ جنگ میں کھینچ لانے کی کوشش جاری رکھے۔

عالمی صہیونیت کے آلۂ کار بن زاید سے مجھے سب سے زیادہ اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ علاج کی غرض سے امارات بھیجے جانے والے زخمیوں سے فائدہ اٹھائے، انہیں امارات کے مرد خائی [6] محمد دحلان کو سونپ دے، جو انہیں مستقبل میں مسلمانوں کے خلاف اپنی گھناؤنی کارروائیوں میں استعمال کر سکتا ہے، یہ دونوں اس سے پہلے بھی (اسپیر) کے نام سے کرائے کے امریکیوں کا ایک گروپ بنا چکے ہیں جس نے یمن میں کئی اہم کارروائیاں اور قتل کیے، بن زاید اور اس کا تنخواہ دار دحلان دونوں شیطان ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر اُد کھار ہے ہیں اس کے پیچھے ایک ناپاک سازش ہے، یہ کیسا بہادر شہسوار ہے جس نے سات ہزار یہودیوں کو شہریت دی، ہندوؤں کو

---

[5] جب یہ تحریر لکھی گئی تھی تب جنگ کو پانچ ماہ ہی گزرے تھے (ادارہ)

[6] اس تاریخی یہود کردار کی تفصیل زیرِ نظر سلسلۂ مضامین کے پہلے حصے میں آچکی ہے۔ (مترجم)

شہریت دی، یہ کفار جزیرۂ عرب میں دندنا کر اس کی حرمت پامال کر رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں سے مشرکین کو نکال بھگانے کا حکم دیا تھا، اس کے جنگی جہاز مسلمانوں پر ہر جگہ بمباری کرنے میں صہیونی اتحاد کے ساتھ ہوتے ہیں، مسلمانوں کا خون بہا کر اس کے پائلٹ جنگی تربیت پاتے ہیں، یہی ہے اس کی بہادری اور شہسواری؟

مستقبل میں ان شاء اللہ ہماری عوام ان آلۂ کار حکمرانوں اور ان کے حاشیہ نشینوں کے فرار پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ ہر جگہ ان کا پیچھا کر کے رہتی دنیا تک کے لیے انہیں نشان و نمونۂ عبرت بنا دیں گے...... مستقبل کی یہ درخشاں صبح اب قریب آن لگی ہے۔

امریکی مسلمانوں کے خلاف سازش، جنگ کے ایک سو پچیس (۱۲۵) دن گزرنے کے بعد بائیڈن کو انسانیت یاد آئی ہے، وہ امریکی مسلمان ووٹر کو بہلانے پھسلانے کے لیے کہتا ہے کہ اسی نے غزہ میں امداد پہنچانے کی کوشش کی ہے اور اپنی کابینہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ امریکی اسلحے کے خریداروں کی نگرانی کرے اور انہیں بین الاقوامی قانون کی پابندی پر مجبور کرے[1]، جبکہ اس سے قبل یہی بیمار نفسیات کا حامل ہمیشہ جنگ بندی کی مخالفت کرتا رہا ہے اور اب بھی اسی روش پر قائم ہے، اس نے عملی طور پر اہلِ غزہ کو محصور کر رکھا ہے اور انہیں بھوکوں مار رہا ہے، یہی ہے جو فلسطین میں جاری قتلِ عام کا برملا مذاق اڑاتے ہوئے ٹی وی کی اسکرینوں پر پوری ڈھٹائی کے ساتھ مظلوم فلسطینیوں کے خون سے لتھڑے مشروب پی کر مسلمانوں کو غصہ دلاتا رہا ہے۔

امریکہ میں بستے مسلمان ٹرمپ اور بائیڈن نامی دو مصیبتوں کے درمیان ہیں، جو مسلمان امریکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے انہیں اپنے دین و وطن کی خاطر خود کو نئے سرے سے منظم کرنے کی ضرورت ہے، اپنے وطن کے لیے چینیوں اور یہودیوں سے زیادہ اور اپنے عقائد کے لیے (آرتھوڈوکس، کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور مارونی عیسائیوں وغیرہ) سے زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے، صہیونیوں کی نصرت کے لیے ایپک (AIPAC) کی کوششوں سے بھی زیادہ محنت کرنا ان پر لازم ہے۔

جب کبھی کسی سیاسی وجود کا قوی ہمسایہ کسی داخلی جنگ میں الجھتا ہے تو وہ سیاسی وجود اس جنگ کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے، تاکہ اس کے طاقتور پڑوسی کی قوت کم ہو اور وہ کمزور ہو جائے اور اس کے لیے خطرہ نہ بن سکے، بلکہ وہ مزید آگے کی سوچتا ہے کہ اپنے دشمن کو مستقل کمزور کرتا رہے، تاکہ آگے چل کر بھی وہ اس کے لیے کسی خطرے کا باعث نہ بنے، تو کیا فلسطین کے پڑوسی حکمرانوں نے اس جنگ کو اپنے فائدے اور اپنی سلامتی کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے استعمال کیا؟ ظاہر ہے کہ نہیں، کیونکہ ان کا کردار تو یہود کی سلامتی کو یقینی بنانے والے سرحدی محافظین کی ایک چوکی تک ہی محدود ہے، یہ ہرگز اپنی عوام کو اپنے غزہ کے بھائیوں کی نصرت کے لیے نہیں جانے دیں گے، بلکہ اس سے بھی بدتر یہ کہ یہ حکمران دشمن کی خدمت اور اہلِ غزہ پر گھیر اتنگ کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے ہیں، دعوے تو بڑے ہیں، لیکن غزہ کی نصرت کے لیے عمل صفر ہے، غزہ میں بستے ہمارے بھائیوں کے خلاف سازش کا حجم بہت بڑا ہے، جو صرف یہ کہتا ہے کہ عرب حکمرانوں نے اہلِ غزہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے تو وہ ناانصافی کی بات کرتا ہے، بلکہ یہ حکمران تو مردانگی، غیرت و شرافت کے لیے ننگ و عار ہیں، ان کی خیانت کی کوئی حد نہیں۔

میونخ کانفرنس برائے امن میں ہم جنس پرستوں کے حقوق کے حامی جرمن چانسلر شولز سے غزہ کے حوالے سے اس کی رائے پوچھی گئی، اس کے جواب کا مجھے پہلے سے اندازہ تھا، لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ واقعات کو کس ترتیب سے بیان کرتا ہے، اس نے سب سے پہلے سات اکتوبر کی کارروائی پر مجاہدین کی خوب مذمت کی اور اس واقعے کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کیا کہ گویا یہ کارروائی سالوں جاری رہی ہو، پھر اس نے اس پر تفصیلی بات کی کہ یہود کو اپنے دفاع کا حق ہے (حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، کیونکہ خود ان کے اپنے دستور کی رو سے غاصب کا کوئی حق نہیں ہوتا)، آخر میں اس نے دوریاستی حل اور امداد بھیجنے کی بات کی، لیکن اس بدبخت نے مسلمانانِ غزہ کے خلاف ایک سو تیس (۱۳۰) دن سے زائد جاری جرائم پر ایک لفظ بھی نہیں کہا، گویا وہ تو محض چند گھنٹوں کی بات تھی اور رات گئی بات گئی، اس کی اور مغرب کے تمام صہیونی رہنماؤں کی یادداشت سات اکتوبر پر آ کر ٹھہر جاتی ہے، یہ حکمران یہود کے انسانیت سے گرے غلاموں کا ایک نمونہ ہیں، غزہ میں جاری جرم بھی اصلاً انسانیت سے گراوٹ کا نتیجہ ہے، اس جرم پر خاموش رہنا بزدلی اور کمینگی ہے، اسے جائز کہنا فطرت کی کجی ہے، دانستہ انجان بننا اور لوگوں کو احمق بنانا انسانیت کی گراوٹ کی آخری حد ہے۔ ان شاء اللہ یہ سارے کج فطرت زمین کی پشت سے اس کے پیٹ میں جانے سے پہلے ضرور بالضرور وہ سب مشکلات سہیں گے جس کا سامنا آج اہلِ غزہ کر رہے ہیں۔

طاقتور ممالک، بے باک ممالک اور آئندہ عالمی جنگ کے اشارات

امریکہ اور روس میں بہت بڑا فرق ہے، آپ کے لیے اتنا دیکھ لینا کافی ہے کہ سلامتی کونسل میں امریکہ کتنی جرأت سے ویٹو کا حق استعمال کرتا ہے اور روس اس کے استعمال میں بزدلی دکھاتا ہے، کئی نشستیں ہوئیں لیکن غزہ کے خلاف جنگ روکنے کی قرارداد منظور نہیں ہوئی، جبکہ بحر

---

[1] جس وقت شیخ موصوف (دامت برکاتہم العالیۃ) کا یہ مضمون ترجمہ ہو کر زینتِ مجلّہ ہٰذا بن رہا ہے تو بائیڈن انتخابی دوڑ سے دستبردار ہو چکا ہے اور اس کی نائب صدر کملا ہیرس امریکی صدارتی امیدوار ہے اور وہ بھی اسی بہانے سے امریکی مسلمان ووٹر کی توجہ حاصل کرنے میں مگن ہے۔ ایک طرف کملا ہیرس اسرائیل کی بھرپور حمایت کر رہی ہے تو دوسری طرف غزہ میں ہونے والے قتلِ عام کی نیم مردہ مذمت بھی کر رہی ہے، قاتلهم اللہ! (ادارہ)

احمر میں مخالفانہ کارروائیوں کو روکنے کی قرارداد پہلی نشست میں ہی منظور ہو گئی، امریکہ روس کے مخالفین کی روس کے خلاف جنگ میں ہر ضرورت پوری کر رہا ہے اور انہیں آزادی کی خاطر لڑنے والے (فریڈم فائٹرز) کا نام دیتا ہے، دوسری طرف روس میں بالکل بھی ہمت نہیں کہ وہ امریکہ کے مخالفوں کی ذرا بھی امداد کرے، سوویت افواج کے خلاف امریکہ نے افغانستان میں اپنا اسلحہ آزمایا، روس کے لیے بھی ممکن تھا کہ وہ افغانستان اور جنگ کے دیگر میدانوں میں امریکہ کے خلاف اپنا اسلحہ آزماتا، امریکہ کسی بھی میدانِ جنگ میں مشرقی اسلحے کی موجودگی کی مذمت کرتا ہے، کیونکہ یہ اس مغربی اسلحے کے خلاف ہے جو حق سچ کا ساتھ دیتا ہے، مشرقی اسلحہ یہ نہیں کرتا اور نہ اسے یہ سب کرنے کا حق ہے، شمالی کوریا کا اسلحہ قابلِ مذمت جرم ہے، بطورِ خاص جب وہ فلسطینی مجاہدین کے ہاتھ میں ہو، جبکہ فلسطین کے مسلمانوں کے قتلِ عام کے لیے یہود کے ہاتھ میں موجود تباہی کی امریکی مشینری عینِ انصاف ہے۔

روس کب اس ذلت سے نکل کر آگے بڑھے گا اور امریکہ کے تمام مخالفین کو اپنا جدید ترین اسلحہ دے گا؟ کب پیوٹن میں تھوڑی سی جرأت پیدا ہو گی اور وہ خفیہ وہ سب کچھ کرے گا جو امریکہ کے صدر علانیہ کرتے ہیں؟ کیا اس کے لیے یہ ممکن ہو گا؟ جنوبی امریکہ اور افریقہ کے بہت سے ملک امریکہ کو مارنا چاہتے ہیں، جب پیوٹن ایک جرأت مندانہ جنگ میں مغرب کا سامنا کرنے کے لیے ہو گا تو تب روس بھی طاقتور اور جرأتمند ملکوں کے نقشِ قدم پر چل پڑے گا۔

افق پر تیسری عالمی جنگ کے آثار واضح ہیں، اس کی گھٹائیں آہستہ آہستہ چھاتی جا رہی ہیں، دنیا بھر میں وبائیں پھیل رہی ہیں اور لاکھوں لوگ مر رہے ہیں، آسمانی آفتیں، سیلاب اور خشک سالی، مسلسل جنگیں، تجارتی جہازرانی کی بندش، اس سب نے کئی اقتصادی بحران اور عالمی سطح پر مہنگائی میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس کے درجِ ذیل اسباب بھی جمع کر لیں، تاجروں کی شکم سیری اور خرچ کرنے کی عیاشی، معاشروں میں دو ہی طبقات کا وجود انتہائی مالدار اور انتہائی غریب، اہلِ علم، ارکانِ پارلیمنٹ اور ریاستی اداروں پر سے اعتماد کا اٹھ جانا، اخلاق باختگی اور الحاد کی ترویج کا ریاستی رجحان۔ ان سب نے مل کر دنیا کو سماجی، اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے تباہی کے دہانے لا کھڑا کیا ہے۔ دنیا جنگ کی طرف جا رہی ہے اور قومیں ان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں گی جنھوں نے انہیں ذلت و رسوائی میں جکڑ رکھا ہے۔

ہم اس وقت تبدیلی اور جنگ کی تیاری کے مرحلے میں ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے مجاہد بھائیوں پر امت کے ساتھ ہم آہنگی اور جڑنے پر زور دیں، تیاری کے کام میں ایک ہی رہگزر پر پے در پے قدم نہیں رکھے جاتے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلو بہ پہلو متوازی کئی راستوں پر سفر کو آگے بڑھایا جائے۔ ہماری امت کے لحاظ سے تیاری کے جو جو راستے ہیں، ان پر چلنا لازم ہے: مسلمان کے عقیدے اور اخلاق کو مضبوط بنانا، دنیا بھر کے مظلوموں کو یہ دعوت دینے کا راستہ [8] کہ وہ اٹھ کر صہیونیت کا خاتمہ کریں، تاکہ وہ اس کی مادی، اخلاقی اور نفسیاتی قید اور اس کے اثرات سے آزاد ہو سکیں۔

عسکریت کا راستہ یعنی عسکری علوم کا مطالعہ، اسلحے اور عسکری آلات و وسائل کی تربیت لینا، چھوٹا اسلحہ اور اس کی گولیاں خریدنا اور استعمال کا وقت آنے تک انہیں سنبھال کر رکھنا، ٹیکنالوجی کے ساتھ فعال تعامل، دشمن کو بھگانے اور ڈرانے کے نت نئے طریقے ایجاد کرنا، استعمار کے آلۂ کاروں اور ان کی کرپٹ حکومتوں کے خلاف انقلاب کی جدوجہد میں مساجد کو دوبارہ ان کے قائدانہ کردار پر لانا، ہم گلی محلے والوں کا خود کو ایسے خفیہ عوامی مجموعات کی صورت میں منظم کرنا جو 'وحدتِ صف' کی اہمیت سمجھتے ہوں اور دیہاتوں، شہروں اور پھر صوبوں اور ملک کی سطح پر بعد ازاں امت کی سطح پر آپس میں یکجان ہونے کے لیے آمادہ ہوں، اس وقت جب انہیں ایسی قیادت میسر آئے جس کی قائدانہ صلاحیتوں کو ان کے عمل نے اجاگر کیا ہو، ایسی قیادت جو باشعور، پختہ کار، مخلص، قوی اور امین ہو، اس بابت لکھنے اور کہنے کو بہت کچھ ہے، لیکن طوالت کی بنا پر اسے ایک مقالے میں سمیٹنا مشکل ہے، ورنہ وہ خود ایک مستقل درس بن جائے گا، اس حوالے سے بطورِ خاص انقلاب اور تبدیلی پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ مفید ہو گا۔

اور یہ بات ابھی باقی ہے!

سالم الشریف

جنگ کے اگلے دن سے پہلے کی راتیں

☆☆☆☆☆

مخلوق کو دیکھ کر عمل نہ کرنا بھی ریا ہے

''حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا ارشاد ہے کہ جیسے مخلوق کو دکھانے کے لئے عمل کرنا ریا ہے، اسی طرح ان کے دیکھنے کی وجہ سے عمل نہ کرنا بھی ریا ہے کیونکہ یہ اس کی دلیل ہے کہ ہنوز تمہاری نظر مخلوق پر ہے، اس سے نظر قطع نہیں ہوئی ورنہ آدمیوں کو اور درخت و دیوار کو برابر سمجھتے۔ پس عمل نہ مخلوق کے لیے کرو اور نہ نہ کرو (یعنی کوئی عمل مخلوق کے دیکھنے کے سبب نہ کرو)۔''

(معارف الاکابر، صفحہ ۵۹)

[8] ۲۰۲۰ء میں نشر ہونے والے مقالے (فیصلہ کن معرکے کی جانب) کے مطالعے کی گزارش ہے۔

فلسطین: مغربی میڈیا کی ذو معنی اصطلاحات!

آصف محمود

ہمارے ہاں پائی جانے والی بڑی غلط فہمیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مغربی میڈیا بہت پروفیشنل، بہت ذمہ دار اور بہت قابل بھروسہ ہے۔ لیکن کیا ہمیں معلوم ہے کہ اس پروفیشنل، ذمہ دار اور قابل بھروسہ میڈیا نے فلسطین کے حوالے سے رپورٹنگ کرتے ہوئے کن اصطلاحات کا سہارا لیا اور کیوں لیا؟ یہ جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کہ پاکستان میں اہل صحافت کی ایک بڑی تعداد ان ہی اصطلاحات کو استعمال کرنا، فکری وجاہت کا ثبوت سمجھتی ہے جو اصطلاحات مغربی میڈیا میں استعمال ہوئی ہوں۔ مغربی میڈیا میں حالیہ جنگ کو 'اسرائیل حماس تنازع' یعنی 'Israel-Hamas Conflict' کا عنوان دیا گیا ہے اور بالعموم یہی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی اصطلاح پاکستان کے انگریزی پریس میں بھی آپ کو کثرت سے ملے گی۔ اب اس پر غور کیجیے کہ اسے اسرائیل فلسطین تنازع کیوں نہیں کہا جاتا؟ اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ جیسے یہ فلسطین کے ساتھ جنگ نہیں ہے بلکہ یہ ایک دہشت گرد جتھہ ہے جس سے لڑائی کی جا رہی ہے۔ دوسرا ان کی کوشش ہے کہ فلسطین کا نام جس حد تک ممکن ہو استعمال کرنے سے گریز کیا جائے تاکہ دھیرے دھیرے یہ اجتماعی یادداشت سے ہی محو ہو جائے۔ حقیقت مگر یہ ہے کہ حماس فلسطین کی ووٹوں سے منتخب حکومت ہے۔ اسماعیل ہنیہ فلسطین کے وزیر اعظم رہ چکے۔ تاریخی اعتبار سے یہ مسئلہ حماس کے قیام سے بہت پہلے کا ہے۔ اس لیے اسے محض حماس کے ساتھ تنازع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ فلسطین پر مسلط جنگ ہے۔ ایک طرف کی غاصب اور ناجائز آبادکار قوت کے ملک کا نام تو لیا جاتا ہے لیکن دوسری جانب ایک جائز ملک کا نام نہیں لیا جاتا۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ اس کو کبھی 'لیکوڈ حماس تنازع'[1] نہیں قرار دیا گیا۔

اسرائیل کے شہری مر جائیں تو باقاعدہ بتایا جاتا ہے کہ حماس کے لوگوں نے اسرائیل کے شہریوں کو قتل کر دیا لیکن فلسطینیوں کو بے رحمی سے قتل کر دیا جائے تو یہ نہیں بتایا جاتا کہ ان کا قاتل کون ہے۔ معصوم بچی کے جس قتل نے انسانی ضمیر کو دہلا دیا تھا اس قتل کے لیے اکثر مغربی اخبارات نے Found dead کی اصطلاح استعمال کی۔ بس مرے ہوئے پائے گئے۔ ان کا گویا کوئی قاتل نہیں تھا۔ بس اپنی آئی سے مر گئے اور Found dead۔ فلسطینی جب بھی اپنے دفاع میں کچھ کریں تو اسے دہشت گردی کہا جاتا ہے لیکن اسرائیل جو بھی ظلم کر لے اسے ہمیشہ اسرائیل کا حق دفاع سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ بین الاقوامی قوانین کے تحت اسرائیل قابض اور غاصب ہے جبکہ فلسطینی اپنے دفاع کی جائز جنگ لڑ رہے ہیں۔

فلسطینیوں کے لیے دہشت گرد کا لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن اسرائیل کے جرائم پیشہ آبادکار اگر فلسطینی بستیوں میں جا گھسیں اور وہاں قتل عام کر آئیں تو ان کے لیے 'ویجیلانٹی' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، یعنی یہ وہ اچھے اچھے رضاکار ہیں جو اپنے طور پر قانون نافذ کرنے چلے جاتے ہیں۔ مغربی میڈیا میں بالعموم یہ نہیں ملے گا کہ اسرائیل نے جارحیت کی، یہی کہا جائے گا کہ اس نے جوابی کارروائی کی۔ اسرائیل اگر چالیس ہزار نہتے مسلمانوں کو قتل کر دے تب بھی یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے جارحیت کی یا دہشت گردی کی۔ اسرائیل اگر سکولوں اور ہسپتالوں کو تباہ کر دے تب بھی اسے دہشت گردی نہیں کہا جائے گا۔ اسرائیل کے ہاتھوں اقوام متحدہ کا سٹاف قتل ہو جائے پھر بھی یہ دہشت گردی نہیں ہے۔

دوسری جانب فلسطینی اگر نہتے شہریوں کی بجائے اسرائیلی فوجیوں پر حملہ کریں جو ان کے علاقوں میں گھسے ہوئے ہیں تب بھی اسے دہشت گردی کہا جائے گا۔ نیویارک ٹائمز نے تو اپنے سٹاف کے لیے باقاعدہ ہدایت نامہ جاری کیا کہ اس جنگ کی کوریج کیسے کرنی ہے۔ چنانچہ اس میں ہدایت کی گئی کہ قتل عام اور نسل کشی جیسی اصطلاحات استعمال نہیں کرنی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فلسطینیوں کے حملے کے بعد جو صرف ایک حملہ تھا نیویارک ٹائمز نے ۵۵ بار قتل عام کا لفظ استعمال کیا لیکن اسرائیل کے ہاتھوں پورا غزہ تباہ ہو گیا اور چالیس ہزار لوگ شہید ہو گئے لیکن اس کے لیے قتل عام کا لفظ استعمال نہ کیا جا سکا۔ یہ بھی ہدایت کی گئی مقبوضہ علاقہ جات یا مقبوضہ فلسطین جیسے الفاظ بھی استعمال نہیں کرنے۔ حتیٰ کہ پناہ گزین کیمپ کا لفظ استعمال کرنے سے بھی منع کیا گیا۔ یہ ہدایت بھی باقاعدہ طور پر اس میمو کا حصہ تھی کہ فلسطین کا لفظ استعمال نہ کیا جائے اور اس لفظ کو صرف اس وقت لکھا جائے جب یہ انتہائی ضروری ہو۔ یہی وہ سوچ ہے جو اس لڑائی کو اسرائیل حماس تنازع قرار دیتی ہے اور ایک ملک کے وجود ہی کی نفی کی جاتی ہے۔ اسرائیل کی جانب سے دیے گئے جھوٹے اعداد و شمار کو بھی دنیا کا پہلا اور آخری سچ بنا کر پیش کیا جاتا رہا لیکن فلسطینی وزارت صحت جب فلسطینیوں کی شہادتوں کی تعداد بیان کرتی یا کوئی اور موقف دیتی تو اس کی کریڈبلٹی کم کرنے کے لیے خبر میں ساتھ یہ بھی لکھا جاتا کہ یہ حماس کی زیر انتظام وزارت صحت کے اعداد و شمار ہیں۔ اس سے یہ تاثر دینا مقصود ہوتا کہ یہ تو ایک فریق کا بیانیہ ہے۔ یہ اعداد و شمار تو غلط ہو سکتے ہیں۔ البتہ اسرائیل کے جاری کردہ اعداد و شمار کو کبھی چیلنج نہیں کیا گیا۔ ایک اور دلچسپ اصطلاح سیز فائر کی ہے۔ ایسے تاثر دیا جاتا ہے جیسے دو افواج جنگ لڑ رہی ہیں اور ان میں سیز فائر ہونے جا رہا ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر 97 پر)

[1] لیکوڈ تنازع ایسے تنازع کو کہتے ہیں جو ہمیشہ بدلتا رہتا ہو، جس کی وضاحت کرنا یا جس پر قابو پانا مشکل ہو۔ (ادارہ)

320 دن
غزہ میں جاری اسرائیلی جارحیت
7 اکتوبر 2023 - 21 اگست 2024

شہداء*
48,380
16,008 بچے 10,351 عورتیں
43,592 عام شہری

زخمی
92,320

قیدی | جبری لاپتہ
3,550

تباہ گھر
516,500

تباہ مساجد
760

بے گھر
1,955,000

تباہ سکول
489

تباہ طبی مراکز
393
32 ہسپتال 115 کلینک
246 ایمبولینس

طبی عملہ
1,235
522 شہید 713 زخمی

تباہ صنعتی مراکز
2,830

تباہ میڈیا دفاتر
182

صحافی شہید
171

* شہداء کی تعداد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ملبے تلے دبے ہونے کی وجہ سے شہید تصور کیے گئے ہیں۔

Euro-Med Human Rights Monitor
الأورومتوسطي لحقوق الإنسان

کیا حماس ختم ہو جائے گی؟

وسعت اللہ خان

جب نیتن یاہو کہتا ہے کہ حماس کو جڑ سے اکھاڑے بغیر غزہ کا مسئلہ حل نہیں ہو گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت غزہ کے تئیس لاکھ فلسطینیوں میں جتنے بھی بوڑھے ہیں وہ سب کے سب سابق حماسی یا حماس کے ہمدرد ہیں۔ جتنے بھی ڈاکٹر، مریض، اساتذہ، ہنر مند اور کسان ہیں وہ حماس کے ڈھانچے کو برقرار رکھنے والی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ جتنی بھی عورتیں ہیں انھوں نے یا تو حماسیوں کو جنم دیا ہے یا پھر جنم دے رہی ہیں۔ اور جتنے بچوں کو بھی جنم دیا جا رہا ہے وہ اگلے چودہ پندرہ برس میں اسرائیل کے لیے ایک بار پھر بقائی خطرہ بن کے کھڑے ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ سب واجب القتل ہیں کیونکہ یہ سب حماس ہیں۔ یا تو یہ سب غزہ کی پٹی سے کوچ کر جائیں یا اس دنیا سے کوچ کر جائیں۔

اسی نیتن یاہو ڈاکٹرائن پر عمل کے لیے اسرائیلی فوجی مشینری کو استعمال کیا جا رہا ہے اور اس ڈاکٹرائن کو نوّے فیصد اسرائیلی شہریوں کی کھلی یا خاموش حمایت بھی حاصل ہے۔ لہٰذا کوئی بھی امن سمجھوتہ جس میں اسرائیل کو ان تمام ”حماسیوں“ کے قتل سے روکنے کی شرط شامل ہو موجودہ اسرائیلی اسٹیبلشمنٹ کے لیے ناقابلِ قبول ہے۔

اس لیے اب تک جنگ بندی کے لیے اقوامِ متحدہ نے جتنی بھی قراردادیں منظور کی ہیں، عالمی عدالتِ انصاف نے جو بھی قانونی رائے دی ہے، بائیڈن فارمولے کے نام سے جو بھی تین مرحلوں پر مشتمل امن منصوبہ سامنے رکھا گیا ہے، اسرائیلی یرغمالیوں کے رشتے داروں نے جنگ بندی کے حق میں جتنے بھی دھرنے دیے ہیں، حتیٰ کہ اسرائیلی فوجی ہائی کمان نے بھی حماس کو جڑ سے اکھاڑنے کی خواہش کو ناقابلِ عمل قرار دیا ہے، اس سب کے باوجود نیتن یاہو کا حماس کو جڑ سے اکھاڑنے کا تصور ٹس سے مس نہیں ہو سکا۔ اس فاشسٹ حکومت کے لیے غزہ میں آخری فلسطینی کے مٹنے تک کوئی امن منصوبہ قابلِ قبول نہیں۔

اسّی (۸۰) برس پہلے ہٹلر نے بھی کم و بیش یہی عزم ظاہر کیا تھا کہ سب اس کے غلام بن جائیں یا پھر مر جائیں، تب ہی جو امن قائم ہو گا وہ نازیوں کو قابلِ قبول ہو گا۔ مگر باقی دنیا نے ان شرائط کو تسلیم نہیں کیا اور ہٹلر کی لاش گرنے کے بعد ہی امن قائم ہو پایا۔ مگر وہ پرانا زمانہ تھا یہ نئی مہذب اور ترقی یافتہ صدی ہے۔ وہ نازی جرمنی تھا یہ آج کے ہٹلر کا اسرائیل ہے۔ مگر عالمی چودھریوں اور ان کے طفیلیوں کے قول و فعل میں فرق صاف ظاہر ہے۔

حماس کی اسرائیلی تشریح کے برعکس دیگر محققین کے لیے حماس ایک مسلح سیاسی تنظیم ہے جس کی تربیت یافتہ افرادی قوت سات اکتوبر سے پہلے اسّی ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان فرض کی جاتی رہی ہے۔ اس کا اسلحہ سمگل شدہ ہتھیاروں اور خانہ ساز ابتدائی نوعیت کی ہتھیاری صنعت سے حاصل ہوتا تھا۔ اس کی حکمتِ عملی میں غزہ میں زیرِ زمین سرنگوں کا جال کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے قطر، ایران، یمنی حوثیوں اور لبنانی حزب اللہ کی حمایت حاصل تھی۔ اب قطر نے خود کو ثالث کے درجے پر فائز کر لیا ہے۔

غزہ میں حماس نے دو ہزار چھ میں انتخابی کامیابی کے نتیجے میں حکومت بنائی۔ اس کے باوجود اسرائیل، امریکہ اور بیشتر مغربی ممالک اسے دہشت گرد تنظیم سمجھ کے براہ راست معاملات طے کرنے سے گریزاں رہے۔ البتہ یہ علامتی طور پر فلسطینی اتھارٹی کا حصہ رہی اور اب فلسطینی اتھارٹی نے کئی برس بعد چینی ثالثی کے نتیجے میں حماس کو دوبارہ اپنا حصہ تسلیم کر لیا ہے۔

اسرائیلی فوج کا دعویٰ ہے کہ اس نے گزشتہ دس ماہ میں حماس کے مسلح بازو القسام بریگیڈز کی پچھتر (۷۵) فیصد عسکری طاقت ختم کر دی ہے۔ آدھی سے زائد زیرِ زمین سرنگوں کا صفایا کر دیا ہے اور لگ بھگ پندرہ ہزار متحرک مسلح گوریلوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اتنے ہی چھاپہ مار زخمی ہوئے ہیں اور چار ہزار اسرائیلی قید میں ہیں۔

البتہ اسرائیلی اخبار یروشلم پوسٹ کی خبر ہے کہ جیسے ہی اسرائیلی دستے کسی علاقے سے واپس ہوتے ہیں، حماس اٹھارہ برس سے اوپر کے نوجوانوں کی ریکروٹمنٹ شروع کر دیتی ہے۔ یہ وہ نوجوان ہیں جن کا اب کچھ نہیں بچا۔ ان کی شکل میں اسرائیل نے دراصل ایک اور انتقامی نسل کی فصل کھڑی کر دی ہے۔ حماس کو جڑ سے اکھاڑ کے اسرائیل اپنی سرحدوں کو محفوظ کرنے کا جو خواب دیکھ رہا تھا وہ سرحدیں کم از کم ایک اور فلسطینی نسل کے غصے کے سبب اور غیر محفوظ ہو گئی ہیں۔

آج دس ماہ بعد بھی جب غزہ ہر اعتبار سے ملبے کا ڈھیر بن چکا ہے، اسرائیل پر اب بھی غزہ کی جانب سے اکا دکا راکٹ گرتے رہتے ہیں۔ یہ راکٹ نہیں اسرائیل کے منہ پر طمانچے ہیں جو چالیس ہزار سے زائد انسانوں کو قتل کرنے اور ایک لاکھ کے لگ بھگ لوگوں کو زخمی کرنے اور بیس لاکھ لوگوں کو دربدر کرنے کے باوجود اسرائیل کے منہ پر پڑ رہے ہیں۔

حماس نے اپنی بٹالینیں توڑ دی ہیں اور اب اس کے جنگجو ایک دو پانچ اور دس کی ٹولیوں میں متحرک ہیں۔ انھیں پناہ گزینوں کے ہجوم میں تلاش کرنا بھوسے میں گم سوئی ڈھونڈنے کے برابر ہے۔ چنانچہ اس کا حل یہ نکالا گیا ہے کہ جہاں حماس کی موجودگی کا شبہہ ہو وہ پورا علاقہ ہی برباد کر دیا جائے۔ یہ حکمتِ عملی بھی کامیاب نہیں ہو پا رہی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 97 پر)

امیر المومنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کی پیشن گوئی اور امریکہ کا زوال

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

ایک ایسے وقت میں جب امریکہ مادی یعنی وسائل، افراد، عسکریت، معیشت، ٹیکنالوجی اور عالمی سیاست کے لحاظ سے دنیا اور تاریخِ دنیا کی بڑی اور اکلوتی اور فوق العادت قوت تھی اور اس پوری قوت اور صفات کے ساتھ افغانستان جیسے کمزور ملک پر حملہ آور ہوئی تو اس وقت اللہ جل جلالہ کے خاص بندے "ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ" نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے امریکہ کے زوال پذیر ہونے کی پیشن گوئی کچھ یوں بیان کی:

صحافی: امریکہ کے آپ کے ملک پر حملے کے بعد آپ کا پلان کیا ہے؟

ملا محمد عمر: پلان عمل میں آئے گا لیکن یہ ایک بڑا کام ہے۔ انسانوں کی عقل سے ماورا ہے۔ اگر اللہ کی نصرت و مدد شاملِ حال رہی تو کچھ وقت بعد امریکہ ناکام ہو گا، یہ پیشن گوئی یاد رکھنا۔

صحافی: محترم اسامہ بن لادن نے دھمکی دی تھی کہ اگر امریکہ حملہ کرتا ہے تو وہ امریکہ کے خلاف کیمیائی ہتھیار استعمال کریں گے۔ کیا آپ کی بات امریکہ کی شکست کی پیشن گوئی میں اس کی طرف اشارہ ہے؟

ملا محمد عمر: میں تمہیں سمجھا دوں کہ اہلِ ایمان کے لیے اس معاملے سے اسلحے کا تعلق نہیں۔ ہم اللہ کے نصرت کے امیدوار ہیں اور اگر یہ نصرت شامل حال رہی تو پھر بات امریکہ کے زوال کی ہے کہ وہ فہرست کے سر (top) سے فہرست کے آخر (bottom) کی طرف آئے گا۔

صحافی: (حقارت سے پوچھتا ہے) پچھلے کئی دنوں سے بہت سارے صوبوں کا کنٹرول آپ کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ آپ کو پھر سے ایسی عسکری فتح ملے گی (جیسے پہلی امارت اسلامیہ کا قیام)؟

ملا محمد عمر: تھوڑے عرصے کے بعد ایسی فتح دیکھو گے جیسا یہ (پہلا دورِ امارتِ اسلامیہ) آپ نے دیکھا۔

صحافی: ملا صاحب! اگر آپ اس سوال کا جواب دیں کہ اتنے تیز اور سخت سقوط کی وجہ کیا تھی؟ کیا (امریکی) بمباری میں نقصان زیادہ پہنچا یا آپ کی فوج (طالبان) نے پیٹھ پھیر دی؟

ملا محمد عمر: میں نے تمہیں پہلے بتایا کہ یہ ایک بڑا کام ہے۔ (اس کام میں) یہ ایک مرحلہ ہے۔ طالبان کی صف کی صفائی (چھانٹی) ہو رہی ہے۔ کیونکہ انہوں نے حکومت کی، اس لیے ممکن ہے کہ ذمہ داریاں جو انہیں حاصل تھیں، اس میں کوتاہیاں ہوئی ہوں۔ یہ ایک بڑا کام ہے۔ اس کے ضمن میں اور بھی بہت کام ہیں۔ جس میں طالبان کی صفائی (تزکیہ) بھی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم خطا سے پاک ہیں۔ طالبان کی ذمہ داریاں تھیں، مسئولیتیں تھیں۔ تو یہ ایک بڑی تبدیلی ہے۔ جس کے ضمن میں کافی ساری باتیں ہیں۔ اس تبدیلی کا ایک مرحلہ ایک حالت (قرار) سے دوسری (انتشار) میں داخل ہونا ہے۔

صحافی: اس کے باوجود کہ تمام فریقین نے آپ کے ساتھ اشتراک کی مخالفت کی ہے لیکن اگر آپ کی صف سے معتدل طالبان اس میں شرکت کرنا چاہیں تو کیا آپ اجازت دیں گے؟

ملا محمد عمر: معتدل طالب سے کیا مطلب ہے؟ طالبان تو سب معتدل ہیں۔ افراط و تفریط تو ان کا شیوہ ہے کہ جو حق میں کمی کر کے تفریط کے مرتکب ہیں۔ اس ہمہ شمول حکومت کے چرچے تو پچھلے بیس سال سے یہاں چلتے رہے ہیں۔ فاسقوں کے ساتھ مل کر حکومت بنانا نہ ہم نے پہلے قبول کیا نہ بعد میں کریں گے۔ ایسی حکومت سے مرنا زیادہ بہتر ہے۔
میں تمہیں کیا کہہ رہا ہوں! امریکہ کو فہرست کے سر (Top) سے نکل کر آخر (Bottom) کی طرف آنا ہو گا۔ یہ میری پیشن گوئی ہے۔ تم مانو یا نہ مانو لیکن بعد میں خود دیکھ لینا۔

قارئین ذرا تصور کریں کہ اللہ رب العزت نے اپنے اس خاص بندے کو کتنی بصیرت دی تھی۔ ایک ایسے وقت میں جب ان سے سب کچھ چھن چکا تھا اور ان کے سامنے بظاہر کوئی رستہ نہیں تھا، وہ اس امریکہ کی شکست اور زوال پذیر ہونے کی پیشن گوئی سنا رہے تھے۔ آج وقت نے ثابت کر دیا کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایک لفظ سچا تھا۔ امریکہ افغانستان میں شکست کھا چکا ہے۔ طالبان اس سے بھی زیادہ قوت و سلطے کے ساتھ حاکم ہیں۔ امریکہ جو سپر پاور تھا اس کی حیثیت اب سپر کی نہیں ہے اور دنیا کی دیگر اقوام اس سے مقابلہ کر رہی ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ امریکہ کو اصل شکست تو افغانستان میں ہو چکی ہے کیونکہ اسے ذلت کے ساتھ افغانستان سے نکالا جا چکا ہے۔ اللہ رب العزت امت کے ان محسنین کی قربانیاں قبول کریں جنہوں نے امریکہ کا غرور خاک میں ملایا۔ لیکن جس طرف ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ امریکہ کا زوال اس حد تک کہ وہ اقوام عالم

میں نچلے درجے کی قوم تصور کی جانے لگے گی۔ الحمدللہ کہ امریکہ کا زوال کی طرف سفر، جس کی پیشن گوئی ملا عمر ﷫ نے کی تھی آج بھی تیزی سے جاری ہے اور امریکہ مزید زوال پذیر ہو رہا ہے۔ امریکہ فہرست کے آخر کی طرف سفر کر رہا ہے۔

اس کی ایک واضح دلیل امریکہ کی اپنی جنگی حکمت عملیوں میں تبدیلی ہے۔ اس کی تازہ مثال امریکی فضائیہ (USAF) کی طرف سے فروری میں نئی آپریشنل حکمتِ عملی کا اعلان ہے۔ جس کے مطابق اگست کے مہینے میں ایکسر سائز بیمبو ایگل (Bamboo Eagle) کا انعقاد ہوا۔ پالیسی میں یہ تبدیلی کیوں کی گئی؟ امریکہ کی قوت اور اس کی قوت کی نمائش، کی حالت کیا ہے؟ اس پر ایک امریکی تجزیہ نگار و صحافی کی رپورٹ کا، جس میں امریکی ائیر فورس کے اعلیٰ عہدے داران کے بیانات شامل ہیں، جائزہ لیتے ہیں۔

ریان فینیرٹی (Riyan Finnerty) ایک امریکی صحافی ہے۔ وہ امریکی دفاعی موضوعات پر flightglobal.com کے لیے رپورٹنگ اور تبصرہ کرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ امریکی پبلک ریڈیو میں بھی صحافت کے خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ مذکورہ صحافی کی سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ خود بھی امریکی آرمی میں سابقہ آفیسر رہ چکا ہے۔ اس کی حالیہ رپورٹ جو امریکی فضائیہ کی مشقوں کے بارے میں ہے اور جس میں امریکی عہدیداران اپنے منہ سے ملا عمر ﷫ کی پیشن گوئی کا اقرار (اپنے الفاظ میں) کرتے نظر آرہے ہیں، ملاحظہ ہو۔

اس رپورٹ کا عنوان جو کافی دلچسپ ہے کچھ یوں ہے ”امریکی فضائیہ (USAF) قوت کے اظہار و نمائش (Power Projection) کے لیے بیرون ملک اڈوں پر مزید اعتماد نہیں کر سکتی“۔

رپورٹ کے مطابق امریکی جنگی صورت حال میں ایک تبدیلی آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ماضی میں امریکہ سے باہر وہ فضائی اڈے جن کو امریکہ اپنی قوت کے اظہار اور اپنے مخالفین کو کسی اقدام سے روکنے وڈرانے کی غرض سے استعمال کرتا تھا اب ان اڈوں کا مقصد وہ نہیں رہا۔ یہ اڈے جو امریکہ سے باہر امریکی قوت سے لوگوں کو ڈرانے کے لیے بنائے گئے تھے اب امریکی طیاروں اور افراد کے لیے محفوظ نہیں ہیں۔ اس لیے ان کو امریکہ اس بنیادی مقصد یعنی اظہارِ قوت (Power Projection) کے مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکتا۔

فینیرٹی کے مطابق یہ نتیجہ امریکی فضائیہ کے اعلیٰ عہدیداران کے تجزیے پر مبنی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ حالیہ جغرافیائی عدم استحکام اور جدید ہتھیاروں (ڈرونز) کے استعمال نے واشنگٹن کے بیسوی صدی کے اظہارِ قوت (Force Projection) کے ماڈل کو ختم کر دیا ہے۔ جو بنیادی طور پر دوست ممالک (جن میں اکثریت مسلم ممالک کی ہے) میں واقع بڑے اور مکمل طور پر فعال فضائی اڈوں پر قائم تھی۔

امریکی فضائیہ کے چیف آف سٹاف جنرل ڈیوڈ آلوین (Gen David Allvin) کا کہنا ہے کہ آج کا سکیورٹی ماحول ہم سے ایک چست اور نئے طریقے اپنانے والی فوج بننے کا تقاضہ کرتا ہے جو مقابلے اور متحرک جنگ کی صورت میں مہلک ثابت ہو سکے۔

امریکہ کو سٹریٹیجک سے لے کر ٹیکٹیکل لیول پر تبدیلیوں کی ضرورت کیوں پیش آرہی ہے؟

اہلِ بصیرت بخوبی جانتے ہیں کہ امریکہ کو ’فوق العادت‘ سے ’عادی‘ بنانے کا کام کس نے کیا۔ اللہ رب العزت شیخ اسامہ بن لادن شیخ ایمن اور ملا عمر کو بہترین جزا دیں کہ انہوں نے خدائی کے اس جھوٹے دعویدار امریکہ کی خدائی کا بت توڑا۔ جب امریکہ کو مجاہدین کی ضربیں پڑی اور وہ کمزور ہوا تو عالمی سطح پر برتری پانے والے دیگر فریقین نے بھی امریکہ کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیں۔ تو ظاہر ہوا کہ امریکہ کو دیگر سے مقابلے کے لیے واحد سپر پاور کی مسند سے نیچے اتارنے کا کام مجاہدین نے ادا کیا۔ پہلے امریکہ کو یہ خطرہ ہی محسوس نہیں ہوتا تھا کہ کوئی اس پر بھی حملہ کر سکتا ہے لیکن اب صورت حال مختلف ہے۔ اس لیے امریکہ کو اپنی پالیسی میں اس کے مطابق تبدیلی لانا پڑ رہی ہے۔

رپورٹ کے مطابق اس تبدیلی کی ضرورت اس لیے پیش آرہی ہے کہ حالیہ مہینوں میں مشرق وسطیٰ میں امریکی اڈوں اور بحری تنصیبات پر طویل فاصلے تک مار کرنے والے میزائل وڈرونز کے بار بار حملے دیکھنے میں آئے۔ جس میں امریکہ کو مادی نقصان کے ساتھ ساتھ جانی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ دوسری طرف بحر ہند اور بحر الکاہل میں چین کی طرف سے زیادہ سرعت و فاصلے پر ہدف کو مارنے والی میزائل ٹیکنالوجی پر سرمایہ کاری نے بھی وہاں امریکی اظہارِ قوت و برتری کو ختم کر کے صرف اپنی موجودگی کی دفاع تک محدود کر دیا ہے۔

ان نئے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگست میں امریکی فضائیہ نے بیمبو ایگل (Bamboo Eagle) کے عنوان کے تحت کیلی فورنیا، نیواڈا اور مشرقی بحر الکاہل میں فضائی مشقیں منعقد کیں۔ جس میں ائیر فورس کے اہلکاروں کو ان پر حملے کے دوران دوبارہ ہتھیار تیار کرنے (Re-Arming)، دوبارہ ایندھن ڈالنے (Re-fueling)، اڑان بھرنے (Take off)، لینڈ کرنے (Landing) اور آگ سے نمٹنے (Fire fighting) کی تربیت دی گئی۔

رپورٹ کے مطابق سابقہ فضائی مشقیں جیسے ریڈ فلیگ ایکسر سائز وغیرہ کے برعکس ان مشقوں میں افراد کی مختلف طریقے سے تربیت کی گئی۔ اس دفعہ افراد کی تربیت ان کے اڈوں پر حملوں کی صورت میں کی گئی جس میں دفاع کو ترجیح میں رکھا گیا۔ جبکہ بالعموم امریکی فضائی مشقیں دشمن کی فضائیہ کے اقدام کو پہلے سے روکنے والے تکنیکی طریقہ کار پر مرکوز ہوا کرتی ہیں۔ ان

مشقوں کے اختتام پر امریکی فضائیہ کے جنرل کرسٹوفر نیمی (USAF Warfare Center Command Officer Maj Gen Christopher Niemi) نے کہا:

”فضائیہ کی سطح پر ہم سیکھ رہے ہیں کہ ہمیں فرنٹ لائن (جنگ) پر (خود) فعالیت کرنی ہوگی۔“

جنرل کی اگلی بات پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے اس کو اردو کے ساتھ ان انگریزی الفاظ میں بھی لکھنا چاہوں گا جو خود اس کے اپنے الفاظ ہیں:

> “The USAF no longer has the luxury of projecting power from sanctuary bases. Airmen will be required to sustain the same operational tempo as before, but under the threat of large-scale enemy fires at a magnitude this nation has never seen.”[1]

> ”امریکی فضائیہ کے لیے وہ آسائشیں (سہولتیں) نہیں رہیں جس سے (دوست ممالک) کے محفوظ اڈوں سے طاقت کا اظہار کیا جاتا تھا۔ ہوابازوں کو اسی طرح فعال کردار ادا کرنا ہوگا جیسے پہلے کیا کرتے تھے، لیکن دشمن کے بڑے اور ایسی نوعیت کے حملوں کے خدشے کے تحت جس کو اس (امریکی) قوم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“

اس بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مجاہدین نے کس طرح امریکہ کے وہ ارادے و خیالات ختم کر دیے ہیں جن میں وہ اکیسویں صدی میں پوری دنیا پر اپنی اکیلے حکمرانی کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اب امریکہ دنیا کے مختلف خطوں میں اپنی موجودگی قائم رکھنے کی جدوجہد کے مرحلے میں پہنچ گیا ہے اور جلد ان شاءاللہ امریکہ اس سے بھی مزید گرے گا۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد ﷬ کی ایمان افروز پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔ امریکہ زوال پذیر ہے اور ان شاءاللہ اپنے بدترین زوال کی جانب تیزی سے گامزن ہے۔

امتِ مسلمہ کی ذمہ داری

یہ بات سب کو پتہ ہے کہ امتِ مسلمہ پر اپنی تاریخ میں سب سے بڑا زوال پچھلے ڈیڑھ سو سالوں میں آیا۔ خلافت کا سقوط، مسلمانوں کی زمینوں پر براہِ راست کفار کا قبضہ اور پھر بالواسطہ ان پر قبضہ جمانا، عالمی سطح پر امتِ مسلمہ کی نمائندگی کا بالکل زائل ہو جانا۔ پھر اللہ رب العزت نے جہادِ روس کے ذریعے مسلمانوں میں پھر سے جہاد کی روح زندہ کر دی۔ اس امت نے فریضۂ جہاد کی بدولت پہلے روس اور پھر دوسری عالمی طاقت امریکہ کو شکست دی۔ ان کی خدائی کے دعوے کو خاک میں ملا دیا۔ پوری دنیا کے سامنے ان کی کمزوری کو ظاہر کر دیا کہ وہ بھی مخلوق ہی ہیں اور خدائی صرف ایک وحدہ لاشریک خالق کی ہے۔

اب جب دنیا پھر سے ایک سے زیادہ قوتوں کی شاہد ہے تو سوال یہ ابھرتا ہے کہ ان قوتوں میں امتِ مسلمہ جو تیرہ سو سال تک خود ایک قوت بلکہ دنیا کی فیصلہ کن قوت ہوا کرتی تھی، کہاں کھڑی ہے؟ مجاہدین کی ان قربانیوں کی قدر یہی ہے کہ ہم مسلمان سب مل کر امتِ مسلمہ کو اس کی کھوئی ہوئی شان دوبارہ واپس دلا دیں۔ اس کے لیے ابھی ہمیں مزید سفر طے کرنا ہوگا۔ جو شکست امریکہ اور اس کے غلاموں کو افغانستان میں ہو چکی ہے اس کے دائرے کو مزید پھیلانا ہوگا۔ امریکہ کو پوری امت کی سرزمینوں سے نکالنا ہوگا۔ اسی سے اہلِ دین کو قوت ملے گی اور اس قوت کی بنیاد پر امتِ مسلمہ کو دوبارہ وہ شان ملے گی جو کبھی اس کی ہوا کرتی تھی اور جو اس کا حق ہے۔

☆☆☆☆☆

گناہ میں مبتلا ہونے کے نتائج

میری بیٹی نے مجھ سے پوچھا: جب دجال کا معاملہ معلوم ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں سمجھایا ہے، تو کچھ مسلمان اس کے ظہور پر اس کی پیروی کیسے کر سکتے ہیں؟

میں نے اس سے کہا: ”گناہ میں مبتلا ہونے کے نتائج میں سے ایک نفع بخش علم کا بھول جانا ہے“، اس بات پر مجھے ابن تیمیہ کی مجموع الفتاویٰ کی عبارت یاد آئی:

”گناہوں میں سے ایسے گناہ بھی ہیں جو انسان اور نفع بخش علم کے درمیان پردہ حایل کر دیتے ہیں، یا کم از کم جزوی طور پر (علم کو انسان سے چھپا لیتے ہیں)؛ درحقیقت، وہ اس علم کو بھول جانے کا سبب بن جاتے ہیں جو انسان کو پہلے سے حاصل ہوتا ہے اور حق اور باطل کے درمیان الجھن پیدا کر دیتے ہیں۔“

ہم (وقتاً فوقتاً) ایسے علماء کو دیکھتے ہیں جو خصوصاً ان معاملات میں الجھ جاتے ہیں جن کے بارے میں وہ خود لوگوں کو متنبہ کیا کرتے تھے۔ اور لوگوں میں امت سے متعلقہ نہایت اہم معاملات میں الجھن پیدا کرتے ہیں، ایسا لگتا ہے جیسے ان کے پرانے الفاظ انہیں مکمل طور پر بھلوا دیے گئے ہوں۔ یا اللہ، ہمیں فتن سے بچا (آزمائشوں، مصائب، افتراق، تفری، جھگڑوں وغیرہ سے)

شیخ ایاد قنیبی

---

[1] http://www.flightglobal.com/defence/usaf-can-no-longer-count-on-overseas-bases-for-power-projection/159575.article

عمرِ ثالث

امارت اسلامیہ افغانستان کے مؤسس عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی مستند تاریخ

مصنف: قاری عبدالستار سعید
مترجم: جلال الدین حسن یوسف زئی

دوسری فصل: افغانستان اور فتنۂ کمیونزم

افغانستان سلطنتوں کا قبرستان اور حملہ آور دشمن کی جائے تباہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایک تجزیے کے مطابق اس خطے کی پانچ ہزار سالہ تاریخ کے نصف سے زائد سال بے امنی اور بحران میں گزرے ہیں۔ افغانستان کی تاریخ میں امن و امان کا طویل دور بیسویں صدی عیسوی کی درمیانی دہائیاں تھیں۔ آلِ یحییٰ (نادر خان، ظاہر شاہ اور داؤد خان) کے پچاس سالہ دورِ حکومت کے دوران افغانستان میں امن و امان تھا۔ ان حکومتوں کے آخری سال ملا محمد عمر مجاہد کے بچپن اور نوجوانی کا دور تھا۔

سرد جنگ کے ان سالوں میں افغانستان نے کافی عرصہ تک عالمی سطح پر پالیسی غیر جانبدارانہ رکھی۔ لیکن اس دور کے حکمرانوں کی غفلت اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے شمالی اشتراکیت پسند پڑوسی سوویت یونین کے ساتھ مل گئے۔ سوویت یونین افغانستان میں دوستی اور امداد کے لبادے میں کیمونزم اور دہریت کا نظریہ لے کر آیا۔ تعلیم، ذرائع ابلاغ اور فوج سمیت حکومت کے مختلف شعبوں میں اشتراکیت پسند داخل ہوئے۔ افغانی اشتراکیت پسند جن کی پشت پناہی سوویت یونین کر رہا تھا اس دور کے حکمرانوں نے ان کے سامنے رواداری کا رویہ اپنایا اور حکومت نے صرف ان اسلام پسندوں کی سرکوبی شروع کر دی جو افغانی عوام کو کیمونزم کے خطرات سے آگاہ کر رہے تھے۔

اس مرحلے میں کیمونزم کے خلاف دعوتی سرگرمیاں، علمائے کرام اور یونیورسٹیوں کے بعض اسلام پسند جاری رکھے ہوئے تھے۔ اگرچہ گاؤں کے علماء، مدرسین اور خطیبوں کی کوئی منظم جماعت موجود نہیں تھی لیکن وقتاً فوقتاً دعوتی مجالس، اجتماعات اور تحریری بیانات کے ذریعے عوام کو کیمونزم کے خطرات سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اس وقت ملا محمد عمر مجاہد کی عمر دس سال تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دینی تعلیم ضلع 'دہراوُد' میں جاری رکھے ہوئے تھے، افغانستان کے علماء نے کابل کی 'پل خشتی مسجد' میں ملکی سطح پر ایک بڑے اجتماع کا انعقاد کیا تاکہ نظریۂ اشتراکیت اور باقی انحرافات کی روک تھام کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالا جائے۔

جامعہ مسجد پل خشتی کا اجتماع جون ۱۹۷۰ء میں منعقد کیا گیا اور یہ کئی ہفتے جاری رہا، جس میں افغانستان کے تمام صوبوں سے علماء نے شرکت کی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ بجائے یہ کہ وقت کے حکمران کثیر تعداد میں اس پُر امن اجتماع میں شرکت کرنے والے علماء کی عزت افزائی کرتے، ان کی دینی تجاویز، مشوروں پر لبیک کہتے، انہوں نے بغیر کسی جرم کے ان علمائے کرام کے خلاف ظلم اور تشدد سے کام لیا، علمائے کرام پر برقی ڈنڈوں (Baton Stun Guns) سے تشدد کیا گیا اور بالآخر ان کو قیدی بنانے کے بعد ملک کے مختلف دور افتادہ علاقوں میں بھیج دیا گیا تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعے کی نوبت نہ آئے۔

پل خشتی کے واقعے کے چار سال بعد ظاہر شاہ کے چچا زاد داؤد خان نے اپنے اشتراکیت پسند حامیوں کے ساتھ مل کر ظاہر شاہ کا تختہ الٹ دیا اور اپنے آپ کو نام نہاد جمہوریت کا راہنما قرار دیا۔ داؤد خان کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد افغانی اشتراکیت پسند ایک قدم مزید اپنے اہداف کے قریب ہو گئے۔ اس بار اشتراکیت پسندوں نے حکومت میں باقاعدہ طور پر جگہ بنالی اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مخالفین (علمائے کرام اور اسلام پسندوں) کی سرکوبی شروع کر دی۔ داؤد خان کی حکومت کے ابتدائی سال افغانستان کے اہل دین کے لیے انتہائی سخت اور خطرناک تھے، کثیر تعداد میں داعیانِ دین ملک سے باہر پڑوسی ممالک کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور ان کی اصلاحی سرگرمیوں پر مکمل طور پر پابندی لگا دی گئی۔

جب اشتراکیت پسندوں نے داؤد خان کے دور میں حکومت کے اندر اثر و رسوخ بڑھا دیا اور اپنے قدم جما لیے تو داؤد خان کی حکومت کا تختہ الٹنے اور مکمل طور پر اشتراکی حکومت قائم کرنے کی مہم کا آغاز کر دیا۔ اگرچہ داؤد خان اپنے دورِ حکومت کے اواخر میں کیمونزم کے خطرے کو بھانپ گیا تھا اور اس نے اشتراکیت پسندوں کی سرکوبی کے لیے بعض فوری اقدامات بھی کیے لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ اشتراکیت پسندوں نے ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو ایک خونریز بغاوت کے نتیجے میں داؤد خان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور افغانستان میں مارکسزم اور لینن ازم کی فلسفی بنیادوں پر اشتراکی حکومت کا اعلان کر دیا۔

مدرسہ سے جہادی محاذ کی طرف

ملا محمد عمر مجاہد کا رہائشی علاقہ افغانستان کے ضلع 'دہراوُد' کے ایک دور افتادہ اور پہاڑی علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ پرانے زمانے میں ذرائع ابلاغ نہ ہونے کے برابر تھے اس لیے لوگوں کو حکومتی تبدیلیوں اور سیاسی واقعات کی خبریں دیر سے ملا کرتیں۔ اشتراکی انقلاب کے بعد شہری علاقوں یا شہر کے قرب و جوار میں بہت جلد جہادی تحریکوں کا آغاز ہو گیا۔ لیکن دور افتادہ علاقوں میں اشتراکیت پسندوں کے خلاف جہاد کے آغاز میں تاخیر ہوئی۔

اپریل میں ہونے والی بغاوت کے ایک سال بعد ۱۹۷۹ء کے موسم بہار میں صوبہ ارزگان کے ضلع 'دہراوُد' میں بھی جہادی تحریک کا آغاز ہوا۔ علاقے کے علماء، عمائدین اور اشتراکی فتنے سے باخبر افراد نے عوام کو فتنۂ اشتراکیت کے خطرے سے آگاہ کیا اور نئے دہری نظام حکومت کے خلاف اٹھنے کی تحریض دلائی۔ ضلع 'دہراوُد' میں جہادی تحریک نے زور پکڑا، مجاہدین حکومت کے حمایت یافتہ اشتراکیت پسندوں کے خلاف کارروائیاں کرتے، ان کے مراکز کو نشانہ بناتے اور دشمن کو سنگین نقصانات سے دوچار کرتے رہتے۔

اسی سال دسمبر میں اشتراکیت کے خلاف جہاد نے مزید زور تب پکڑا جب سوویت یونین کی افواج نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور اپنے آلۂ کار ببرک کارمل کو اقتدار کی کرسی پر لا بٹھایا۔ اس وقت افغان عوام نے منظم طریقے سے جہاد کے لیے کمر کس لی اور جہادی کارروائیوں کو منظم کرنے کی خاطر جبہات، گروپوں اور محاذوں پر تشکیلات کے سلسلوں کا آغاز ہوا۔

۱۹۷۹ء کے اواخر میں 'دہراوُد' کے ایک رہائشی مجاہد کماندان ملا میر حمزہ کی طرف سے جہادی محاذ کھولا گیا، جس کا مرکز ضلع دہراوُد کا علاقہ 'میاندو' تھا اور اس گروپ میں اکثر مجاہدین وہیں کے رہائشی طلبہ تھے۔ آغاز میں یہ گروپ کسی تنظیم کا رسمی حصہ نہیں تھا۔ ہر مجاہد اپنے ساتھ بندوق لے آیا اور جن کے پاس اسلحہ نہیں تھا انہوں نے چندہ اور قرضے کے ذریعے اپنے لیے اسلحے کا بندوبست کیا، تاکہ اس اسلحے کے ذریعے سوویت یونین کی افواج کا مقابلہ کر سکیں۔

اس گروپ کے تشکیل پانے کے چند ہفتے بعد ملا معاذ اللہ اخوند نامی ایک جوان جہاد کی نیت سے گروپ میں شامل ہوا۔ ملا معاذ اللہ ضلع دہراوُد کے 'شین غولی' گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اس کا گاؤں ملا محمد عمر مجاہد کے گاؤں 'شہر کہنہ' سے متصل تھا۔ ملا معاذ اللہ اور ملا محمد عمر (دونوں اس وقت شہر کہنہ کے مدرسے میں زیر تعلیم تھے اور) ہم عمر تھے۔ آپ دونوں بچپن کے دوست اور کئی سال مدرسہ میں بھی ہم درس طالب علم رہے۔ اسی گہری دوستی کو جاری رکھتے ہوئے چند ہفتے بعد ملا معاذ اللہ اپنے دوست ملا محمد عمر مجاہد (جن کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی) کو بھی جہادی گروپ میں لے آئے۔ اسی طرح ملا محمد عمر مجاہد جو اب تک ایک گاؤں کے مدرسے کے طالب علم تھے، جہادی محاذوں کے مجاہد بن گئے۔ یہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جہادی زندگی کا آغاز تھا جسے زندگی کے آخر تک ایک متحرک اور ناقابل تسخیر مجاہد کی حیثیت سے اعلائے کلمۃ اللہ، کفر اور فساد کے خاتمے کی خاطر جاری رکھا۔

جہادی زندگی کے ابتدائی سالوں میں آپ کا زخمی ہونا

ملا محمد عمر مجاہد ضلع 'دہراوُد' میں طالبان کے ایک جہادی گروپ میں شامل ہوئے۔ اس وقت مجاہدین کو اسلحے اور وسائل کی قلت کا سامنا تھا۔ ان کے گروپ کے پاس صرف ایک عدد کلاشنکوف تھی جو کہ گروپ کے امیر کے پاس ہوا کرتی تھی، اس کے علاوہ ان کے پاس جہادی اسلحے میں شکاری بندوق اور ایک بار میں ایک فائر کرنے والی بندوقیں اور پرانا اسلحہ تھا۔ جہادی کارروائیاں ضلع کے ہیڈکوارٹر پر کی جاتیں جس کے ارد گرد اشتراکی نظام کی فوجی چھاؤنیاں اور سکیورٹی چیک پوسٹیں تھیں۔ بعد میں جب داخلی اشتراکیت پسندوں اور سوویت یونین کی افواج نے ملک کے دور پار کے علاقوں اور ضلعوں پر فوجی حملے شروع کر دیے اور مجاہدین کے خلاف آپریشن کی غرض سے فوجی کانوائے نکالے گئے تو ضلع 'دہراوُد' کے مجاہدین صوبہ ارزگان کے مرکزی شہر کی طرف سے آنے والی سڑک پر 'کوتل مورچہ' کے پہاڑی علاقے میں دشمن کے کانوائے پر گھات لگا کر اچانک حملے کرتے تھے۔

'کوتل مورچہ' نامی علاقہ، جو صوبہ ارزگان کے مرکزی شہر اور ضلع 'دہراوُد' کے درمیان ملحقہ علاقہ ہے، دشوار گزار پہاڑیوں، تنگ پہاڑی گزرگاہوں، چٹانوں اور چھپنے کی جگہیں ہونے کی وجہ سے مجاہدین کے گھات لگانے کے لیے موزوں جگہ تھی۔ ملا محمد عمر مجاہد نے اس علاقے میں سوویت یونین اور داخلی اشتراکیت پسندوں کے خلاف کئی دوبدو معرکوں میں حصہ لیا اور اپنی جہادی زندگی میں پہلی بار اس وقت زخمی ہوئے جب 'کوتل' مورچے کے علاقے میں شدید جنگ کے بعد دشمن کی طرف سے داغے گئے ہاون (مارٹر) کا گولہ آپ کے قریب آ کر پھٹا۔

ملا محمد عمر مجاہد اپنی مضبوط جسمانی ساخت اور جنگوں میں استقامت و ثبات کی وجہ سے بہت جلد اپنے ساتھیوں کے درمیان ایک دلیر مجاہد کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ ضلع 'دہراوُد' کے تمام جہادی معرکوں میں شرکت کرتے۔ سال میں دو تین بار ضلع 'دہراوُد' میں داخلی و خارجی دشمنوں کے کانوائے محاصرے میں پھنسے اپنے فوجیوں کو سامان رسد منتقل کرنے یا دیہی علاقوں میں مجاہدین کے خلاف آپریشن کی غرض سے آتے تھے۔ ملا محمد عمر مجاہد ان عسکری قافلوں کے خلاف معرکوں میں ہمیشہ آگے رہتے۔

۱۹۸۲ء کے اواخر میں ضلع 'دہراوُد' کے مجاہدین نے ضلع کے ہیڈکوارٹر پر فیصلہ کن حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ضلع 'دہراوُد' کا ہیڈکوارٹر صوبہ ارزگان میں حکومت کے اہم مراکز میں سمجھا جاتا تھا۔ یہاں ملکی انتظامیہ کے علاوہ دشمن کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ضلع کے ارد گرد سکیورٹی مورچے بنے ہوئے تھے جو مجاہدین کے حملے کی صورت میں بڑی رکاوٹ تھے۔ ضلع 'دہراوُد' کے مجاہدین نے ضلع فتح کرنے کی خاطر پڑوسی صوبہ ہلمند سے بھی کمک مانگی اور ہلمند کے عظیم مجاہد ملا محمد نسیم اخوندزادہ نے دسیوں مجاہدین مدد کے لیے بھجوا دیے۔ ضلعی ہیڈکوارٹر پر کارروائی سے قبل مجاہدین نے عسکری حکمت عملی کے تحت ساتھیوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اس وقت ملا محمد عمر مجاہد کے گروپ کے کماندان ملا میر حمزہ قندہار گئے ہوئے تھے، دوران جنگ ان کے ساتھیوں کی ذمہ داری ملا محمد عمر مجاہد کو سونپی گئی، مختلف اہداف کو بیک وقت نشانہ بنانے کے لیے ملا محمد عمر مجاہد اور آپ کے ساتھیوں کو ضلع کے شمال میں موجود دشمن کے ایک اہم مورچے کی نشاندہی کی گئی جس کو مجاہدین 'سرہ خزہ' (سرخ مورچہ) کے نام سے

جانتے تھے۔ دشمن کا یہ مورچہ ایک پہاڑی چوٹی پر واقعہ تھا اور اس پر حملہ کرنے کے لیے اوپر چڑھنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

کارروائی کے آغاز کے بعد ملا محمد عمر مجاہد اور آپ کے ساتھیوں نے بھی دشمن پر حملے شروع کر دیے، آپ اور مجاہدین کی مسلسل پیش رفت کی وجہ سے دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا، ملا محمد عمر مجاہد اور آپ کے ساتھی ملا عبد القیوم، مورچے سے دشمن کے تعاقب کی نیت سے آگے بڑھے لیکن دشمن کے جوابی فائر سے آپ دونوں زخمی ہو گئے اور مزید تعاقب جاری نہیں رکھ سکے۔ ملا محمد عمر مجاہد کو دشمن کی کلاشنکوف کی گولی ران میں لگ گئی اور آگے بڑھنے سے رہ گئے۔ ڈاکٹر امیر خانجان ضلع 'دہراوُد' میں زخمی مجاہدین کا علاج کیا کرتے تھے، آپ نے ملا محمد عمر مجاہد کے زخم کی مرہم پٹی کی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لگنے والا زخم گہرا تھا لیکن ٹانگ کی ہڈی محفوظ تھی۔ قندھار جانے تک اس زخم کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ لنگڑا کر چلتے یہاں تک کے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زخم خود ہی ٹھیک ہو گیا۔

ضلع 'دہراوُد' کا جہادی گروہ جس کے ساتھ ملا محمد عمر مجاہد وابستہ تھے، تین سال گزرنے کے باوجود کسی تنظیم کے ساتھ منسلک نہیں تھا، ملا محمد عمر مجاہد کا قندھار جانے کے بعد یہ گروپ مولوی محمد نبی محمدی کی تنظیم (حرکتِ انقلابِ اسلامی) کے ساتھ منسلک ہو گیا اور اس کا باضابطہ نام 'جبہۂ طلبہ' رکھ دیا گیا۔

اگرچہ اس دوران صوبہ ارزگان میں بھی جہادی کارروائیاں جاری رہی، لیکن قریب میں صوبہ قندھار کا جہادی محاذ زیادہ گرم تھا۔ اگر صوبہ ارزگان کے ضلع 'دہراوُد' میں سوویت افواج کے ساتھ آمنے سامنے لڑائی کی نوبت سال میں دو تین بار آتی، تو قندھار میں دوبدو جنگ کی نوبت روز کا معمول تھا۔ مجاہدین بڑے راستوں پر دشمن کے کانوائے پر گھات لگاتے اور آئے روز انہیں بھاری جانی و مالی نقصان سے دوچار کرتے۔ ضلع 'دہراوُد' کے کئی مجاہدین جن کے اپنے علاقے میں جہادی کارروائیوں سے پیاس نہ بجھتی، وہ جہاد کی نیت سے قندھار چلے گئے۔ ملا نیک محمد، ملا فدا گل، ملا شاہ ولی، ملا برادر اخوند سمیت دوسرے 'دہراوُد' کے وہ طالبان تھے جو ان حضرات سے قبل قندھار کے گرم جہادی محاذوں پر پہنچے تھے۔ ۱۹۸۲ء میں ملا محمد عمر مجاہد کے قریبی ساتھی ملا معاذ اللہ کے قندھار جانے کے بعد ملا محمد عمر نے بھی 'دہراوُد' کی جگہ قندھار کے جہادی محاذ کا انتخاب کیا۔

ملا محمد عمر کا قندھار کی طرف روانگی

فیض اللہ اخوند کا گروپ

سوویت یونین کے حملے کے ساتھ افغانستان کے دوسرے صوبوں کی مانند جنوبی صوبوں میں بھی جہاد ایک نئے مرحلے میں داخل ہوا تھا۔ صوبہ قندہار، جس میں سوویت افواج کا افغانستان کے جنوب کی سطح پر بڑا فوجی اڈہ موجود تھا، سٹریٹیجک لحاظ سے بہت اہم سمجھا جاتا تھا جس کی نتیجے میں جہادی میدان بھی اسی اہمیت کا حامل اور حالات کا دھارا بدلنے والا بن گیا تھا۔

قندھار میں اشتراکیت پسندوں کی بغاوت کے خلاف جہادی تحریکوں کا آغاز ہو گیا تھا، یہ تحریکیں پہلی بار مشرقی ضلعوں معروف اور ارغستان میں شروع ہوئی، اور بعد میں مجاہدین آہستہ آہستہ شہر کے مضافات اور قرب وجوار کے ضلع ڈنڈی، پنجوائی، ارغنداب اور میوند میں بھی اتر گئے۔

۱۹۸۰ء کا موسم گرما روس کے لیے افغانستان میں پہلا موسم تھا جس کا وہ سامنا کر رہے تھے، قندھار میں بھی خونریز جنگیں جاری تھیں، مجاہدین کی متحد تنظیمیں ان کوششوں میں تھیں کہ اس صوبے میں بھی جہادی گروپوں کی تعداد مزید بڑھا دیں تاکہ سوویت فوجوں کے خلاف مقابلے کا توازن برابر رہے اور حملہ آوروں پر زمین تنگ کر دی جائے۔

مولوی محمد نبی محمدی کی قیادت میں حرکت انقلاب اسلامی تنظیم، جس سے وابستہ افراد زیادہ تر دینی علماء اور طلباء تھے، افغانستان کے دوسرے علاقوں کی طرح جنوبی زون کی سطح پر بھی اہم جہادی کردار ادا کر رہے تھے۔ جنوبی زون کی سطح پر اس تنظیم کے سرکردہ جہادی رہنما امیر ملا موسیٰ کلیم ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء کو شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت سے کچھ ہی عرصہ پہلے حرکت انقلاب اسلامی نے اپنے تنظیمی صف بندی میں قندھار کے لیے ایک نئے گروہ کا اضافہ کر دیا، جس کے امیر فیض اللہ اخوند اور عسکری مسئول کماندان عبد الکریم حیدری تھے۔ ملا عبد الغنی اخوند (جو بعد میں ملا برادر اخوند کے نام سے مشہور ہو کر امارت اسلامیہ کے نائبین کے مقام تک پہنچ گئے) اس گروپ کے بانیوں میں سے تھے۔

اس گروپ نے اپنی جہادی سرگرمیوں کا آغاز ایک ایسے وقت میں قندھار شہر کے قریب 'محلہ جات' کے علاقے میں شروع کر دیا جب اس علاقے میں مجاہدین اعلانیہ موجود نہیں تھے بلکہ صرف گوریلا کارروائی کرتے رہتے۔ پہلے سال اس گروپ نے ضلع 'پنجوائی' کے مرکز پر دوسرے گروپوں کے ساتھ مل کر عبد الکریم حیدری کی قیادت میں حملہ کیا۔

۱۹۸۱ء کے موسم بہار میں اس گروپ کے عسکری کماندان عبد الکریم حیدری گروپ سے الگ ہو گئے ان کی جگہ گروپ کے امیر فیض اللہ اخوندزادہ نے اپنے قریبی ساتھی خان عبد الحکیم کو گروپ کا عسکری کماندان بنایا۔ خان عبد الحکیم اگرچہ باضابطہ طور پر گروپ کے عسکری کماندان تھے لیکن دوران جنگ عملی طور پر جنگی قیادت وہی باصلاحیت مجاہدین کیا کرتے تھے

جن کا جنگی امور میں تجربہ تھا۔ اسی سال گروپ کا ہیڈ کوارٹر 'محلہ جات' کے علاقے سے ضلع میوند کے علاقے 'سنگ حصار'[1] منتقل ہو گیا۔

افغانستان کے شمال اور مرکزی علاقوں میں مجاہدین کے تابڑ توڑ حملوں نے مزار شریف تا کابل روس کے رسد و کمک کے مختصر راستے کو بند کر دیا تھا اور کابل سے افغانستان کے جنوب تک سامان رسد بہم پہنچانے والے کانوائے مجاہدین کے حملوں کی زد میں تھے، لہٰذا روس نے افغانستان کے جنوب میں رسد و کمک پہنچانے کے لیے نسبتاً طویل لیکن پر امن راستے کا انتخاب کیا۔

ترکمانستان سے ہرات اور پھر قندھار تک پھیلا ہوا راستہ اگرچہ طویل ہے لیکن اس کا زیادہ تر حصہ دشت اور صحرا سے گزرتا ہے جس پر مجاہدین کا گھات لگانا ممکن نہیں تھا۔ ۱۹۸۱ء میں ہرات سے قندھار کی طرف روسیوں کے رسد و کمک کے کانوائے آنا شروع ہوئے جس کی وجہ سے قندھار میں جہادی کارروائیوں کی نوعیت بھی بنیادی طور پر تبدیل ہو گئی۔ کیونکہ پہلے قندھار میں شہروں اور ضلعوں میں موجود اہداف پر تعارضی اور گوریلا حملے کیے جاتے تھے۔ لیکن سوویت کانوائیز کے آغاز سے، گھات اور دوبدو لڑائیوں کا مرحلہ شروع ہوا۔

اسی سال فیض اللہ اخوند کے گروپ میں صوبہ ارزگان سے ایک مجاہد آئے جو بعد میں اپنے پر اثر جہادی کردار کی بدولت گروپ کے غیر رسمی عسکری مسئول کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ اس مجاہد کا نام ملا نیک محمد تھا، صوبہ ارزگان کے ضلع چہار چینو کے گاؤں 'خونی' کے رہائشی تھے جو ملا برادر اخوند کے تعلق پر اس گروپ کے ساتھ منسلک ہوئے تھے۔

ملا نیک محمد نے اپنے منفرد جہادی کردار کی بنیاد پر گروپ کو کارروائیوں کے ایک نئے مرحلے میں داخل کر دیا۔ آپ نے باقی گروپوں کے مجاہدین کے ساتھ مل کر قندھار سے ہرات کے راستے میں قندھار شہر اور ضلع میوند کے درمیان والے علاقہ میں روسیوں کی رسد لے جانے والی گاڑیوں اور فوجی کانوائیز کو تباہ کرنے کی غرض سے شدید جنگوں اور گھات لگانے کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جو بعد میں روسی فوجیوں کی پسپائی تک جاری رہا اور اس کے نتیجے میں روسیوں کو بھاری نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس جہادی مرحلے میں مجاہدین مختلف حربوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پنجواۓ، نظر جان باغ، اشوغو، پاشمول، سنگ حصار اور دوسری جگہوں میں روسی لشکروں پر حملے کرتے، ان کے ٹینکوں، فوجیوں اور رسد لے جانے والی گاڑیوں کو تباہ کرتے، یہاں تک کہ روسی افواج مجبور ہو گئیں کہ اس راستے سے گزرنے کے لیے ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کریں جو ملک کے دوسرے اہم راستوں پر سے گزرنے کے لیے اختیار کی جاتی تھیں۔

اس دور کے ایک مجاہد کے بقول اس راستے پر مجاہدین کے گھات لگا کر حملوں نے اشتراکیت پسندوں اور روسیوں کو بوکھلاہٹ کا شکار کر دیا تھا یہاں تک کہ ہرات سے کانوائے روانہ ہونے سے قبل راہ چلتے مسافروں اور گاڑیوں کے ڈرائیوروں سے معلوم کرتے کہ ملا نیک محمد سپین مسجد میں تھے یا نہیں۔[2]

مجاہدین کے تابڑ توڑ حملوں اور روسیوں کو درپیش نقصانات نے ان کو مجبور کر دیا کہ کانوائے کو محفوظ طریقے سے گزارنے سے قبل قندھار کی طرف سے بکتر بند گاڑیوں کا ایک کانوائے اس علاقے کی حفاظت کے لیے لایا جائے۔ لیکن مجاہدین ان بکتر بند گاڑیوں کے کانوائے کو بھی حملے کا نشانہ بناتے رہے، اگرچہ اس طریقے سے رسد لے جانے والے قافلے کچھ حد تک محفوظ ہو گئے لیکن اشتراکیت پسند افواج کے نقصانات کی سطح کم نہ ہوئی۔

ملا نیک محمد نے ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۳ء تک سنگ حصار کے علاقے میں روسی فوجیوں کے خلاف جہاد جاری رکھا، آپ نے نا صرف اشتراکیت پسند دشمن کے مقابل سخت مزاحمت اور فیصلہ کن جنگ کی بنیاد رکھی بلکہ اپنے ساتھ ان خونریز جنگوں میں بہادر ساتھی ملا لعل محمد، ملا عبد الغنی برادر، ملا معاذ اللہ وغیرہ کی تربیت بھی کی، جنہوں نے ان کے بعد جہاد میں بھرپور حصہ ڈالا۔

۱۹۸۳ء کی سردیاں سخت لڑائیوں کی شاہد ہیں، اس سردی میں نا صرف یہ کہ ملا نیک محمد شہید ہو گئے بلکہ ان کے گروپ کے ۳۵ سے زائد مجاہدین بھی شہید ہوئے۔ ملا نیک محمد کی شہادت کے بعد دوسرے سرکردہ جہادی رہبر جن کی طرف سب کی نظریں تھی وہ ملا لعل محمد تھے جو زیادہ تر اوقات قندھار شہر کے قریب 'پنجواۓ' کے علاقہ میں دشمن کے کانوائے پر حملے کرتے رہتے۔

ملا لعل محمد قندھار کے ضلع شاولی کوٹ کے رہنے والے تھے، آپ ملا نیک محمد جیسے تجربہ کار اور باصلاحیت مجاہدین میں شمار کیے جاتے تھے۔ ملا لعل محمد کے گروپ کے مجاہدین میں سے ایک ملا معاذ اللہ (ملا محمد عمر مجاہد کے بچپن اور مدرسہ کے ساتھی) بھی تھے جو صوبہ ارزگان کے ضلع 'دہراوَد' سے یہاں جہاد کے لیے آئے تھے۔ ۱۹۸۳ء میں اس وقت جب ملا محمد عمر مجاہد صوبہ ارزگان میں زخمی ہو گئے تھے اور علاج کے لیے پاکستان کے شہر کوئٹہ چلے گئے تھے۔ انہیں دنوں اتفاقاً ملا معاذ اللہ بھی زخمی ہو گئے اور انہیں بھی کوئٹہ علاج کے لیے لے جایا گیا۔ بعد میں ان کے گروپ کے امیر ملا لعل محمد تنظیم کے ذمہ داران کے ساتھ ملاقات کرنے اور زخمیوں کی

[1] سنگ حصار یا سنگیسار قندھار شہر کے مشرق میں ایک گنجان آباد علاقہ ہے۔ یہ علاقہ پہلے وقتوں میں ضلع میوند کا حصہ تھا، بعد میں میوند اور پنجوائی سے بعض علاقوں کو الگ کر کے ''ژڑئی'' ضلع بنایا گیا، سنگ حصار اب ضلع ژڑئی کے تحت آتا ہے۔

[2] سپین مسجد ہرات اور قندھار کے درمیان سنگ حصار کے حدود میں ایک جگہ کا نام ہے جو کہ مجاہدین کی اہم کمین گاہ تھی اور روسیوں کے کئی رسد لے جانے والے کانوائے یہاں جل کر راکھ ہو گئے۔

عیادت کے لیے کوئٹہ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے ملا معاذ اللہ اور ان کے دوست ملا محمد عمر کو دیکھا۔ اس ملاقات میں ملا معاذاللہ نے ملا محمد عمر کا تعارف کیا کہ ایک دلیر مجاہد اور آر پی جی راکٹ فائر کرنے میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔

ملا لعل محمد، ملا محمد عمر مجاہد کو کہتے ہیں کہ ہمارے علاقے پر ہمیشہ روسیوں کے کانوائے گزرتے ہیں۔ ہمارے بہت بہادر ساتھی شہید ہوگئے اور اب ہمیں راکٹ لانچر (آر پی جی) میں مہارت رکھنے والے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے گروپ میں آجائیں تو شاید ادھر خدمت کے کثیر مواقع مل جائیں۔

ملا محمد عمر مجاہد نے ملا لعل محمد کے ساتھ وعدہ کیا کہ گاؤں واپسی کے بعد فقط ایک بار اپنے گھر ملنے جاؤں گا اور اس کے بعد آپ کے گروپ میں شمولیت اختیار کروں گا۔ حقیقت میں ملا محمد عمر مجاہد کا یہ فیصلہ اس عظیم تحریک اور تاریخ کا نقطۂ آغاز تھا جس نے ’دہراوُد‘ کے زخمی طالب ملا محمد عمر مجاہد کو دنیا کے سامنے امیر المومنین کی حیثیت سے متعارف کروایا۔ اسی فیصلے کی بنیاد پر ملا محمد عمر مجاہد صوبہ ارزگان کے ضلع ’دہراوُد‘ کو چھوڑ کر صوبہ قندھار کے ضلع ’میوند‘ کے علاقے سنگ حصار میں رہائش پذیر ہوئے، آپ نے ادھر ہی سے اپنے جہاد کو جاری رکھا، ادھر ہی کے امام مسجد اور مدرسہ کے طالب علم بنے اور اسی جگہ سے شر وفساد کو ختم کرنے اور امارت اسلامیہ کی بنیاد ڈالنے کی جدوجہد شروع کی۔

قندھار کی طرف روانگی

ملا محمد عمر مجاہد علاج کے بعد صوبہ ارزگان کے ضلع دہراوُد میں اپنے گھر واپس چلے گئے۔ گھر میں گنتی کے چند دن گزار کر ایسی حالت میں ملا معاذاللہ کے ساتھ قندھار کی طرف روانہ ہوئے جب مکمل طور پر شفایاب بھی نہیں ہوئے تھے اور زخموں کی وجہ سے لنگڑا کر چل رہے تھے۔ قبل اس کے کہ آپ قندھار پہنچتے ملا لعل محمد دشمن کے اسلحہ خانے پر حملے کے دوران مقابل سمت سے آنے والے بھاری گولے سے شہید ہوگئے۔

ملا محمد عمر مجاہد، ملا لعل محمد کی تدفین کے ایک دن بعد اُدھر پہنچے، آپ نے اپنے وعدے کو پورا کیا لیکن ملا لعل محمد کی ہمراہی نصیب نہ ہوئی۔ انہی دنوں سنگ حصار کے علاقے میں ایک بڑا کانوائے آیا، ملا محمد عمر مجاہد اور ملا لعل محمد کے باقی ماندہ ساتھی ’پنجاوَ‘ کے علاقے سے ’سنگ حصار‘ منتقل ہوئے اور ادھر ہی گروپ کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر روسیوں کی بڑے کانوائے کے خلاف جنگ شروع کی۔

روسیوں کو مجاہدین کے پے درپے حملوں نے تنگ کر کے رکھ دیا تھا اور کانوائیز کی حفاظت کے لیے فوجی قطاریں بھی ان کے کام نہ آئیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ راستے میں حفاظتی مورچے بنادیئے جائیں تاکہ مجاہدین کو حملوں سے روکا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے روسی فوجیوں اور ان کے داخلی غلام علاقے میں ایک بڑی قوت کے ساتھ داخل ہوئے تاکہ علاقے کو مجاہدین سے صاف کر کے وہاں حفاظتی مورچے بنادیئے جائیں۔ روسی فوجیوں نے نا صرف یہ کہ راستوں میں حفاظتی مورچے بنا دیے بلکہ راستے کے کناروں پر بعض دیواروں کو بھی مسمار کر دیا اور ندیوں کو بھر دیا تاکہ مجاہدین گھات لگانے کے دوران انہیں چھپنے کے لیے استعمال نہ کرسکیں۔ ایسے وقت میں جب مجاہدین کے حملے جاری تھے روسی فوجیوں نے مضبوط مورچے بنادیئے اور بعض علاقوں میں مورچوں کے گرد پرسنل مائنز بھی لگادیں تاکہ وہ مورچوں پر مجاہدین کے حملوں میں رکاوٹ بن سکیں۔

مجاہدین نے روسیوں کی اس جنگی چال کے مقابل بالمثل حربے کا استعمال کیا۔ مختلف گروپوں کے مجاہدین نے دشمن کے ہر مورچے پر نظر رکھنے کے لیے ایسے مورچے بنادیئے جس سے وہ ہر لمحہ دشمن کی حرکات پر نظر رکھتے اور دشمن کے فوجیوں کو نظر میں آتے ہی یا مورچے سے باہر نکلتے وقت نشانہ بناتے۔

مجاہدین نہ صرف یہ کہ روسی اور ان کے حواریوں کو ہلکے ہتھیاروں کے ذریعے نشانہ بناتے بلکہ ہاون، ۸۲ ایم ایم توپ اور باقی بھاری اسلحے کا بھی استعمال کرتے، بعد میں مجاہدین کو بی ایم (۱۲) راکٹ بھی مل گئے اور ان کے پے درپے واروں سے روسی مراکز کو نشانہ بناتے۔

کماندان ملا محمد صادق (جو قندھار کے مسئول مجاہدین میں سے تھے) کا کہنا ہے کہ ان جنگوں میں ملا محمد عمر مجاہد کا کردار بہت اہم تھا، ان کے بقول ملا صاحب کے اندازہ لگانے کی قوت بہت قوی تھی جب بھی وہ ہاون یا دوسرے کسی بھاری اسلحے سے دشمن کے مراکز کا نشانہ لیتے تو ان کا ہدف ہرگز خطا نہ جاتا، جب روسی چوکیوں اور مورچوں پر بھاری اسلحے کا براہ راست نشانہ لے کر فائر کرنا زیادہ موثر نہ ہوتا تو ملا صاحب ۸۲ ایم ایم توپ کے ذریعے سے قوسی انداز میں گولے فائر کرتے اور اس کے ذریعے دشمن کے مورچوں کو بالکل درست انداز میں نشانہ بناتے۔ حملوں کا یہ سلسلہ نا صرف یہ کہ دشمن کی نقل و حرکت اور رسد و کمک کے لیے رکاوٹ بنا بلکہ اس نے مورچوں میں موجود سوویت فوجیوں اور ان کے مقامی آلۂ کار فوجیوں کی بھی نیند حرام کر رکھی تھی۔

☆☆☆☆☆

توحید کے علمبر دار

انجینئر زین علی

اللہ نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ میں بہت سے عالی صفات رکھیں تھیں۔ جن کا مشاہدہ اور اقرار اپنوں اور بیگانوں سب نے کیا، ایک انسان اپنی پوری زندگی میں جتنے بھی اعمال کرتا ہے، چاہے بڑے سے بڑا عمل ہو، عقائد و اعتقاد کو بہر حال اعمال پر فوقیت حاصل ہے۔ ایک مومن کے لیے بہت سے ایسے عقائد ہیں جن کے بغیر وہ صاحب ایمان نہیں کہلا سکتا۔ لیکن ایمان میں سب سے ضروری اور سب سے پہلا نیز بنیادی عقیدہ توحید کا ہے۔ توحید جتنی خالص ہو گی انسان اتنا ہی اعلی ایمان والا قرار پائے گا۔ غور طلب ہے کہ کلمۂ طیبہ میں خالقِ کائنات نے ترتیب یہ رکھی کہ اپنا اقرار یعنی اِلا اللہ بعد میں رکھا جبکہ اپنے علاوہ ہر معبود کی نفی کو یعنی لا الہ کو پہلے رکھا۔ اب سوال یہ ہے توحید کب خالص ہو گی؟ لازم ہے کہ بندۂ مومن کے لیے کبھی کوئی اس کے رب کے ساتھ شریک نہ ٹھہرے، اس کے ساتھ ساتھ ان امور میں جن میں رب کے علاوہ بھی کسی کو شامل کیا جانا ممنوع نہیں مثلاً الفت و محبت، تو حق یہ ہے کہ نا صرف کسی کی محبت و الفت دل میں رب کی محبت و الفت سے ہر گز ہر گز نہ بڑھے بلکہ محبت و الفت کا معیار ہی رب کی محبت ہو۔ یعنی کسی سے محبت ہو تو وہ بھی رب کی محبت کی خاطر ہو اور عداوت ہو تو وہ بھی دراصل رب سے محبت ہی کی وجہ سے ہو۔

وعن ابي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله». (رواه ابو داود)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی رضا کی خاطر بغض رکھنا اعمال میں سب سے افضل عمل ہے۔“

ٹھیک اسی طرح اپنے خالق ومالک کے حکم کے سامنے توحید کا علمبر دار کبھی کسی کے حکم کو خاطر میں نہیں لاتا۔

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ‌ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ‌ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ‌ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ (سورۃیوسف:۴۰)

”اس کے سوا جس جس کی تم عبادت کرتے ہو، ان کی حقیقت چند ناموں سے زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حاکمیت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے، اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

سرزمین افغانستان پر ہر طرف ظلم جبر اور چور بازاری کا دور دورہ تھا انسانیت تڑپ رہی تھی سسک رہی تھی، جنگ زدہ ملک میں ناانصافی کو عروج حاصل تھا۔ کسی کے جان ومال، عزت و آبرو محفوظ نہیں تھے۔ ایسے میں ملا محمد عمر مجاہد نے توحید کا علم بلند کیا اور لوگوں کو مالک ارض وسما کے پاکیزہ قوانین کے تحت ظالمانہ اور جابرانہ دور سے نجات دلانے کی ٹھانی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ شمع توحید قندھار سے پھیل کر افغانستان کے طول وعرض کو روشن کرتی چلی گئی اور اس شمع توحید کے پروانے تیزی سے اس کے گرد جمع ہوتے چلے گئے۔ فقط چند ہی سال میں دنیا نے وہ نظارے دیکھے جس نے سب کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کر دیا۔ طالبان عالی شان جہاں جاتے فتح و ظفر کے جھنڈے گاڑتے جاتے۔ اور توحید کی برکتوں سے خلقِ خدا کو مالا مال کرتے جاتے۔ جیسے جیسے مختلف شہروں اور دیہات میں طالبان کی عملداری قائم ہوتی وہاں ایسا مثالی امن دیکھنے میں آتا کہ ہر کوئی عش عش کر اٹھتا۔ یوں انتہائی قلیل وقت میں ایک مختصر سی جمعیت نے وہ کر دکھایا جو عقل پرستوں کے لیے ناقابلِ یقین تھا۔ اللہ کے دین کا مبارک نظام اپنے فیوض وبرکات ان خوش نصیب لوگوں پر لٹا رہا تھا جو اس سے پہلے سخت اضطراب کا شکار ہو کر جی رہے تھے۔ مسلمان ہوتے ہوئے بھی جاہلانہ رسوم اور ظلم تعدی کے سامنے بند باندھنے والا کوئی نظر نہ آتا تھا، عالمی امن کے ٹھیکے دار ممالک اپنی اپنی پسند کے وار لارڈز کی سرپرستی وحمایت کر کے انسانیت کی تذلیل میں مصروف تھے۔ طالبانِ عالی شان کے اخلاق ان کی دیانت وامانت ان کی پاکیزگی اور خدا پرستی نے عوام کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ افغانستان کی عوام وہ بہار دیکھ چکے تھے جس سے وہ کسی صورت دست بردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ دوسری طرف توحید کی شمع کی روشنی سے ظلمت و گمراہی کے علمبر دار پریشان ہونے لگے، ان کی آنکھیں اس روشنی سے چندھیانے لگیں۔ دیگر مسلم ممالک کے عوام میں بھی اسلام کے پاکیزہ نظام کی خواہش بیدار ہونے لگی کیونکہ انہیں بھی توحیدِ خالص کی لذت سے آشنا ہونا تھا۔ عالمی کفریہ طاقتیں جانتی تھیں کہ ٹیکنالوجی کا بت زیادہ دیر تک ان کی عوام کو امن وسکون اور عدل وانصاف کی اس دولت سے بے بہرہ نہیں رکھ سکے گا اور ان کے ممالک میں بھی اسلامی نظام کا مطالبہ اور خواہش زور پکڑنے لگے گی۔ چنانچہ وہ امارت اسلامیہ افغانستان کے انہدام کے لیے منصوبے بنانے لگے۔ پہلے پہل تو بامیان کے بتوں کے عوض اہل توحید کی قیمت لگانے کا ناکام تجربہ کیا، لیکن انہوں نے جان لیا کہ یہ وہ نہیں ہیں جن کے متعلق کفار کا خیال تھا کہ ڈالروں کے عوض اپنی ماں تک کا

سودا کر دیتے ہیں۔ طالبان عالی شان نے دنیا بھر سے اربوں ڈالر کی پیشکشوں کو ذرّہ برابر لائق توجہ نہ سمجھا۔

یہ واضح ہو چکا تھا کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور ان کے ساتھی نہ جھکنے والے ہیں اور نہ بکنے والے ہیں۔ آخری حربہ اس چراغِ ہدایت کو بجھانے کے لیے پھونکوں کا استعمال تھا، یعنی لشکر کشی کا ارادہ بنالیا گیا۔ ایسے میں محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے دشمن کے حملے سے پہلے پیشگی اقدام کا فیصلہ کیا۔ ایک مرتبہ پھر دنیا لرز کر رہ گئی، آج کا فرعون، اس دور کا طاغوتِ اکبر امریکہ بلبلا اٹھا۔ اس کے سارے جادوگر پیسہ، ٹیکنالوجی، اسلحہ، فوجیں وغیرہ، سب کے سب آج کے توحید کے علمبر داروں کے ہاتھوں بے بس تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب فرعونِ عصرِ حاضر غصے سے پھنکارنے لگا، اور وہ منظر جسے قرآن نے درج ذیل انداز میں بیان فرمایا ہے شروع ہو چکا تھا:

وَ لَتَعۡلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبۡقٰی ﴿۷۱﴾ (سورۃ طہٰ: ۷۱)

”اور تمہیں یقیناً پتہ لگ جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔“

کہیں پتھر کے دور میں بھیجنے کی دھمکیاں تھی تو کہیں نام و نشان مٹا دینے کے دعوے تھے۔ مادی وسائل پر بھروسہ کرنے والے امریکہ کے غیض و غضب سے تھر تھر کانپ رہے تھے اور طوفان کی آمد پر سر نیچے کرنے کے مشورے دے رہے تھے۔ لیکن جس وقت دنیا کفر کی طاقت کے رعب میں اس کے سامنے سجدہ ریز تھی، اس وقت سب کچھ آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بھی توحید خالص کے علمبر دار طالبان عالی شان کی مومنانہ استقامت ایسی تھی کہ امت کے بڑے بڑے اکابر علماء بھی بے اختیار کہہ اٹھے یہ تو صحابہ کرام کے قافلے کے راہی لگتے ہیں جو آج کے دور میں آنکلے ہیں۔

فرعونِ عصر کس کا وطیرہ مسلم ممالک کے حکمرانوں سے مطلوب افراد حاصل کرنا تھا، شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی حوالگی کا مطالبہ کرنے لگا اور دباؤ بڑھانے لگا۔ ان حالات میں بہت سے عاقبت نااندیش خیر خواہی کے پردے میں امارت بچانے کی چکنی چپڑی باتیں کر کے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کفار کو حوالگی کا مشورہ دینے لگے۔ ہر طرف ایسا ماحول بنا دیا گیا کہ بقاء کا فقط یہی راستہ ہے، لیکن مجال ہے جو ایک لمحہ بھی کوئی کمزور خیال امیر المومنین کے نزدیک بھی آسکا ہو۔ آفرین ہے ان سعادت مند مشیروں کے ایمانی جذبے کو بھی جو ایسے میں ڈٹ کر امیر المومنین کے فیصلے کے ساتھ کھڑے رہے۔ وہ عظیم اور تاریخی فیصلہ یہی تھا جس کا اظہار بی بی سی کو انٹرویو میں امیر المومنین نے فرمایا کہ ایک وعدہ ہم سے بش نے کیا ہے، تباہی اور ہلاکت کا وعدہ اور ایک وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا ہے، نصرت و کامیابی کا وعدہ، ہمیں یقین ہے اللہ کا سچا وعدہ پورا ہو کر رہے گا، ان شاء اللہ۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۳۹)

”(مسلمانو!) تم نہ تو کمزور پڑو، اور نہ غمگین رہو۔ اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سربلند ہو گے۔“

کیونکہ خالص توحید والے محبت اور نفرت کا معیار جانتے تھے!

وہ ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء تھا جب سرزمینِ افغانستان پر آتش و آہن کی بارش شروع کی گئی۔ حملہ آور لشکر تقریباً پوری دنیا کی طاقتور فوجوں پر مشتمل تھا اور جن پر حملہ کیا گیا وہ توحید کے وہ متوالے تھے جن کا ساتھ خود مسلم ممالک بھی دینے کو تیار نہیں تھے۔ بیس سال تک افغانستان میں ہر ظلم روا رکھا گیا۔ لاکھوں شہادتیں ہوئیں لیکن اہل توحید کا زور ٹوٹنے کے بجائے بڑھتا گیا اور بالآخر وہ لمحہ آگیا جب امریکہ اور اس کے حواری ذلت کی گٹھڑی سر پر اٹھائے واپس لوٹ گئے۔ جس جہاد کو مٹانے آئے تھے وہ افریقہ سے یمن و شام اور دنیا بھر میں پھیل گیا الحمد للہ۔

۱۵ اگست ۲۰۲۱ء کو جب طالبان عالی شان کی فوجیں فتح کابل کے بعد صدارتی محل کا کنٹرول سنبھال رہی تھیں تو یہ پوری دنیا میں سب سے بڑی خبر بن چکی تھی۔

تھا جن کا منشور پیش قدمی
وہ گھر کو واپس پلٹ چکے ہیں

دنیا پھر سے اہلِ توحید کی قوت کا بے مثال مشاہدہ کر رہی تھی۔ اس دوران افغان قوم پورے عزم و استقلال کے ساتھ مجاہدین کا ساتھ دیتی رہی۔ یہ طالبان عالی شان کا اخلاص تو تھا ہی لیکن اس مبارک نظام کی چاہت بھی اس میں شامل تھی جس کی جھلک پہلے طالبان دورِ حکومت میں عوام نے دیکھی تھی۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کی اعلیٰ صفات بالخصوص ان کی عقیدۂ توحید سے مضبوط وابستگی امت کے لیے مشعل راہ ہے۔

جس دن امت توحید پر مضبوطی سے کاربند ہو گئی ان شاء اللہ پوری دنیا پر شریعت کا پھریرا الہرا اٹھے گا، ان شاء اللہ۔

☆☆☆☆☆

مدارس کے خلاف امریکی خوشنودی کے لیے جرنیلی عزائم

اریب اطہر

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بننے کے بعد سے فوج اور اس کے خفیہ ادارے جس انداز میں اور جن راستوں سے مدارس پر حملہ آور ہوئے اور جس طرح سرکاری مشینری اور وسائل اور میڈیا پراپیگنڈوں کا سہارا لے کر عام مسلمانوں کو مدارس سے بدظن کرنے کی کوششیں کی گئیں یہ کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حکومت نے عید الاضحیٰ پر مدارس کی جانب سے کھالیں وصول کرنے پر پابندی لگا دی۔ واضح رہے کہ اس سال فوجی فاؤنڈیشن کی گوشت کی کمپنی قربانی کی سروس فراہم کرنے کا آغاز کر رہی تھی، جس کے لیے بڑے پیمانے پر مارکیٹنگ بھی کی گئی تھی۔ حکومتی پابندیوں اور مدارس کی جانب سے ان اعلانات کے باوجود کہ مدارس اس سال کھالیں نہیں جمع کریں گے لوگوں نے بہت سے مدارس میں زبردستی کھالیں لا کر جمع کروانی شروع کر دیں۔ جس پر پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے بہت سے مدارس کے مہتمم حضرات کو گرفتار بھی کیا۔ بہر حال اس حکومتی فیصلے اور مس مینجمنٹ کا یہ اثر ہوا کہ اس سال کھالیں مناسب طریقے سے جمع نہ ہو سکنے کے سبب ضائع ہوئیں اور فیکٹریوں میں لیدر گارمنٹس کے ایکسپورٹ آرڈرز بھی پورے نہ ہو سکے۔

کبھی یہ سہولیات دینے کے نام پر مدارس کے تعلیمی نظام میں نقب لگانے کی کوشش کرتے ہیں تو کبھی بے تکے الزامات۔ مشرف جیسے صلیبی غلام نے بھی اقتدار پر قبضہ جمانے کے بعد ایک دفعہ علماء اور مشائخ کے اسّی رکنی وفد سے ملاقات میں کہا تھا کہ حکومت دینی مدارس کو قومی دھارے میں لانا چاہتی ہے لیکن ساتھ ہی کہا تھا کہ حکومت ان کے کام میں مداخلت نہیں کرے گی۔ مشرف نے علماء سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ عالمی سطح پر دینی مدارس کا بڑا حامی ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ مدارس سب سے بڑی این جی اوز (غیر سرکاری ادارے) ہیں جو اسّی لاکھ بچوں کو مفت تعلیم، رہائش اور خوراک مہیا کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ چرب زبانی صرف دکھاوے کے لیے ہی ہوتی ہے لہٰذا سب ہی نے دیکھا کہ مشرف نے اسلام آباد میں سکیورٹی کے نام پر مساجد و مدارس کو شہید کرنے کا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجے میں لال مسجد کی تحریک شروع ہوئی۔ افغانستان میں جاری امریکی جنگ کے دوران دو دہائیوں تک تو فوج اپنی سی کوشش کرتی رہی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان میں آقاؤں کی شکست کے بعد پاکستان میں مدارس کو دباؤ میں لانے کے لیے امریکی اشاروں پر مدارس کے خلاف جنگ کو یہ اگلے مرحلے تک لے جانے کے خواہشمند ہیں جس کے لیے وہ ہر ہتھکنڈہ آزمانے کو تیار ہیں۔

۲۰۱۹ء میں وفاقی حکومت نے ایک نئے ادارے ڈائریکٹوریٹ جنرل برائے مذہبی تعلیم کی بنیاد رکھی۔ بظاہر اس کا مقصد مدارس کی رجسٹریشن کے عمل میں مدد کرنا، ان کی سہولت کے لیے ایک مرکز کے طور پر کام کرنا اور موجودہ تین الگ الگ تعلیمی نظاموں پبلک سکول، پرائیویٹ سکول اور مدارس کی ایک متفقہ نصاب کی طرف منتقلی تھا۔ اس اقدام کا مقصد ملک کے ہر قسم کے طلبہ کو یکساں تعلیمی مواقع فراہم کرنا اور مذہبی اور جدید تعلیمات کے درمیان فرق کو ختم کرنا تھا۔ ایک تو یہ اہداف بالکل اسی طرح مضحکہ خیز ہیں جیسے انجینئرنگ کالج اور میڈیکل کالج کے نصاب کو ایک بنانے کی بات کی جائے۔ دوسری مضحکہ خیز بات اس ادارے کے ڈائریکٹر میجر جنرل ریٹائرڈ غلام قمر صاحب ہیں۔ جنکی مذہبی تعلیم کیا ہے اسکے متعلق تو کچھ کہنا ہی فضول ہے، لیکن موصوف اپنے انٹرویو میں خود ہی اقرار کرتے ہیں کہ وہ (عصری علوم میں بھی) ایک اوسط درجے کے طالب علم تھے اور ان کی زیادہ توجہ کھیل کود اور غیر نصابی سرگرمیوں کی طرف ہوتی تھی، لیکن وہ چاہتے تھے کہ ضرور کچھ بنیں۔ یہی وہ بنیادی نفسیات ہے جس کے حامل اشخاص کو فوج بھرتی کے دوران منتخب کرتی ہے یعنی زیادہ مطالعہ نہ ہو، ذہین نہ ہو اور اپنی کمی کو پورا کرنے کے لیے کوئی شارٹ کٹ ڈھونڈ رہا ہو۔ پاکستان میں اس وقت بہت سے ادارے ہیں جن کی سربراہی متعلقہ تعلیم کے حامل پروفیشنلز کے پاس ہونی چاہیے لیکن یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ بہت سے اداروں کی سربراہی یا تو ریٹائرڈ فوجی افسران کے پاس ہے یا پھر سیاسی تعیناتیاں ہیں۔ میجر جنرل ریٹائرڈ غلام قمر اپنے کیریئر کے متعلق جو تفصیلات بتاتے ہیں اسے جاننے کے بعد بخوبی سمجھ آجاتا ہے کہ جس مقصد کے لیے مدارس کی اصلاحات کے نام پر یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے اس کا امریکی جنگ سے کیسا براہ راست تعلق ہے۔ موصوف یو این مشن میں رہتے ہوئے صومالیہ بھی تعینات رہے اور ان کی تعیناتی کے دوران پاکستانی فوجی وہاں ہلاک بھی ہوئے، غالب گمان ہے الشباب کے ہاتھوں۔ یہ بھی امریکہ کا ان پر احسان ہے کہ براہ راست امریکہ کے لیے کرائے کے فوجی کے طور پر لڑنا اور مرنا کس قدر شرمندگی کی بات ہوتا لیکن امریکہ نے پاکستانی فوجیوں کے لیے بذریعہ یو این مشن لڑنے کا ایک آسان راستہ فراہم کر دیا۔ اب پاکستانی فوجی سینہ تان کر کہتا ہے کہ ہم وہاں امن قائم کرنے کے لیے جانیں دے رہے ہیں۔

موصوف سوات اور وزیرستان میں ہونے والی جنگ بھی کمانڈ کرتے رہے اس دوران وہاں جن عام شہریوں کو قیدی بنایا جاتا ان کی برین واشنگ پر مبنی تربیتی پروگرام کے خالق رہے۔ اسی تربیتی پروگرام کو موصوف نے برطانیہ میں پی ایچ ڈی کا موضوع بنایا۔ اس طرح جناب ڈاکٹر کا خطاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ موصوف کا جو سابقہ کیریئر مجاہدین کے خلاف جنگ کرتے گزرا، مدارس کی اصلاحات کے نام پر اس ادارے کا قیام بھی اسی جنگ کا ایک حصہ ہے۔

سرکاری ٹیلی ویژن کو دیے گئے انٹرویو میں یہ جرنیل اپنے ادارے کی کارکردگی بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم (ایک سال قبل) ۱۴ ہزار ے سو ۵۴ مدارس رجسٹر کر چکے ہیں جس میں ہم ان کے مسلک، طلباء کی تعداد، مہتمم، وہاں کے نصاب اور دی جانے والی سہولیات کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔ میزبان سوال پوچھتا ہے کہ پھر اس رجسٹریشن کے بعد انہیں کیا سہولیات ملیں گی تو موصوف بات گول کر دیتے ہیں۔ پھر تفصیلات بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ رجسٹریشن کے بعد حکومت مدارس کو دو استاد دے گی جو وہاں انگریزی ریاضی اور سائنس پڑھائیں گے۔ اس کے علاوہ ہم انہیں پہلی سے پانچویں کلاس تک اور پھر چھٹی سے آٹھویں کلاس تک کی قومی نصابی کتب فراہم کریں گے۔

موصوف نے چند دن قبل ایکسپریس اخبار میں لکھے گئے اپنے کالم میں مدارس کی رجسٹریشن کے حوالے سے جھوٹے الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ یہ الزامات ایسے جھوٹ اور دجل پر مبنی ہیں اور ایسی ڈھٹائی سے جناب نے تحریر کیے کہ بندہ ششدر رہ جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے ایک دفعہ ایک امریکی جنرل افغانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے کہ طالبان مجاہدین نہیں ہیں بلکہ مجاہدین تو ہم ہیں اور عاصم منیر بھی اپنے امریکی روحانی پیشواؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کہتا ہے کہ پاک فوج اللہ کے حکم کے مطابق فساد فی الارض کے خاتمے کے لیے جد وجہد کر رہی ہے۔ جو شریعت اور آئین کو نہیں مانتے ہم انہیں پاکستانی نہیں مانتے۔

موصوف نے اپنے کالم میں بظاہر یہ الزام لگانے کی کوشش کی ہے کہ ۲۰۱۹ء میں وزارت تعلیم کے ساتھ ہونے والے معاہدے کے مطابق دینی مدارس رجسٹریشن سے انکاری ہیں، اور وہ گورے انگریز کے بنائے ہوئے ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہی مدارس کی رجسٹریشن کرانا چاہتے ہیں۔ مولانا محمد حنیف جالندھری نے ان کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے اپنے کالم میں لکھا کہ:

> ”یہ تاثر دینا غلط ہے کہ ہم گورے انگریزوں کے ایکٹ کے تحت رجسٹریشن چاہتے ہیں۔ یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ ۲۰۰۴ء میں طے ہونے والا سیکشن ۲۱ خاص دینی مدارس کی رجسٹریشن کے لیے ہی ہے۔ ہم نے اس وقت یہ بات کہی تھی کہ اگر اس میں کسی بھی وقت ترمیم کی ضرورت ہو تو وہ بھی باہمی مشاورت سے کی جاسکتی ہے۔ یہاں جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ ہم تو ۱۸۶۰ء کے سیکشن ۲۱ کی بات کرتے ہیں جو ہم مسلمانوں نے باہمی مشاورت سے طے کیا، جبکہ آپ نے تو ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کو اس کی روح کے مطابق اور اس کی تمام دفعات کو من وعن قبول کیا ہوا ہے۔ کیا اب بھی اس ایکٹ کے تحت مختلف ادارے اور سوسائٹیاں رجسٹرڈ نہیں ہوتیں؟ کیا آپ نے اس ایکٹ کو کبھی ختم کرنے کا سوچا بھی ہے؟ دوسری طرف ہمارا پورا عدالتی نظام برٹش لاء کے مطابق فیصلے کرتا ہے، جو گورے انگریز کا ہی وضع کردہ ہے، کیا کبھی اس سے پیچھا چھڑانے کا سوچا گیا؟ ایک پہلو اور بھی ہے کہ مدارس کی رجسٹریشن میں رکاوٹ کون ہے؟ کہیں یہ دباؤ کسی انگریز، گورے یا کالے کافروں کی طرف سے تو نہیں؟ اندر کی بات تو کوئی بھی نہیں بتا رہا۔“

مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی آئی ایس پی آر کے ترجمان کے مدارس کے خلاف الزامات اور پراپیگنڈہ کے جواب میں ایک پریس کانفرنس دیگر مسالک کے نمائندوں کے ہمراہ کی جس میں انہوں نے ریاستی اداروں کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت ڈھائی کروڑ افراد ناخواندہ ہیں، الف ب ت پڑھنے کے بھی قابل نہیں مگر ریاستی اداروں کو پریشانی ہے تو مدارس کی کہ وہاں عصری علوم نہیں پڑھائے جاتے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مدارس کی رجسٹریشن کے حوالے سے مسودہ قانون پر اتفاق رائے ہو جاتا ہے، اسمبلی سے بھی منظور ہو جاتا ہے اور پھر ایک فون آجاتا ہے کہ اسے روک دیا جائے۔ یہ سلوک جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے کب تک ہم یہ برداشت کریں گے؟ کب تک ان مدارس کو ذلیل کریں گے؟ کب تک ہم یہ ذلت برداشت کرتے رہیں گے؟ ہم نے تہیہ کر رکھا ہے کہ ہمیں مدارس کی آزادی اور خود مختاری کا ہر قیمت پر تحفظ کرنا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس کام سے نہیں روک سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ بیرونی ایجنڈے پر ہمارے ہاں بہت سے کام ہوتے ہیں۔ اور اب مغربی دنیا پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہمارے راستے میں اگر کوئی رکاوٹ ہے تو یہ مدرسے ہیں۔ یہ (اہل مغرب) ایل جی بی ٹی کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں تو یہ اہل مدارس ان کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، یہ (اہل مغرب) سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کرتے ہیں تو یہ لوگ (اہل مدارس) اس کی مخالفت کرتے ہیں، سود کی یہ لوگ مخالفت کرتے ہیں، ٹرانس جینڈر ایکٹ کی یہ لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ یہ سمجھ لیجیے کہ کسی شخص کو یا کسی ادارے کو ایک حد تک ہی دبایا جاسکتا ہے ایک حد ایسی آتی ہے جس کے بعد وہ دبنا قبول نہیں کرتا۔ اور مجھے لگتا ہے کہ فوج اور حکومت کے ان اقدامات کی وجہ سے وہ حد نہ آجائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ تصادم ہو لیکن اگر ہمیں مجبور کیا گیا اور ہمیں دیوار سے لگایا گیا تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ ہم بھی اپنا سر کھونے کے لیے میدان میں آجائیں۔

سچ تو یہ ہے کہ جس ملک میں مدارس و مساجد پر زمین تنگ کی جانے لگی ہے اسی ملک کے چپے چپے پر کھلے قحبہ خانوں کی سرپرستی بھی فوجی افسران اور خفیہ ادارے کر رہے ہیں اور یہ سرپرستی کس سطح کی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ بعض اوقات کوئی دیانت دار اور سرپھرا پولیس افسر ان مکروہ دھندوں کی روک تھام کی کوشش کرے تو یہی فوجی افسران اور خفیہ اہلکاران قحبہ خانوں کے دفاع میں پولیس افسران کو دھمکانے سے بھی باز نہیں آتے۔ ابھی

کچھ مہینے قبل ایک پولیس اہلکار کو فقط اس جرم میں سزا سنائی گئی کہ اس نے قحبہ خانے پر چھاپہ مارا اور وہاں موجود خفیہ ادارے کے افسر پر بھی مقدمہ بنانے کی کوشش کی۔ تعلیمی اداروں کی حالت یہ ہے کہ کھلے عام ہر قسم کا نشہ فروخت ہوتا ہے۔ گرلز ہاسٹلوں کی بھرمار ہو چکی جہاں لڑکیاں اپنے گھر اور خاندان سے دور رہتی ہیں۔ شرم و حیا کے جنازے تو ان تعلیمی اداروں نے نکالے ہی لیکن ساتھ ساتھ منظم انداز میں اور منصوبہ بندی اور سرپرستی کے ساتھ ایسے ملحد اور سیکولر اساتذہ کو اہم عہدے دیے گئے ہیں جو نئی نسل کو الحاد کی راہ پر ڈال رہے ہیں۔ یہ سب دیکھنے کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ صورتحال مس مینجمنٹ کا نتیجہ ہے؟ ہرگز نہیں! فوج یہ تمام کام مکمل منصوبہ بندی اور عالمی طاقتوں کی ہدایات کے مطابق ہی کر رہی ہے۔

حال ہی میں شمالی وزیرستان میں جامعہ دارالعلوم حسینہ نورک مدرسہ کو پاکستان آرمی نے خالی کر کے مقامی لوگوں کے حوالے کر دیا۔ ٹوٹی پھوٹی عمارت کی تصاویر بھی سوشل میڈیا پر وائرل رہیں۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ نورک مدرسہ پر آرمی نے آپریشن ضرب عضب کے بعد قبضہ کیا تھا، اب جب خالی کر دیا تو پتہ چلا کہ اس میں ڈھیروں ٹارچر سیل بنائے گئے تھے۔ پاکستانی فوج کے خفیہ قید خانوں کی حراست سے رہا ہونے والے بہت سے قیدیوں کی زبانی بھی یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ فوجی چھاؤنیوں میں لاتعداد چھوٹی بڑی جیلیں ہیں۔ چھوٹی جیلیں وہ ہیں جو سکولوں کو تبدیل کر کے بنائی گئی ہیں۔

بظاہر پاکستانی فوج کے یہ کارنامے امریکی جنگ میں کودنے کے بعد ظاہر ہوتے دکھائی دیتے ہیں لیکن اصلاً یہ اسی دشمنی کا تسلسل ہے جس کا مظاہرہ انگریز حکومت نے برصغیر پر قبضے کے دوران علماء اور دینی طبقے اور مذہبی قیادت کے خلاف شروع کیا۔ انگریز سرکار جانتی تھی کہ ان کے تسلط اور قبضے میں جو حقیقی رکاوٹ ہے وہ یہی مذہبی طبقہ ہے۔

''ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء'' کے مصنف مفتی انتظام اللہ شہابی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد کا احوال کچھ یوں لکھتے ہیں:

> ''دہلی، کلکتہ، لاہور، بمبئی، پٹنہ، انبالہ، الہ آباد، لکھنؤ، سہارنپور، شاملی اور ملک کے چپے چپے میں مسلمان اور دیگر مظلوم ہندوستانیوں کی لاشیں نظر آ رہی تھیں، علمائے کرام کو زندہ خنزیر کی کھالوں میں سی دیا جاتا پھر نذر آتش کر دیا جاتا تھا، کبھی ان کے بدن پر خنزیر کی چربی مل دی جاتی پھر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔''

ان مظالم کے باوجود تحریک ریشمی رومال، تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت جیسی فیصلہ کن تحریکوں کی قیادت علماء کرتے رہے۔ یہی وہ تحریکیں تھیں جن کے بعد اقتدارِ دلی پر فرنگی سامراج کی گرفت کمزور پڑ گئی جس کے بعد انگریز نے اس امر کو یقینی بنایا کہ اقتدار اس دینی طبقے کی بجائے انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھمایا جائے جو برطانیہ کیساتھ وفادار رہیں۔ آج انگریز کی جانشین پاکستانی فوج کو بھی خوف ہے تو علماء اور اہل مدارس سے۔

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی ایک تحریر ان حالات کو سمجھنے اور اس کا حل تلاش کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''اصولی طور پر جو بات دیکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جن حالات میں دین کے تحفظ کے لیے دینی مدارس کا نظام عمل میں آیا تھا، کیا ان حالات میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے؟ بادی النظر میں حالات بہت کچھ بدل چکے ہیں، وہ غلامی کا دور تھا، اور یہ آزادی کا دور ہے، لیکن اگر گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہی حالات جوں کے توں اب بھی باقی ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔
>
> دینی مدارس کا نظام جب قائم ہوا اس وقت حالات یہ تھے کہ عصری تعلیم گاہوں میں دینی علوم اور دینی اقدار کے تحفظ کا کوئی احساس نہیں تھا، بلکہ ان کا نصابِ تعلیم، فلسفۂ تعلیم اور طرزِ تعلیم مغربیت کے محور پر گردش کرتا تھا، ان میں اگر دینی علوم پڑھائے جاتے تھے تو وہ بھی دین کی خاطر نہیں، بلکہ محض حصولِ دنیا کے لیے تھے، اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ دینی علوم واقدار کے تحفظ کے لیے الگ قومی ادارے قائم کیے جائیں اور ان کا طرز ایسا رکھا جائے کہ دنیوی منصب و جاہ کے عشاق اس کوچے میں قدم نہ رکھ سکیں، بلکہ یہاں صرف وہی لوگ آئیں جنہوں نے دنیا کی ہر آسائش وآزمائش سے بالاتر ہو کر دینی علوم سے رشتہ جوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہو، اس جرم وفا میں ان کو گالیاں دی گئیں، طعن و تشنیع کے تیروں سے ان کے سینے چھلنی کیے گئے، ان کے حق میں ایسے ایسے فقرے چست کیے گئے کہ انہیں سن کر شیطان بھی پناہ مانگے، مگر آفرین ہے ان دلق پوش بوریہ نشین درویشوں کو کہ انہوں نے یہ سب کچھ دیکھنے سننے کے باوجود قال اللہ و قال الرسول کی چوکھٹ سے سر اٹھانا گوارا نہ کیا کہ:
>
> موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
> آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟
>
> ہم دیکھتے ہیں کہ آزادی کے بعد بھی ہمارے یہاں دو متوازی نظام تعلیم چل رہے ہیں، ایک انگریزی دور کی یادگار جس کا منتہائے نظر کرسی وملازمت، جیب اور پیٹ کے سوا کچھ نہیں، دوسرا دینی نظام تعلیم جس کا

مقصد وحید دینی علوم واقدار کا تحفظ ہے، اگر اوّل الذکر مدارس تعلیم کا رخ دنیا سے دین کی طرف پھر گیا ہوتا اور وہ مغربی طرزِ تعلیم کے محور پر گھومنے کے بجائے مدنی فلسفۂ تعلیم کے محور پر گردش کرنے لگتے تو ہم دینی مدارس کے ارباب حل وعقد کو پر خلوص اور پرزور مشورے دے سکتے تھے کہ وہ بھی اپنے دائرہ عمل میں تبدیلی پیدا کر لیں، تاکہ عصری تعلیم اور دینی تعلیم کو ہم آہنگ کیا جاسکے، لیکن جب ہماری عصری تعلیم گاہوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، نہ ان کی وضع قطع اسلامی، نہ ان کی نشست وبرخاست اسلامی، نہ ان کا طرز بود وباش اسلامی، نہ ان کے جذبات اسلامی، نہ ان کے مقاصد اسلامی، بلکہ اول سے آخر تک دنیا ہی دنیا مطمحِ نظر ہے، بلکہ برائے نام اسلامیات جو رکھی گئی ہے وہ بھی خالص دنیا کی خاطر ہے، جس سے نہ جذبۂ عمل پیدا ہوتا ہے، نہ فکر آخرت، نہ تعلق مع اللہ کی دولت نصیب ہوتی، نہ اصلاحِ معاد کی، تو یہ بات فہم سے بالاتر ہے کہ آخر دینی مدارس کی کایا پلٹ کرنے پر کیوں زور دیا جاتا ہے؟ یہ معدودے چند درویش جو خدا تعالیٰ کے دین کے لیے وقف ہوگئے ہیں ان کو بھی دنیا ہی کا کلوروفام سنگھا کر آخر مدہوش وبیہوش کرنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے؟

اب اگر جنابِ صدر اور ان کے رفقاء عصری مدارس کی اصلاح کی طرف توجہ فرماتے، ان کے طرز تعلیم، نصاب تعلیم اور فلسفۂ تعلیم میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کرتے تو مدارس عربیہ کی اصلاح خود بخود ہو جاتی، لیکن موجودہ حالات میں دینی مدارس کے ڈھانچہ کو تبدیل کر دینا ہمارے نزدیک نہ ان مدارس کے حق میں بہتر ہوگا، نہ ملک وملت کے حق میں۔ آج برصغیر میں دینی علوم کی پختگی، دینی فہم کی سلامتی اور دینی اقدار کے آثار ونشانات جو نظر آتے ہیں ان کی نظیر پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی، اور یہ انہی دینی مدارس کے طرز تعلیم اور ان بوریہ نشین طالب علموں کے اخلاص کی برکت ہے۔ اگر یہ نظام تعلیم بدل دیا گیا تو چند سال بعد یہاں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، دینی مدارس ضرور ہوں گے، مگر دین نہیں ہوگا۔

اس ضمن میں ہم ان علمائے کرام سے بھی گزارش کرنا چاہتے ہیں جن کی خیر خواہی کے لیے یہ سب کچھ ہوگا کہ یہ ان کے لیے شدید آزمائش ہے، انہیں اپنی خداداد بصیرت سے فیصلہ کرنا چاہیے کہ ان حالات میں دین کے تحفظ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ۔"

(اربابِ اقتدار سے کھری کھری باتیں، ج:۲، ص:۲۸۹، ۲۹۰)

یہود اللہ کے غضب کی شکار اور توفیق سے محروم قوم ہیں، پس یہ ناممکن ہے کہ سارے کام ان کی منشا کے مطابق ہوں، سرزمینِ انبیاء فلسطین اور اس میں بھی سرِ فہرست غزہ میں مسلمانوں سے ان کی جنگ بقا کی جنگ ہے، جو زمینی طور پر جغرافیہ سے بالاتر ہے اور جنگی اعتبار سے کسی پیمانے سے ناپی نہیں جاسکتی، جنگ کے دونوں فریقوں اور ان کے اہداف کے درمیان بہت واضح فرق ہے، مسلمانوں کی طرف سے اِس جنگ کا مقصد اہلِ دنیا کی ہدایت اور رہنمائی ہے، کیونکہ انہیں ان کے دین کی تعلیمات حرکت میں لاتی ہیں اور ان کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے، جبکہ یہود اور ان کے صہیونی ہرکاروں کی جانب سے یہ جنگ خود کو برتر سمجھنے، مفاد پرستی اور زمین اور اہلِ زمین کے استحصال کی جنگ ہے، کیونکہ ان کا مقصد اپنی فطرت سے ہٹی انسانی خواہشوں کا پورا کرنا ہے۔ اے یہودیو! تمہارا خون بہتا رہے گا، اسے کوئی امان نہیں ملے گی، حتیٰ کہ وہ دن آجائے گا جب پتھر اور درخت پکار پکار کر تمہارے خاتمے اور دنیا سے تمہارے وجود کی گندگی ختم ہونے کا اعلان کریں گے، ہم (مسلمان) اور تم، دونوں ہی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔

فضیلة الشیخ سیف العدل
(محمد صلاح الدین زیدان)

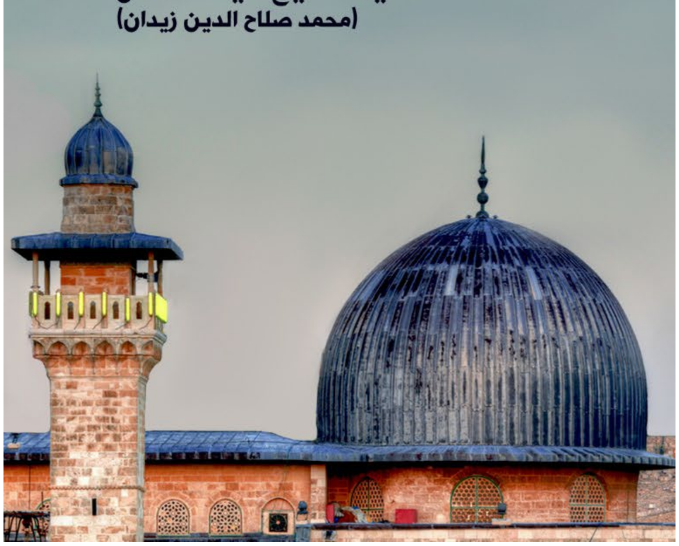

گوانتاناموکا منظر ساہیوال میں

انجینئر زین علی

اللہ نے جب سے زمین بنائی اور اس پر انسانوں کو بسایا، انسانی تہذیب بھی اسی قدر قدیم ہے۔ ہر تہذیب میں اچھے برے اور مختلف نظریات وخیالات کے لوگوں کا وجود رہا ہے۔ زمانۂ قدیم سے ہی انسانی تہذیب میں معاشرتی اقدار وجود میں آتی گئیں اور ان میں مختلف ناپسندیدہ افعال پر مختلف سزائیں بھی دی جاتی رہیں۔ قید کو ان سزاؤں میں ہمیشہ اہمیت حاصل رہی۔

قید دراصل دو طرح کے لوگوں کو کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم بلاشبہ ایک معیوب بات ہے کوئی بھی انسان جب کسی اخلاقی یا قانونی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے قید میں ڈالا جاتا ہے مثلاً چور، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم کے مجرم۔ یقیناً اگر کسی پر جھوٹا الزام نہ ہو اور حقیقتاً اس سے ایسا کوئی جرم سرزد ہوا ہو تو یہ نہ صرف اس کے لیے باعث شرم ہوتا ہے بلکہ اس سے وابستہ لوگوں کے لیے بھی شرمندگی کا باعث بنتا ہے، جیسے عزیز و اقارب اور دوست وغیرہ۔ کیونکہ کوئی بھی شخص اپنی شناخت کے ساتھ ایسی نسبت پسند نہیں کرتا۔ اور یہ اذیت بعض دفعہ خود قید یا سزا کی اذیت سے بڑھ جاتی ہے۔

قید کی دوسری قسم کو بالعموم سیاسی قید کہا جاتا ہے۔ یہ نظریات کے تفرق کی بنیاد پر ایک گروہ کے لوگوں کی طرف سے دوسرے گروہ کے لوگوں کو سنائی جانے والی سزا ہے۔ ایک ہی ملک کے اندر بھی اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے سیاسی مخالفین کو قید میں ڈال دیا جاتا ہے اور کئی دفعہ بیرونی دشمنوں کو بھی قید میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جنگوں میں دشمن کے فوجیوں کی کثیر تعداد کا ہتھیار ڈال کر قیدی بننا بھی زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ نظریات وافکار میں اختلاف پر قید ہونے والوں میں مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر قید ہونا بھی اپنی عظیم تاریخ رکھتا ہے۔ تاہم ان سیاسی و مذہبی قیدیوں کی نوعیت جرائم پیشہ قیدیوں سے ہمیشہ مختلف رہی ہے۔ ان کے لیے یہ قید اکثر اس طرح باعث شرم وعار نہیں ہوا کرتی۔ ان کے نظریات سے ہم آہنگی رکھنے والوں کی نظر میں یہ رجال وابطال ہوتے ہیں۔ ان کے تعلق والوں میں بھی نظریاتی پختگی رکھنے والے اپنے اس تعلق کو خوش بختی اور سعادت سمجھتے ہیں۔ اگر عقائد و نظریات مبنی بر حق ہوں تو یقیناً یہ صاحبانِ عزیمت کسی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اور حق سے وابستگی کی پاداش میں قید انسان کے لیے سراسر باعث شرف وافتخار ہوتی ہے۔

مذہبی قیدیوں میں توحید سے وابستہ افراد کی قید کی ایسی ایسی داستانیں تاریخ کے اوراق میں رقم ہیں کہ ان مبارک ہستیوں کے احوال صرف پڑھنا بھی خود پڑھنے والے کو اعزاز معلوم ہوتا ہے، گویا ان کے حالات پڑھ کر ان عظیم ہستیوں سے ایک ادنیٰ سی نسبت قارئین کو بھی محسوس ہوتی ہے۔ یہ خوش بخت اور بلند ہمت لوگ ہنستے ہنستے وہ اذیتیں برداشت کر جاتے ہیں جن کا عام لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

انسانی فطرت ہے کہ انسان آزادی کا طلبگار ہے اور خود پر لگنے والی ادنیٰ سی پابندی بھی اس پر گراں گزرتی ہے، لیکن اپنے رب کے یہ عاشق صدیوں سے یہ دیوانِ عشق لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ یونہی رواں دواں ہے۔ رب کی محبت میں اس کے تصورِ عشق میں ہر تکلیف ہیچ پڑ جاتی ہے۔ ان کا حال اپنی جگہ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ قدیم سے قید کے اصول وضوابط مرتب کرنے کا سلسلہ بھی ارتقائی تاریخ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ قیدی بھی انسان ہوتے ہیں اور ان کے حقوق لازم ہوتے ہیں۔ اسی لیے دینِ حق میں تو قیدیوں کے حقوق کی تمام تفاصیل بتائی ہی گئی ہیں اور ان کے اہتمام کی خوب خوب تاکید بھی کر دی گئی ہے۔ لیکن دیگر قومیں جو جادۂ حق پر چلنے کی سعادت سے محروم ہیں اور دین متین سے بہرہ مند نہیں، ان کے ہاں بھی قیدیوں کے حقوق مرتب کیے گیے ہیں۔ دنیا بھر میں اس سلسلے میں مختلف تنظیمیں اور ادارے موجود ہیں جو ان حقوق پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لیے کام کرتے ہیں۔

تاہم ماضی کے فرعونوں کی طرح آج کے فرعون بھی حق کی مخالفت میں ہر حد پار کرتے نظر آتے ہیں اور تمام مسلمہ اقدار کو پامال کرتے نظر آتے ہیں۔

اس دور میں بھی آج کے ظالموں اور عاقبت نااندیش باطل پرستوں نے ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ انسانیت ان پر شرمندہ ہے۔ جن میں گوانتانامو کی جیل، ابو غریب جیل وغیرہ نے عالمی سطح پر بدنامی اور ذلت سمیٹی۔ ویسے تو لاکھوں اہل حق آج بھی دنیا بھر میں سخت اذیت ناک قید سے دوچار ہیں لیکن اس وقت راقم کو پاکستان میں واقع ساہیوال جیل کا ذکر کرنا ہے۔ یہ جیل خصوصی طور پر مذہبی قیدیوں کے لیے بنائی گئی ہے اور اس کے انتظامی ذمہ دار جو اپنے تئیں دعویٰ ایمان بھی رکھتے ہیں پیغمبرِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے احکامات اور سیرت مبارکہ سے رہنمائی لینا تو درکنار عالمی قوانین کی بھی دھجیاں بکھیرنے میں مصروف ہیں۔

حال ہی میں مفتی عبد محمد شہید نے بھی اسی جیل جسے عقوبت خانہ کہنا مناسب ہو گا میں ایک عرصہ طواغیت کی فرعونیت پر صبر کیا۔ جب ایک نابینا ضعیف قیدی کو بیٹھنے کو نشست تک نہ دی جائے اور بوڑھے و بیمار قیدیوں کو آنکھوں پر پٹی، ناتواں ہاتھوں میں ہتھکڑی، سر پر سیاہ کپڑا ڈال کر جیل میں ملاقات کے لیے یا انتہائی تکلیف کی حالت میں بنیادی سہولیات سے عاری جیل کے علاج کے لیے مخصوص کمروں تک لے جایا جائے تو باقی حالات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ چاہے کوئی قیدی مر جائے، ان مخصوص کمروں تک رسائی سے آگے اس کے لیے کوئی گنجائش

نہیں اور ایسے واقعات ہو بھی چکے ہیں کہ قیدی علاج کی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے سالہا سال تک ظلم سہتے سہتے بالآخر شہادت کی منزل سے ہم کنار ہو گئے۔ علاج کے لیے مخصوص کمروں کو ہسپتال کہنا دراصل اس لفظ کے معیار کو گرانا ہو گا۔

اس عقوبت خانے میں سفاکیت کا یہ عالم ہے کہ دنیا بھر میں قیدیوں کو ٹہلنے کو کھلے آسمان تلے کم از کم صبح و شام وقت مہیا کیا جاتا ہے، لیکن یہاں سخت گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں دن بارہ بجے انہیں اذیت سے دوچار کیا جاتا ہے۔ گرمی میں پینے کو ٹھنڈا پانی تک دستیاب نہیں، چوبیس گھنٹوں میں انسانی قدروں کی پامالی اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے چند گرام کا برف کا چھوٹا سا ٹکڑا دیا جاتا ہے جو چند منٹ بھی پانی کو ٹھنڈا رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ساتھ والے قیدی کی دلجوئی یا ڈھارس بندھانا تو دور اگر قیدی مر بھی رہا ہو تو دوسرے قیدی جیل انتظامیہ کو مطلع تک کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ منکرینِ ختم نبوت کی مذہبی آزادی کے غم میں گھلنے والی اشرافیہ یا نام نہاد منصف اس پر کوئی بات نہیں کرتے کہ قیدی ایک دوسرے کو قرآن تک یاد کر کے نہیں سنا سکتے۔

ساری دنیا جانتی ہے یہ جنگوں میں معرکوں کے دوران گرفتار قیدی نہیں بلکہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے وابستگی کی پاداش میں ان کو گھروں سے اٹھا کر ظالم اور مکار اداروں نے ان پر جھوٹے اور من گھڑت کیس درج کیے ہیں۔ کئی ایک کی ایف ائی آر تو انتہائی مضحکہ خیز کہانیوں پر مبنی معلوم ہوتی ہے جنہیں معمولی سا شعور رکھنے والا شخص بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے لیکن اس کفریہ نظام میں منصف کی کرسیوں پر بیٹھی کٹھ پتلیاں محض ایجنسیوں کے احکامات کی تعمیل میں بے گناہوں کو سزائیں سنانے میں مصروف ہیں۔

ایسے میں معیاری اور اچھی خوراک کی عدم دستیابی سے سالہا سال تک عقوبت خانوں میں بند یہ افراد اپنے نحیف جسموں میں توکل، صبر اور ایمان کا بے مثال جذبہ لیے اپنے رب سے اجر کے امیدوار ہیں۔ کیونکہ ان پر ہونے والے مظالم پر کوئی دستاویزی فلم بنانے یا آواز اٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ ان مجبور، بے کس و لاچار قیدیوں کی حالت زار عالمی اداروں کے دوہرے معیار اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے کھوکھلے دعوؤں کی قلعی بھی کھول رہی ہے۔

جب بھی کوئی ظلم ان کی ہمتوں سے ٹکراتا ہے تو انہیں جناب یوسف علیہ السلام کی داستانِ قید ڈھارس دینے آتی ہے۔ کبھی وہ نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تکالیف اور شعب ابی طالب کے مشکل ایام کو سوچ کر مطمئن ہوتے ہیں کہ جب حق کی خاطر حضرات انبیائے کرام نے تکالیف برداشت کیں تو ان شاء اللہ ہماری یہ تکالیف بھی ان کی سنت کی ادائیگی تصور ہو گی۔ یہ ہیں دراصل گمنام ابطال، ان کا بھاری تنخواہوں مراعات اور پنشن کے عوض شیطانی ایجنڈے کی تکمیل کرنے والوں سے کوئی موازنہ نہیں۔

ان کی ہر تکلیف ان کے رب کے روبرو ہے اور وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ان کے مجاہد بھائی بھی ان کی تکالیف سے قطعاً لاتعلق نہیں۔ ان کی دعاؤں میں ان کے یہ مظلوم بھائی ہمیشہ سر فہرست رہتے ہیں۔ اللہ سے امید ہے ایک دن ان کو بھی قید سے خلاصی عطا فرمائے گا جیسے اس نے اپنے مومن بندوں کو سرزمین افغانستان کے مظلوموں کی دادرسی کا ذریعہ بنایا۔ یہ عقوبت خانے بھی ہمیشہ کے لیے نہیں۔

زبردست اور غالب تو بے شک صرف اللہ ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

جن مقاصد کے لیے پاکستان محبوب و مطلوب تھا......

یہاں (کراچی، پاکستان) آئے ہوئے اس وقت پندرہ سال پورے ہو کر تین ماہ زیادہ ہو رہے ہیں۔ اس پندرہ سال میں کیا کیا اور کیا دیکھا، اس کی سرگزشت بہت طویل ہے، یہ مقام اس کے لکھنے کا نہیں۔

جن مقاصد کے لیے پاکستان محبوب و مطلوب تھا اور اس کے لیے سب کچھ قربان کیا تھا، حکومتوں کے انقلابات نے ان کی حیثیت ایک لذیذ خواب سے زیادہ باقی نہ چھوڑی۔

بلبل ہمہ تن خوں شد و گل شد ہمہ تن چاک
اے وائے بہارے اگر این ست بہارے

(بلبل خون و خون ہو گیا اور پھول ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اگر یہی بہار ہے تو افسوس ہے اس بہار پر)

حکومت کے راستے کسی دینی انقلاب اور نمایاں اصلاح کی امیدیں خواب و خیال ہوتی جاتی ہیں، تاہم عام مسلمانوں میں دینی بیداری اور امور دین کا احساس بحمد اللہ ابھی تک سرمایہ زندگی بنا ہوا ہے، ان میں اہل صلاح و تقویٰ کی بحمد اللہ خاصی تعداد موجود ہے، اسی احساس نے یہاں دینی خدمتوں کی راہیں کھولی ہوئی ہیں۔

تمہید، مختصر سرگزشت مصنف
معارف القرآن از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ جلد اول

حاجی شریعت اللہؒ کی سرزمینِ بنگال سے

بنگلہ دیش: نصرتِ اسلام کی ابھرتی امید

حالیہ عوامی انقلاب کے موقع پر بنگلہ دیش کے اہلِ دین کے نام

استاد اسامہ محمود

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسول الله محمد وآله وصحبه أجمعين وبعد!

بنگلہ دیش کے عوام اور بالخصوص اہل دین بھائیوں کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

یہ معمولی واقعہ نہیں کہ وہ ٹولہ جو ظلم وفساد کی علامت بن کر مسلط تھا، جو مسلمانانِ بنگلہ دیش کو مشرک ہندوؤں کا غلام بنا کر ان کا استحصال کر رہا تھا اور جس کے ہاتھوں اہل دین کو انتہائی ظلم اور جبر کا سامنا کرنا پڑا، آج اس کے خلاف مسلمانانِ بنگال نفرت وغصے کا طوفان بن کر کھڑے ہوئے، نہ گولیوں کی پرواکی گئی اور نہ ہی ڈنڈوں کی، ہر رکاوٹ توڑی گئی اور بالآخر سیکولرزم اور لادینیت کے مجسمے گرائے گئے، زمین پر گھسیٹے گئے...... اللہ کا فضل ہوا کہ اس سیلاب کا مقابلہ زیادہ دیر تک نہیں کیا جاسکا، یوں مجرمین کی سرغنہ بھاگ کھڑی ہوئی اور ظلم وجبر کی حکومت ختم ہوگئی۔ آج عوام کے چہروں پر جو عزم، ان کے سینوں میں جو جذبہ اور آنکھوں میں جو امید نظر آرہی ہے، یہ گویا یہ اعلان ہے کہ یہ قوم ظلم وناانصافی اب برداشت نہیں کرے گی، کفر والحاد کا فروغ اب یہ نہیں ہونے دے گی، ذلت وخوف کی چادراب اس نے اتار پھینکی ہے اور عزت وآزادی اور عدل وانصاف کے لیے جنگ اس کی قومی جنگ بن گئی ہے۔ اللہ ان جذبات کو دوام دے اور اس قوم کو ہر ہر معاملے میں ہدایت واستقامت کی نعمت سے نوازے۔ اس تحریک میں طلباء وعوام میں سے جس نے بھی حصہ لیا، وہ لائق تحسین ہیں، ظلم کے خلاف اس جدوجہد میں جو شہید ہوئے اللہ ان پر رحم فرمائیں، زخمیوں کو شفایاب کریں اور اب سب کو یہ توفیق وثبات دیں کہ وہ نہ ظلم کے آگے جھکیں اور نہ ہی شیطان صفت مکاروں سے دھوکہ کھائیں، اپنے عزم، اخلاص اور جدوجہد کو اُس وقت تک اپنا ہتھیار رکھیں جب تک بنگلہ دیش اسلام کا حقیقی قلعہ نہیں بن جاتا اور جب تک سچے معنوں میں یہاں عدل وانصاف کا نظام قائم نہیں ہوجاتا۔

عزیز بھائیو!

یہ موقع یقیناً خوشی کا ہے مگر اپنے بھائیوں کی خدمت میں انتہائی احترام کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ یہ منزل نہیں ہے، منزل ابھی دور ہے، اگر ہم نے بیداری اور ذمہ داری سے کام نہیں لیا تو خدشہ ہے کہ یہی فتح اور یہی خوشی ہمیں اپنی اصل منزل سے مزید دور کردے گی، محض چند چہروں کی تبدیلی اور دو چار اصلاحات سے یہ ظلم وفساد پر کھڑا نظام ٹھیک نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس کی بنیادیں انتہائی گہری اور پرانی ہیں، اوراس کے ساتھ دنیا کے بہت بڑے شیاطین کے مفادات وابستہ ہیں، انقلاب بڑی بات ہے، عوام کا اٹھنا اور اعلیٰ مقصد کے لیے ٹکرانا چھوٹی بات نہیں مگر اس سے زیادہ بڑی بات اس انقلاب کی کامیابی اور اس کے مقاصد کا حصول ہوا کرتی ہے۔

محترم بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ چند سال پہلے عرب بہار بھی دنیا نے دیکھی، لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں عوام نکلے تھے، ایسی عظیم الشان تحریک عرب دنیا نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، وہاں بھی حکومتیں گریں، چہروں کی تبدیلی بھی آگئی، مصر میں تو تیس سال سے مسلط فوجی آمر جیل بھی چلا گیا، بلکہ اس کے بعد الیکشن بھی ہوئے اور عوامی نمائندوں نے حکومت بھی بنالی، مگر پھر کیا ہوا؟ کچھ ہی عرصہ بعد وہ نمائندے یا تو جیلوں میں پہنچا دیے گئے یا شہید کردیے گئے، جبکہ وہ فاسد اور دشمن کا غلام ٹولہ آج بھی بلاشرکتِ غیرے مصر کا حکمران ہے، کسی ایک عرب ملک میں بھی انقلاب کو منزل نہیں ملی، عوام اُسی طرح محروم، مظلوم اور مغلوب ہیں جبکہ عوام اور اسلام کے دشمن آج بھی غالب ہیں۔

یہی معاملہ پاکستان کا ہے کہ یہاں بھی عوام نے بے شمار دفعہ تحریکیں چلائیں، کبھی ایک نام سے تو کبھی دوسرے نام سے، ہر دفعہ غلامی کی زنجیریں ٹوٹنے کی امیدیں دلائی گئیں، مگر پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ وہاں ظاہر میں جس کو بھی حکومتی کرسی پر بٹھایا گیا، اصل اختیار دین دشمن فوجی جرنیلوں کے ہاتھ میں ہی رہا۔

لہٰذا، آج اگر ان چند ظاہری کامیابیوں پر ہم نے اکتفا کیا، ان پر مطمئن ہوگئے، عالم اسلام میں انقلابات کو ناکام اور غیر مؤثر بنانے کی جو طویل تاریخ ہے، اس سے سبق نہیں لیا اور ظاہری شور وغوغا سے ہم پر امید ہوگئے، تو یہ ہماری بہت بڑی بد نصیبی ہوگی اور خود اس قوم کے ساتھ بھی کوئی کم زیادتی نہیں ہوگی، جو پچھلے ستر سال سے اپنوں اور غیروں کے ہاتھوں مظالم سہتی آئی ہے، یہاں تک کہ آج نہ یہ عوام اس بات کے متحمل ہیں کہ یہ مزید دھوکہ کھائیں، اپنے اوپر دشمنوں کو ہنسائیں اور نہ ہی امت مسلمہ کی مجموعی صورت حال ایسی ہے کہ ایک دفعہ پھر اخلاص اور پاکیزہ جذبات کا استحصال ہو اور عوام کی عظیم قربانیاں بے ثمر رہ جائیں۔

ایسے میں سب سے بڑی ذمہ داری یہاں کی دینی قیادت اور عام اہل دین کی بنتی ہے، اور بلا کسی مبالغے کے عرض کرتا ہوں کہ یہی وہ طبقہ ہے کہ اس کے مقصد و تحریک کے ساتھ پوری کی

پوری قوم کی کامیابی و ناکامی لکھی ہوئی ہے، اگر یہ اپنی ذمہ داری پوری کرے، اخلاص و استقامت اور عزم و تدبیر سے حق کی گواہی دے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حاجی شریعت اللہ رحمہ اللہ کی یہ سرزمین ایک دفعہ پھر پوری امت کے لیے مثال و نمونہ بن جائے گی، کہ یہی وہ طبقہ ہے کہ جو اخلاص و قربانی سے آشنا ہے اور جس نے اس عرصے میں بڑی مظلومیت کے دن کاٹے ہیں۔ لیکن اگر یہ اہل دین اپنی ذمہ داری کو پہچاننے، اس کو اٹھانے اور ترجیحات کے تعین میں خدانخواستہ غلطی کر جائیں تو یہ سو فیصد یقین ہے کہ ان کے علاوہ کوئی جس قدر بھی اعلیٰ صلاحیت، تجربہ اور قوم کی خدمت کے لحاظ سے اچھی نیت رکھتا ہو، مگر چونکہ وہ اللہ کو مطلوب راہ پر خود چلنے اور قوم کو چلانے سے انکاری ہے، اس لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ عوام کو اس تنگی اور بے سکونی سے نکال پائے۔

پس ضروری ہے کہ ہم اپنے ان اہل دین بھائیوں اور بزرگوں کی خدمت میں انتہائی عاجزی کے ساتھ چند تذکیری گزارشات رکھ دیں۔

اولاً:

اس قوم کا ہر فرد ظلم سے نجات چاہتا ہے، سب تڑپتے ہیں کہ ان کی یہ تنگی اور بے سکونی وسعت اور سکون میں تبدیل ہو جائے، ایسے میں ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم خود بھی ظلم اور تنگی کے حقیقی اسباب کا ادراک کریں، انہیں ختم کرنا اپنا ہدف بنائیں اور ساتھ ہی قوم کو بھی ان کے متعلق سمجھائیں اور انہیں اپنے ساتھ اپنی مہم و تحریک میں کھڑا کر لیں۔ یہ ہو گا تو برکتوں کے دروازے ہم پر کھلیں گے اور زمین پر اللہ کے اذن سے عدل و انصاف قائم ہو گا۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿......فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ○ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا......﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۱۲۳، ۱۲۴)

”تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ نہ گمراہ ہو گا، اور نہ ہی کسی مشکل میں گرفتار ہو گا۔ اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی۔“

اللہ کی کتاب فرماتی ہے:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (سورۃ لقمان: ۱۳)

”بیشک شرک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔“

اور اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (سورۃ المائدۃ: ۴۵)

”اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ ظالم ہیں۔“

اسی طرح اللہ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۹۶)

”اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، اس لیے ان کی مسلسل بد عملی کی پاداش میں ہم نے ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔“

لہٰذا......

قوم کے سامنے یہ اہم ترین حقیقت بلا کسی خوف و رغبت کے بالکل واضح اور صریح انداز میں رکھیں کہ فتنہ و فساد اور ظلم و ناانصافی اور استحصال و استبداد سے صرف اُس وقت ہی ہم نجات پائیں گے جب انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ کی طرف رجوع کر لیں اور امورِ حکومت میں وہ نظام یہاں قائم کریں جس میں حاکمیت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ہو اور جہاں قانون شریعت محمد ﷺ ہو۔

پس ہم خود بھی اپنی تحریک و جدوجہد اور اس کی کامیابی اور ناکامی کا یہی ایک پیمانہ بنائیں، اسی کو بنیادی، کلیدی اور ناقابل تغیر اصول بنائیں اور پھر ہر وہ قوت جو اس راستے میں رکاوٹ ہو اس کے خلاف اسی اصول پر قوم کو اپنے ساتھ کھڑا کرنے کی سعی کریں۔

یوں اپنے عوام کو اس مقصد و ہدف پر بھی کھڑا کر دیں کہ یہاں کفر و الحاد، بد اخلاقی و بے حیائی پھیلانے والوں اور سودی نظام معیشت کے لیے کسی بھی طور پر گنجائش نہیں ہو گی اور اس لحاظ سے بھی قوم کو ساتھ متحرک کریں کہ ارضِ بنگال پر 'صہیونی ہندُتوا' کے کارندوں کو کوئی جگہ نہیں دی جائے گی، بلکہ ان کے خلاف نفرت و عداوت ہی دلوں میں اتارنا اور مزاحمت کھڑی کرنا اپنی تحریک کا نصب العین ہم بنائیں۔

ثانیاً:

اوپر کا ذکر کردہ نکتہ ہمارے لیے مقصد و منزل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی کی دعوت ہو، اسی پر عوام متحد و منظم ہوں اور اس کو حاصل کرنے کی تحریک و جدوجہد ہو، یہ اہداف حاصل ہوں گے تو قوم آزاد ہو گی اور اس کے استحصال اور اس پر ظلم و جبر کے راستے مسدود ہوں گے، مگر اب موجودہ حالات میں کہ جب ایک حکومت گری ہے، فوج عوام کا اعتماد حاصل کرنے کی اب

کوشش کر رہی ہے اور طلباء اور سیاسی جماعتوں کے مطالبے کے مطابق نئی عبوری حکومت تشکیل دے دی گئی ہے، ہمارے لیے سوال ہے کہ یہ مقاصد کیا حاصل ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو انہیں حاصل کرنے کا اب کیا طریق کار ہو گا؟ وہ کیا طرز عمل ہے کہ جسے اختیار کر کے ہم امید رکھیں کہ بنگلہ دیش میں اسلامی تحریک پس قدمی پر کبھی مجبور نہیں ہو گی؟

اس ضمن میں ہمارے نزدیک بنیادی اور اہم گزارش یہ ہے کہ اہل دین پر لازم ہے کہ حکومت سے مکمل طور پر بے نیاز رہتے ہوئے عوام میں اپنی دعوت و تحریک پھیلانے، مزاحمتی اور انقلابی استعداد کو مزید قوی کرنے اور اس کے ذریعے حکومتی نظام کو اصلاحات پر مجبور کرنے کو اپنا طرزِ عمل بنائیں۔ اس گزارش کے تین بنیادی اسباب ہیں:

۱. اول یہ کہ ہمیں اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کرنی چاہییں کہ جب تک یہاں استعمار کی تشکیل کردہ اور تربیت یافتہ یہ افواج موجود ہوں اور ان کی جگہ عقیدہ، نظریہ اور کردار کے لحاظ خالص اسلامی قوت و تحریک نے نہیں لی ہو، تب تک اہل دین کی اپنی کوئی دفاعی اور تنفیذی قوت چونکہ نہیں ہو گی، اس لیے وہ انہی خائن و بدعنوان افواج کے رحم و کرم پر ہوں گے، وہ جب چاہیں انہیں حکومت کے ایوانوں کی سیر کرائیں اور جب چاہیں انہیں تختۂ دار پر لٹکائیں، ان پر پابندی لگائیں اور ان سے جیلیں بھر دیں، لہٰذا اپنے ایسے ضعف اور ان کی قوت کی صورت میں اپنی دعوت و قوت پر توجہ دینی چاہیے اور اس کے لیے عوام میں اپنی دعوت و تحریک کی جڑیں گہری کرنا ہی اپنا مقصد بنانا چاہیے، لیکن اس کے برعکس اگر فوج پر اعتماد کر کے حکومت میں شرکت کی گئی تو یہ اپنی تحریک کے پیروں پر خود اپنے ہاتھوں کلہاڑی مارنے کے مترادف ہو گا۔

۲. دوسرا سبب یہ ہے کہ جو سیاسی حلقے آج حسینہ واجد کے گرانے میں آپ کے معاون و اتحادی نظر آئے، اسلام کو بطورِ اجتماعی دین اور طرزِ حیات بنانے میں ان میں سے بہت بڑی اکثریت کل آپ ہی کے راستے کی رکاوٹ ہو گی، انہیں اسلام و کفر سے سروکار نہیں، بلکہ انہیں صرف شکم و شہوت کی پریشانی ہے، یہ آج بھارت کے غلاموں سے ہو سکتا ہے ناراض ہوں مگر امریکہ کے غلاموں سے انہیں کوئی شکوہ نہیں، جو بھی ان کی ان خواہشات کی تکمیل کے سلسلے میں انہیں اپنی خدمات پیش کرے گا یہ خود ہی اس کی غلامی کا پھندہ گلے میں ڈالنے کے لیے آگے بڑھیں گے۔

۳. تیسرا سبب یہ کہ یہ نظام غیر اللہ کی بندگی اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے بغاوت پر کھڑا ہے، اس کو شرعی بنیادوں پر کھڑا کرنا انتہائی اہم فرض کی حیثیت رکھتا ہے اور جب تک اس کام کے لیے اہل دین میں خود اپنی ہی ایسی قوت موجود نہ ہو کہ جس کے راستے میں کوئی سیاسی یا عسکری قوت رکاوٹ نہ ڈال سکتی ہو، اُس وقت تک اس نظام میں شرکت سے حق کی نصرت نہیں ہو گی، بلکہ اس سے الٹا ظلم و طغیان پر بنے اس بے دین نظام کو تقویت ملے گی۔ نظام طاغوت اہل دین کو جب بھی شریکِ حکومت کرتا ہے تو اس سے وہ نظام کسی بھی درجے میں اسلامی نہیں بنتا، بلکہ اس عمل سے اہل دین کو اپنے اٹل مبادی پر مداہنت کرنا ہوتی ہے اور یوں اپنی دعوت و تحریک کی طرف متوجہ ہونے اور باطل کے خلاف قوی ہونے کے بجائے، وہ باطل ہی کو قوی کر دیتے ہیں اور یوں اللہ کی تائید و نصرت سے محرومی واقع ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ بجائے اس کے کہ اہل دین آئندہ حکومت میں اپنا حصہ ڈالنا اپنے لیے ہدف رکھیں، وہ موجودہ تبدیلی کو نصرتِ دین کے لیے استعمال کریں، عوام کی تربیت و اصلاح اور اپنی قوت کے استحکام پر توجہ دیں، اور اس ضمن میں اپنی انقلابی قوت و تحریک کے ذریعے فوج اور بیوروکریسی سمیت پورے نظام کی نگرانی و اصلاح کا بیڑا اپنے سر اٹھائیں اور اس نظام میں سے اسلام دشمن اور عوام دشمن عناصر کو کیفر کردار تک پہنچانا یہ اپنی تحریک کا ہدف رکھیں۔

ہمارے اہلِ دین کو دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے ضروری اور خالص شرعی امور پر اپنا لائحۂ عمل بنانا چاہیے اور اس میں بھی طاغوت کا انکار، اللہ کی حاکمیت کا شعور، اتباعِ شریعت کی ضرورت، اللہ کی خاطر محبت و نفرت اور دوستی و دشمنی جیسے اہم اصولوں کو اپنی دعوت و تحریک میں کلیدی حیثیت دینی چاہیے۔

میرے عزیز بھائیو!

یہ تحریک بڑی کٹھن جدوجہد، عظیم قربانیوں اور آخری حد تک صبر و استقامت کا تقاضہ کرے گی، مگر اثر پذیری کے لحاظ سے یہ ماضی میں تجربہ کیے گئے دیگر طریقوں سے ان شاء اللہ بالکل الٹ ہو گی، دعوت و تربیت اور احتجاج و مزاحمت اس کے ہتھیار ہوں گے۔ منزل فوری طور پر نہیں ملے گی اور موجودہ حالات میں کسی بھی طور پر اب ملنی بھی نہیں ہے، مگر اس تحریک کی بدولت ہر گزرتے دن اور ہر اٹھائے گئے قدم کے ساتھ بنگلہ دیش کے عوام منزل سے قریب تر ہوں گے اور امت کی سطح پر حق و باطل کے بیچ کشمکش میں بھی یہ مسلمان مثبت اور مؤثر کردار ادا کریں گے، یوں وہ سرزمینِ بنگال جو کسی وقت میں 'صہیونی ہندتوا' کے ایک عسکری اور فکری مرکز و مورچے کی حیثیت رکھتی تھی، اس تحریک کی بدولت اللہ کے اذن سے مجاہدینِ اسلام کی تیاری کا ان شاء اللہ مرکز بنے گی۔

مگر عزیز بھائیو!

اس کے برعکس دوسرا راستہ پچھلے ستر، اسّی سالوں سے برّصغیر، بلکہ پورے عالمِ اسلام کی تاریخ میں اہل دین نے دیکھ لیا، ان کی سیاست اور شرکتِ حکومت پاکستان و مصر اور بنگلہ دیش و تیونس کہیں بھی انہیں کوئی خیر نہیں دے سکی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان حکومتوں اور افواج کے مقابل جہاں ان دینی جماعتوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کردار ادا کرنا تھا، وہاں

انہوں نے ان دین دشمن نظاموں کی تائید و حفاظت کا کام کیا، جس کا نتیجہ ملک و معاشرے میں دین دشمن و دین بیزار قوتوں کی تقویت کی صورت میں نکلا۔ یوں پھر اہلِ دین کو پھانسیاں بھی ہوئیں، گولیاں بھی ان پر چلیں، دربدر بھی وہ ہوئے، ان کی دعوت و تحریک پر پابندی بھی لگی، مگر ان تمام قربانیوں کے باوجود وہ کمزور ہوتے گئے، اور افواج کی صورت میں شر کی قوتیں قوی تر ہوئیں، اتنی قوی کہ آج غزہ میں اسرائیل کے تحفظ کا سہرا بھی انہی افواج کے سر ہے، کہ یہی افواج ہیں جو اپنے اپنے ملک میں پچھلے تیس سال سے مجاہدینِ قدس کے خلاف امریکہ واسرائیل کے دفاع کی جنگ لڑ رہی ہیں۔

پس مومن ایک ہی سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”لَا يُلْدَغُ مُؤْمِنٌ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ.“ (بخاری شریف)

”مومن ایک ہی سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔“

ہم اپنے اپنے ممالک میں ان افواج و حکومتوں کے متعلق اپنے طرزِ عمل پر اگر نظر ثانی نہیں کریں گے اور دین و امت کے اُن تقاضوں پر لبیک نہیں کہیں گے جو اصلاح و مزاحمت کی صورت میں تاریخ، عقل، بلکہ دنیا کے ہر ہر پیمانے کے لحاظ سے آج دینی و ملی فریضہ ہیں تو ہم گویا اجتماعی طور پر ایک دفعہ پھر اُسی سوراخ سے اپنا آپ ڈسوانے جا رہے ہیں جس کے ڈسنے ہی کے سبب آج ہم غزہ میں ذبح ہو رہے ہیں، کشمیر میں قتل ہو رہے ہیں اور پاکستان وہندوستان میں بھی پِس رہے ہیں۔ ایسا اگر کریں گے تو یقین جانیے اللہ کا دین اپنے لیے انصار و مجاہدین پیدا کرتا رہے گا، مگر ہم حق و باطل کی اس جنگ میں اپنے لیے جس پوزیشن کا انتخاب کر رہے ہیں، اس کا وبال ہمارے لیے دنیا میں تو نظر آ رہا ہے، مگر آخرت میں ہم کیا جواب دیں گے اگر ہم سے پوچھا گیا کہ تم نے کیوں اپنے آپ کو ذلت و ناکامی کے راستے پر ڈالا تھا، کیوں قوت و اعداد کی طرف توجہ نہیں کی اور کیوں فرض پر عمل نہیں کیا؟! اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بنگلہ دیش کے ہمارے محبوب بھائی، دینِ اسلام کی نصرت کی طرف قدم اٹھائیں گے، وہ دشمنانِ اسلام کے ہر ہر حربے کو ناکام بنائیں گے، نہ ظلم کے آگے جھکیں گے اور نہ ہی کسی دھوکے باز کے دھوکے میں آئیں گے، بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے، ان شیاطین کو اہلِ ایمان پر مسلط ہونے کا کوئی راستہ نہیں دیں گے۔

آخر میں یہ انتہائی اہم گزارش بھی عرض کر لوں، کہ اسلام و امتِ مسلمہ کے خلاف امریکی قیادت میں جاری 'صہیونی ہندوتوا' اتحاد کی غزہ پر جارحیت آپ دیکھ رہے ہیں، سچ یہ ہے کہ آج عالمِ اسلام براہِ راست یا بالواسطہ اس اتحاد ہی کے قبضہ میں ہے، ان کا ظلم ہے کہ جس کے باعث پاکستان وہندوستان اور کشمیر سے لے کر غزہ و عالمِ عرب تک، پورا عالمِ اسلام کراہ رہا ہے، بنگلہ دیش میں جو مظالم ڈھائے گئے یہ اسی 'صہیونی ہندوتوا' اتحاد کے مظالم ہی کی ایک کڑی ہے، ان ائمۂ کفر اور ان کے غلاموں کے خلاف جہاد ہر مسلمان پر فرضِ عین کی حیثیت رکھتا ہے، ان کے خلاف جہاد آج امت کی اہم ترین ضرورت ہے، عالمی سطح پر یہ جہاد ہو گا، ان ائمۂ کفر کے مفادات ہدف بنیں گے تو ان کا غرور ٹوٹے گا اور تب ہی جا کر یہ کامیاب ہو گا، اور اس وقت ہی پھر مسلمانانِ غزہ بھی سکون کا سانس لیں گے، مسجدِ اقصیٰ بھی آزاد ہو گی اور برِّ صغیر کے سب مسلمانوں کے لیے بھی اللہ راستے کھولیں گے، پس اس جہاد میں خود بھی عملی طور پر حصہ ڈالیے اور پوری قوم کو بھی اس میں ساتھ کھڑا کرنے کی کوشش کیجیے۔

اپنی بات اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ آپ کی اور ہماری رہنمائی فرمائیں، ہمارے دلوں کو ایمان، استقامت اور ہدایت سے بھر دیں، مظلومین کی نصرت اور دین اسلام کو سربلند کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ رب العزت بنگلہ دیش کے مسلمانوں کو ہر ہر شر سے محفوظ کریں، ان کے خوف کو امن، ضعف کو قوت اور انتشار کو اتحاد میں تبدیل کریں، اللہ رب العزت انہیں اپنے دین کی نصرت میں استعمال فرمائیں اور انہیں دنیا وآخرت کی ہر خیر سے نوازیں اور ہر شر سے ان کی حفاظت فرمائیں، آمین ثم آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين!

☆☆☆☆☆

اعمالِ صالحہ کی بنیاد ایمان

اگر اعمالِ صالحہ ایمان کی اساس پر استوار ہوں تو نتائج یہ ہوں گے کہ اِس جہاں میں بھی حیاتِ طیبہ عطا ہو گی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ حیات عیاشی، خوشحالی اور دولتمندی کی زندگی ہو، کبھی یہ چیزیں دستیاب بھی ہوں گی اور کبھی نہ بھی ہوں گی۔ زیادہ مال اور ڈھیروں لوازمات کے بغیر صرف بقدرِ کفایت مال کے ساتھ بھی انسان کی زندگی نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ گزرتی ہے بشرطیکہ تعلق باللہ قائم ہو، اطمینانِ قلبی نصیب ہو اور اللہ پر بھروسہ اور اس کی رضا حاصل ہو۔ انسان کو جسمانی صحت نصیب ہو، اس کی خواہشات میں ٹھہراؤ اور اس کی ہر چیز میں برکت ہو۔ گھر کا ماحول اچھا اور پرسکون ہو اور افرادِ خانہ کے دلوں میں محبت ہو۔ ماحول ایسا ہو کہ اس میں اعمالِ صالحہ ہو رہے ہوں اور ان اعمال کی وجہ سے زندگی میں ہر طرف طمانیت ہو اور ضمیر پر سکون ہو۔ مال تو امن اور سکون کا ایک معمولی عنصر ہے۔ لیکن یہ مقام اس کو حاصل ہوتا ہے جس کا دل ان مقاصد کے ساتھ لگا ہوا ہو جو اللہ کے ہاں پاکیزہ، برگزیدہ اور اعلیٰ ہیں۔

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ

بنگلہ دیش طلبہ تحریک

پس منظر، نتائج، مستقبل کے امکانات

مہتاب جالندھری

بنگلہ دیش میں سالوں سے جو لاوا ظلم و استبداد کی حکومت کے خلاف اندر ہی اندر پک رہا تھا بالآخر وہ پھٹ پڑا اور نتیجتاً ایک مہینے کے اندر شیخ حسینہ واجد کا تختہ الٹ گیا اور وہ بمشکل اپنی جان بچا کر بھارت فرار ہو گئی۔

اپنے حقوق کے لیے جو تحریک طلباء نے چلائی بالآخر پوری قوم اس میں شامل ہو گئی۔ شیخ حسینہ واجد نے اس تحریک کو سختی، تشدد اور نہتے طلباء کے خلاف طاقت کا استعمال کرتے ہوئے کچلنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس دوران سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۳۰۰ اور غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہزار سے زیادہ جانی نقصان کے بعد معاملات ۷۶ سالہ حسینہ واجد کے ہاتھ سے نکل گئے۔

۶ اگست ۲۰۲۴ء کو شیخ حسینہ فرار ہوئی اور فوج نے کنٹرول سنبھال لیا، پھر طلباء تحریک کے مطالبے پر فوج کو ایک عبوری حکومت تشکیل دینا پڑی، جس نے ۸ اگست ۲۰۲۴ء کو ڈاکٹر محمد یونس کی سربراہی میں ۱۷ رکنی عبوری حکومت کی صورت میں حلف اٹھا لیا۔ جن میں طلباء تحریک کے راہنما ناہید اسلام اور آصف محمود بھی شامل ہیں۔

پس منظر

طلباء تحریک کے مقاصد سمجھنے کے لیے ہمیں بنگلہ دیش کے داخلی حالات پر سرسری نگاہ ڈالنا پڑے گی۔

اس وقت فوجی و سیاسی حکمرانوں کی سیاسی نادانی، قومیت پرستی کے زہر اور اقتدار کی ہوس نے ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کر دیا، جسے ہم سقوطِ ڈھاکہ اور اہلِ بنگلہ دیش جنگ آزادی کی تحریک کہتے ہیں۔

بنگلہ دیش جس کو تین طرف سے بھارت نے گھیر رکھا ہے، اس کے بننے میں بھی بھارت کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ بھارت نواز مکتی باہنی نے، جس میں ہندو بھی شامل تھے، بنگلہ دیش کے قیام کی جنگ لڑی اور وہی آزادی کے ہیرو قرار پائے۔ اس طرح بنگلہ دیش کے قیام کے ساتھ ہی بھارت نے وہاں اپنی جڑیں مضبوط کرنا شروع کر دیں تاکہ یہ ملک آغاز ہی سے اس کے زیر تسلط رہے۔

اسی سلسلے میں ۱۹۷۲ء میں اعلیٰ سرکاری ملازمتوں کی تقسیم کا ایک طریقہ کار وضع کیا گیا جسے کوٹہ سسٹم کہتے ہیں۔ ۵۶ فیصد ملازمتوں کو اس کوٹہ سسٹم کے تحت کر دیا گیا۔ جن میں ۱۰ فیصد ملازمتیں خواتین کے لیے، ۵ فیصد اقلیتوں[1]، ۱۰ فیصد مختلف ڈسٹرکٹس، ۱ فیصد معذوروں اور ۳۰ فیصد جنگِ آزادی لڑنے والوں کی اولادوں اور ان کی نسلوں کے لیے مختص کر دی گئیں۔ بقایا ۴۵ فیصد ملازمتیں میرٹ پر آنے والوں کے لیے چھوڑ دی گئیں۔ اس طرح تعلیمی قابلیت کی بنیاد پر نوجوانوں کو سرکاری ملازمتوں تک رسائی بہت کم ملتی۔ کوٹہ سسٹم کا یہ قانون ۴۷ سال تک نافذ العمل رہا لیکن ۲۰۱۸ء میں طلباء نے کوٹہ سسٹم کے خلاف تحریک شروع کی۔ احتجاج نے زور پکڑا تو وزیر اعظم شیخ حسینہ واجد نے کوٹہ سسٹم وقتی طور پر منسوخ کر دیا۔

جون ۲۰۲۴ء میں اعلیٰ عدالت کے حکم پر کوٹہ سسٹم دوبارہ بحال کر دیا گیا جس کے بعد ڈھاکہ یونیورسٹی اور جہانگیر نگر یونیورسٹی کے طلباء نے احتجاج شروع کر دیا جو بعد میں پورے ملک کے طلباء کی آواز بن گیا۔ حسینہ واجد نے احتجاج کرنے والے طلباء کے خلاف طاقت کا استعمال کیا، بے شمار طلباء کا خون بہا اور ہزاروں طلباء کو گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

کوٹہ سسٹم کو ہر آنے والی حکومت نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے اور تمام سرکاری اداروں کو کنٹرول کر کے اپنی حکومت کو دوام دینے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کیا۔ اعلیٰ سرکاری عہدوں اور وزارتوں میں اپنی مرضی کے لوگ بٹھائے گئے جس سے کرپشن میں اضافہ ہوا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی معمولی نوکریاں کرنے پر مجبور ہوئے۔

اسی کوٹہ سسٹم کی بدولت شیخ حسینہ واجد جنوری ۲۰۰۹ء سے ۲۰۲۴ء تک کے طویل عرصے کے دوران اقتدار کی کرسی پر براجمان رہی۔ شیخ حسینہ واجد ایک دین بیزار اور بھارت نواز ظالم حکمران رہی ہے۔ اس نے اپنے دورِ اقتدار میں دین پسند طبقے (سیاسی اور غیر سیاسی دونوں) کو چن چن کر نشانہ بنایا۔ جماعت اسلامی کے امیر پروفیسر غلام اعظم، مطیع الرحمن نظامی اور عبد القادر ملّا کو غداری کے الزام میں پھانسی دی اور سینکڑوں لوگوں کو قید کر دیا گیا۔ "حفاظتِ اسلام" نامی علماء و طلبائے دین کی غیر سیاسی تنظیم نے جب عوامی لیگ کی سرپرستی میں توہین رسالت کرنے والے ہندو اور سیکولر بلاگرز کے خلاف احتجاج کیا تو راتوں رات درجنوں علماء و طلباء کو شہید کروا دیا گیا۔ اسی طرح اپنے سیاسی مخالفین کو بھی ایک ایک کر کے راستے سے ہٹایا۔

---

[1] واضح رہے کہ اگرچہ قانونی طور پر اقلیتوں کا کوٹہ ۵ فیصد ہے لیکن حسینہ واجد کے دور میں ملک میں ہندوؤں کا اثر و رسوخ اس قدر بڑھ گیا کہ اعداد و شمار کے مطابق تیس فیصد سرکاری ملازمتوں پر ہندو قابض رہے۔

بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی (بی این پی) کی سربراہ خالدہ ضیاء کو بدعنوانی کے الزام میں جیل میں ڈلوایا۔ ایسی پالیسیاں بنائیں کہ اس کی جماعت کے علاوہ کسی اور طاقت کا وجود ہی نہ ہو لیکن ایسی آمرانہ اور اشتعال انگیز سیاست ایک عرصہ ہی چل سکی۔

بنگلہ دیش کی سیاست میں طلباء تنظیموں کا کردار

بنگلہ دیش میں بنیادی طور پر تین سیاسی جماعتیں ہیں اسی طرح ان جماعتوں کی طلباء تنظیمیں بھی ہیں:

- عوامی لیگ کی چھاترا لیگ
- بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی (بی این پی) کی چھاترا دل
- جماعت اسلامی کی چھاترا شبر

پہلے طلباء تنظیمیں اپنے اثر و رسوخ کے اعتبار سے مختلف یونیورسٹیوں میں فعال تھیں۔ لیکن جس سیاسی جماعت کی حکومت ہوتی تعلیمی اداروں میں بھی اس کی ہی طلباء تنظیم زیادہ طاقتور ہوتی۔ البتہ تعلیمی اداروں میں سب سے زیادہ غنڈہ گردی چھاترا لیگ نے کی۔ اغوا، تشدد، پروفیسر زپر دباؤ ڈالنا اور اسلحہ کو تعلیمی اداروں کی حدود میں پہنچانا۔ اسی چھاترا لیگ نے موجودہ تحریک کے دوران بھی طلباء کو قتل، اغوا اور تشدد کا نشانہ بنایا۔

بنگلہ دیشی طالبعلم ابو سعید اور دیگر طلباء کے قتل کے بعد اس تحریک نے زور پکڑا اور حکومت کے سامنے نو مطالبات رکھے جن میں وزیر اعظم حسینہ واجد کی عوام سے معافی اور استعفیٰ کا مطالبہ، کوٹہ سسٹم کا خاتمہ اور ان تمام عہدیداروں کو برطرف کرنے کا مطالبہ جنہوں نے اس پورے معاملے میں طلباء مخالف کاروائیاں کیں۔ اس معاملے کا اہم موڑ ۱۴ جولائی ۲۰۲۴ء کی وزیر اعظم کی تقریر بنی جس میں حسینہ واجد نے مظاہرین کو "رضاکار" کہا۔

بنگلہ دیش میں "رضاکار" کی اصطلاح ان لوگوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جنہوں نے مشرقی پاکستان علیحدہ ہونے سے بچانے کے لیے ۱۹۷۱ء میں پاکستان کا ساتھ دیا۔ لہٰذا بنگلہ دیش میں رضاکار کا مطلب "غدار" ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جس کے متعلق بنگلہ دیش کی عوام بہت حساس اور جذباتی ہے۔

شیخ حسینہ کے طلباء کو رضاکار کہنے کی غلطی اس کے طویل دورِ اقتدار کے خاتمے کا سبب بن گئی اور باقی تمام مطالبات ایک طرف، اس سے استعفیٰ کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ فوج کو جب معاملات ہاتھ سے نکلتے نظر آئے اور انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ اسلام پسند طبقے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر خود کو مضبوط کر سکتے ہیں تو وہ بھی میدان میں اتر آئی اور اس نے طلباء تحریک کی حمایت کر دی جس کے بعد ۴۵ منٹ کے الٹی میٹم پر حسینہ واجد کو فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد کیا ہوا وہ ساری دنیا نے میڈیا پر دیکھا کہ کس طرح حسینہ واجد کی رہائش گاہ سے لوگ ہر چیز لوٹ کر لے جا رہے ہیں، خوشیاں منائی گئیں، سجدۂ شکر ادا کیے گئے۔ فوج نے ٹیک اوور کیا لیکن طلباء مطمئن نہ ہوئے۔

طلباء تحریک کی قیادت ناہید اسلام کر رہے تھے جن کا تعلق ڈھاکہ یونیورسٹی کے سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ انہیں گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا لیکن وہ ڈٹے رہے اور اب عبوری حکومت کی کابینہ کے رکن بن گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق کسی طلباء تنظیم سے نہیں۔

بنگلہ دیش کی عبوری حکومت میں بننے والا وزیر اعظم ڈاکٹر محمد یونس ایک بینکر اور نوبیل انعام یافتہ سیکولر نظریہ کا حامی فرد ہے۔

ڈاکٹر محمد یونس نے بنگلہ دیش میں غربت اور بیروزگاری کے خاتمے کے لیے بینک کے ذریعے چھوٹی معاشی سطح پر غریب آدمی کو قرضہ دینے کی سکیم شروع کی جس کے لیے مائیکرو فنانس (Micro Finance) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جو کہ بظاہر ایک کامیاب پراجیکٹ تھا۔ غریبوں کو قرض دینے والا ڈاکٹر یونس کا "گرامین بینک" نہ صرف بنگلہ دیش بلکہ پوری دنیا میں مشہور ہوا کیونکہ بینکنگ کی دنیا میں یہ ایک کامیاب تجربہ تھا اور اسی بنیاد پر اسے ۲۰۰۶ء میں نوبیل انعام ملا۔

بینکنگ اور معاشی دنیا کی کامیابی سے قطع نظر اس پراجیکٹ کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس سے قبل غریب طبقہ بینک کے قرضوں کے سودی جال میں پھنسنے سے قدرے محفوظ تھا لیکن اس پراجیکٹ کی وجہ سے غریبوں کو بھی بینک سے چھوٹے سودی قرضے دلا کر اس نے غریب عوام کو بھی سود در سود کے شکنجے میں جکڑ لیا اور وہ سود جسے قرآن نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ قرار دیا ہے اسے بنگالی مسلمانوں کے ہر ہر گھر میں داخل کر دیا۔

قیام بنگلہ دیش سے ہی بھارت اور اس کے حامی بنگلہ دیش میں نام نہاد "مذہبی شدت پسندی" کے خلاف متحرک رہے اور اسلام پسند اور دیندار طبقے کو ہمیشہ پیچھے دھکیل کر رکھا گیا۔ اب جبکہ بنگلہ دیش کی تاریخ میں ایک اہم موڑ آیا ہے تو بظاہر لوگوں کی فلاح کے لیے کام کرنے والے سیکولر بینکر کو وزیر اعظم بنا کر اسلام پسندوں کو پھر سے پیچھے دھکیلا جا رہا ہے۔

لمحۂ فکریہ

بنگلہ دیش میں طلباء تحریک کے اختتام پر جو منظر سامنے آ رہا ہے وہ جو کچھ عرب بہار میں ہوا اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ تحریک کے اختتام پر فوج نے طلباء تحریک کا ساتھ دینے کا ڈھونگ رچاتے ہوئے حالات قابو میں کر لیے، پھر عوام کو مطمئن کرنے کے لیے ایک بظاہر عوام میں

جانی پہچانی اور پسندیدہ جبکہ حقیقت میں امریکی آشیر باد کی حامل شخصیت کو مسندِ اقتدار پر لا بٹھایا۔ ظلم و استبداد کے خلاف مشرقی افق سے پھوٹنے والی امید کی کرن اب صبح کاذب میں تبدیل کی جا رہی ہے۔

حسینہ واجد کے پندرہ سالہ دور حکومت میں بنگلہ دیش کے اہل دین طبقے کا بنیادی مسئلہ صرف اور صرف اپنی بقا رہا، اس دور کے اختتام تک یہ طبقہ اپنی بقا کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے مارتے اس نہج پر پہنچ گیا کہ حسینہ واجد کی حکومت کے خلاف امریکی حمایت بھی انہیں نعمتِ غیر مترقبہ نظر آنے لگی۔

موجودہ حالات اور تبدیلیاں جہاں اہل دین طبقے کے لیے ایک سنگِ میل ہیں وہیں یہ لمحۂ فکریہ بھی ہے۔ انہیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ کہیں وہ ایک علاقائی شکاری کے جال سے نکل کر بڑے عالمی شکاری کے جال میں پھنسنے تو نہیں جا رہے۔

اہل دین طبقے کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگرچہ بنگلہ دیش کی عوام کی فلاح اور تمام مسائل کا حل اسلامی نظام کے قیام میں ہے لیکن یہ نظام کبھی بھی عالمی استعمار و استبداد کے چنیدہ و پسندیدہ جمہوری نظام کی بھول بھلیوں میں پھنس کر قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے اہل دین کو اپنے آباؤ اجداد سید نثار علی تیتو میر اور حاجی شریعت اللہ کے نقش قدم پر چلنا ہو گا۔ اس کے لیے انہیں بے تحاشہ و بے دریغ قربانیوں کے لیے خود کو تیار کرنا ہو گا جس کے نتیجے میں ایک عوامی اسلامی تحریک برپا ہو، ایک ایسی تحریک جو ملک کو عالمی و علاقائی استعمار اور ان کے مقامی آلۂ کاروں اور غلاموں سے نجات دلائے۔

اگر اہل دین طبقے نے ان حقائق کا ادراک نہ کیا اور خود کو اس طویل جدوجہد کے لیے آمادہ و تیار نہ کیا اور جمہوری نظام کے اس دشتِ بے آب میں اس وقت نظر آنے والے سراب کو منزل سمجھ بیٹھے تو امیدوں کی جو فصل ابھی کچھ سر اٹھانے لگی ہے وہ پھر سے غارت چلی جائے گی۔

☆☆☆☆☆

ہمیں ایک ایسی قیادت کی ضرورت ہے!

ہمیں ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو عزت کی زندگی گزارے، ایمان پر فخر کرے اور مایوس نہ ہونے پائے۔ ایسی قیادت جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے حقیقی معنی کو سمجھے؛وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو)۔ اور اس آیت کی روح کو سمجھے ؛وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ(حالانکہ عزت تو اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس کے رسول کو، اور ایمان والوں کو، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے)۔

ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت ہے جو عقیدے اور شریعت پر سمجھوتہ نہ کریں؛ جو سیکولر، لادین، فاسد، فاسق اور بد اخلاق مجرموں کے پیچھے اس طمع (یا غلط فہمی) میں نہ گھومیں کہ وہ انہیں جیل سے رہائی دلوائیں گے یا انہیں جلاوطنی سے واپس لائیں گے یا ان کے ساتھ فتح کے غنائم (یا فتح کی لوٹ مار) میں شریک ہوں گے۔ ہمیں ایک ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو مغرب اور مشرق سے یہ بھیک نہ مانگتی پھرے کہ وہ ہمارے ساتھ ہمدردی رکھیں اور فاسد اور مرتد مجرموں سے دور ہو جائیں، جنہیں وہ خود اِمداد دیتے ہیں اور ان کی مالی اعانت اور مدد کرتے ہیں۔

ہمیں ایک ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو اسلام اور کفر کے درمیان کشمکش کی نوعیت کا گہرا ادراک رکھتی ہو اور سمجھتی ہو، ایمان رکھتی ہو، منصوبہ بندی کرتی ہو اور جدوجہد کرتی ہو۔

ایک ایسی قیادت جو سمجھتی ہو کہ یہ ایک عالمی جدوجہد ہے، نہ کہ کوئی مقامی یا علاقائی تنازعہ۔ اور کافر قومیں دہشت گردی اور انتہا پسندی کا مقابلہ کرنے کے نام پر ہمارے خلاف جمع ہو چکی ہیں۔ اور اس کے باوجود کہ وہ ہمارے خلاف متحد ہیں، وہ اس بات کے خواہاں ہیں کہ ہم ان کے خلاف متحد نہ ہوں، اور ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ ہم قومی ریاستوں پر یقین رکھیں، جو ہمیں پچاس ٹکڑوں (چھَروں) میں تقسیم کرتی ہیں۔ جن میں سے کچھ کو نقشے پر معلوم کرنے کے لیے مائیکروسکوپ (خوردبین) کی ضرورت ہوتی ہے!

فضیلۃ الشیخ ابو محمد ایمن الظواہری

Coming Soon | ډېر ژر | عن قريب | শীঘ্রই আসছে | قريباً

Documentary Film | مستند فلم | دستاويزي فلم | তথ্য-চলচ্চিত্র | فيلم وثائقي

طوفان الأقصىٰ
THE AQSA STORM
তুফানুল আকসা

حصه دوم: اسرائیل کے مقاصد

الجزء الثاني: أهداف إسرائيل

দ্বিতীয় পর্ব: ইসরায়েলের লক্ষ্য

دوهمه برخه: د اسرائیل اهداف

Part 2: Objecitives Of Israel

ادارہ السحاب، برصغیر

As-Sahab Media (The Subcontinent)

English | پښتو | اردو | বাংলা | عربية

خون کا قرض

سہیل سالک

''سر نیچے جھکالو، امریکی کانوائے گزرنے والا ہے!'' حبیب نور نے نثار احمد کو قمیص کے بازو سے کھینچ کر اس کو نیچے بٹھایا۔

نثار احمد بھی اس کے برابر میں ہی بیٹھ گیا۔ وہ اور حبیب نور اس وقت مکئی کے کھیتوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ کھیتوں کے درمیان میں پکی سڑک گزر رہی تھی جس پر سے امریکی کانوائے گزرا کرتے تھے۔ رات میں نثار احمد اور اس کے ساتھی مجاہدین نے دو مائنیں لگائی تھیں۔ ان کے پاس مائنیں کم تھیں اس لیے صرف دو پر ہی گزارا کرنا پڑا تھا۔ اب وہ امریکی کانوائے کے گزرنے کے منتظر تھے۔

''وہ دیکھو! وہ ہموی گاڑی آ رہی ہے!'' اچانک نثار احمد کے پہلو میں بیٹھے مجاہد نے سرگوشی میں کہا۔

ان سب نے کھیتوں میں سے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا۔ سڑک پر دور، امریکی کانوائے کی گاڑیاں آتی نظر آ رہی تھیں۔ عوامی گاڑیوں کی آمد و رفت تقریباً دو گھنٹے سے رکی ہوئی تھی۔ عوام امریکی کانوائے گزرنے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ وہ اپنے سفر جاری رکھ سکیں۔

چند لمحوں بعد ہی ہموی گاڑیاں ان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔

''بسم اللہ پڑھو اور بٹن دبادو!'' حبیب نور نے سرگوشی کی۔

نثار احمد کے ہاتھ میں ایک موبائل تھا۔ جس پر چند مخصوص نمبر دبانے سے مائن پھٹ جاتی۔

''بسم الله!...وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى!'' نثار احمد نے سرگوشی میں کہا اور بٹن دبا دیا۔

فضا میں کان پھاڑ دینے والا دھماکہ گونجا اور امریکی بکتر بند ہموی گاڑی کے پرخچے اڑ گئے۔

''اللہ اکبر!''

تینوں مجاہدین نے دبی دبی آواز میں نعرہ لگایا۔ امریکی کانوائے رک گیا۔ وہ ملبے میں سے اپنے زخمی اور مردے نکالنے لگے تھے۔

''چلو! اب واپس چلیں! اب امریکی اس گاؤں کی تلاشی لیں گے!'' حبیب نور آہستہ سے بولا۔

وہ تینوں کھیتوں کے اندر رینگنے لگے۔ رینگتے ہوئے ان کے جسم زخمی ہو گئے اور ہاتھوں میں سے خون رسنے لگا مگر وہ اٹھ کر نہیں چل سکتے تھے۔ اس صورت میں وہ امریکیوں کی نظروں میں آ سکتے تھے۔ یوں ہی کہنیوں کے بل رینگتے وہ گاؤں میں موجود اپنے ایک ساتھی کے گھر پہنچ گئے۔

''احمد گل! ہمارے موٹر سائیکل تیار ہیں؟'' حبیب نور نے میزبان سے پوچھا۔

''ہاں! تم اندر ہی بیٹھو! باہر نہ نکلنا! میں نے تمہارے موٹر سائیکل گائے والے کمرے میں چھپا دئے تھے۔'' وہ بولا اور جلدی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اچانک فضا میں دوبارہ امریکی جاسوسی طیاروں کی آواز گونجنے لگی۔

''یہ خبیث پھر آ گیا؟'' نثار احمد کو طیارے کی آواز سن کر غصہ آ گیا۔ ''کب تک یہ ہماری غیرت کو للکارتے رہیں گے؟ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ آسمان کو مسخر کر کے یہ ہمیں ڈرا دیں گے؟ ہر گز نہیں! ہم نہ زمین پر ان کو چین لینے دیں گے نہ ہی آسمان پر!''

اسی لمحے ان کا میزبان بیٹھک میں داخل ہوا۔

''آجاؤ! میں نے تمہارے موٹر سائکل باہر کھڑے کر دیے ہیں، مگر ذرا احتیاط سے جانا، اوپر جاسوسی طیارہ اور امریکی جیٹ پھر رہے ہیں! اپنا اسلحہ یہیں چھوڑ دو، میں اس کو دفن کر دوں گا!''

''نہیں احمد گل! ہم بار بار اس علاقے میں نہیں آ سکتے، تمہیں پتہ ہے کہ یہ امریکہ کی غلام حکومت کا علاقہ ہے، ہم یہاں دن کی روشنی میں نہیں آ سکتے! تم ایسا کرو، اپنے کپڑے دے دو! ہم اپنے کپڑے یہیں چھوڑ دیں گے اور تمہارے کپڑے تبدیل کر کے نکلیں گے، دور سے ہمیں کسی نے بھی دیکھا تو وہ یہی سمجھے گا کہ تمہارے گھر کا کوئی فرد جا رہا ہے!'' حبیب نور نے کہا۔

احمد گل کو بھی اس کی رائے بہتر لگی۔ وہ جلدی سے ان کے لیے کپڑے لے آیا۔ تینوں نے لباس تبدیل کر کے احمد گل کی ہی پگڑیاں باندھ لیں۔ اپنے کپڑے اور عمامے وہیں چھوڑے اور موٹر سائیکلوں پر گھر سے باہر نکل آئے۔ امریکی ابھی تک تباہ ہموی کا ملبہ ہی اٹھا رہے تھے۔

''اللہ افغانستان کو ان کے لیے دلدل بنادے گا!'' نثار احمد نے امریکیوں کو دیکھ کر نفرت سے سوچا اور موٹر سائیکل حبیب نور کی موٹر سائکل کے پیچھے روانہ کر دی۔

کسی نے بھی ان کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ گاؤں سے حفاظت سے باہر نکل آئے۔ گاؤں سے نکلتے ہوئے ان کو جو آخری منظر نظر آیا تھا وہ امریکیوں کا تھا جو گھروں کی تلاشی لینے کے لیے گھروں کے دروازوں پر ٹھوکریں مار رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

وہ دو ہفتے محاذ پر گزار کر گھر واپس پہنچ چکا تھا۔ اس کی ماں اور بہنوں نے اس کی خوب بلائیں لیں۔ ماں نے خیریت سے واپس پہنچ جانے پر اس کی طرف سے صدقہ کیا۔

گل آغا البتہ اس کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ نثار احمد خیریت سے گھر لوٹ آیا تھا مگر ایک بات اس کو پریشان کیے دے رہی تھی اور وہ یہ کہ وہ محاذ سے واپس بھی آ گیا مگر امریکی جاسوس طیارے نے ان کے علاقے پر پھرنا ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔

☆☆☆☆☆

دن یوں ہی گزرنے لگے۔ دن ہفتوں میں بدلتے گئے اور ہفتے مہینوں میں۔ تین ماہ ہو گئے تھے نثار احمد کو طالبان مجاہدین سے وابستہ ہوئے۔ وہ اپنی جان و مال اللہ کے راستے میں وقف کر چکا تھا۔ اس کو اب دنیا کمانے کی فکر سے زیادہ اپنے دین کو سرخرو کرنے کی فکر لاحق ہو چکی تھی۔

حیرت انگیز طور پر گل آغا نے بھی اس سے کوئی شکوہ نہیں کیا کہ وہ جہادی کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے کھیتوں میں ان کے ساتھ مدد نہیں کرواپاتا۔ بلکہ وہ تو اپنے تمام جاننے والوں اور عزیز واقارب کو بڑے فخر سے بتاتے تھے کہ ان کا بیٹا اپنے بھائی کے خون کا قرض نہیں بھولا۔ وہ اس کا قرض ادا کرنے اللہ کے راستے پر نکل پڑا تھا۔

تین ماہ گزر گئے تھے مگر علاقے میں کوئی فضائی چھاپہ نہیں پڑا تھا۔ اس دوران نثار احمد حبیب نور کے ساتھ بہت سی جنگوں میں بھی شرکت کر چکا تھا۔ کئی مائنیں لگانے کے لیے بھی ان کے ساتھ گیا تھا۔ آہستہ آہستہ علاقے میں مشہور ہو گیا کہ نثار احمد کا گھر طالبان کا مرکز ہے۔ یہاں اکثر طالبان مجاہدین مہمان آکر ٹھہرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

وہ ۲۱ دسمبر ۲۰۱۶ء کی سرد اور تاریک رات تھی، ہر طرف اندھیرے اور سناٹے کا بسیرا تھا، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ علاقے میں کہیں کوئی ٹمٹماتی ہوئی روشنی بھی نہ دکھتی تھی۔

چونکہ امریکی چاند کی آخری تاریخوں میں فضائی چھاپہ مارنا پسند کرتے تھے اس لیے پورے افغانستان کی طرح آج صوبہ کابل میں موسہی نامی ایک گاؤں میں موجود ایک مسجد میں طالبان بھی چوکس بیٹھے تھے۔ آج کی رات وہ سو کر نہیں گزارنا چاہتے تھے۔

”نثار احمد! تم کان باہر لگا کر دیکھو کہ جاسوسی طیارہ چلا گیا کہ ابھی ادھر ہی ہے!“ حبیب نور نے جیب سے پینسل ٹارچ نکال کر اس کو تھماتے ہوئے کہا۔

نثار احمد پچھلے ایک ہفتے سے تشکیل پر یہاں آیا ہوا تھا۔ وہ کئی کارروائیوں میں بھی حصہ لے چکا تھا، اور اب چند دن میں ان کی واپس لوگر کی طرف روانگی متوقع تھی۔

مسجد میں بھی گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف چند ٹارچوں کی روشنی نے مسجد کو نیم روشن سا کر دیا تھا۔ اس وقت مسجد میں دس مجاہدین موجود تھے اور ہر ایک بالکل چوکس پوزیشن میں تھا۔

نثار احمد ٹارچ لے کر چلا گیا۔ چند منٹ بعد وہ واپس آ گیا۔

”ڈرون نہیں گیا! امریکی جیٹ کے ساتھ ساتھ اب ہیلی کاپٹروں کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے!“ نثار احمد نے کچھ پریشانی سے بتایا۔

”ہیلی کاپٹروں کی آواز؟“ حبیب نور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ امریکی چھاپہ آ گیا ہے۔ ساتھیو! اسلحہ تیار کر لو! اللہ سے ملنے کی تیاری کر لو! بے جگری سے لڑنا تاکہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے! اگر جنگ چھڑ گئی تو ہرگز پیٹھ نہ دکھانا! اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا لاکھوں زندگیوں سے بہتر ہے!“

وہ سب اپنا اپنا اسلحہ پہننے لگے۔ حبیب نور کی ابھی بات مکمل ہوئی تھی کہ ہیلی کاپٹر کی گرج دار آواز ان کی مسجد کے اوپر پہنچ گئی۔

”سب پوزیشن سنبھال لو!“ حبیب نور چلّایا۔

”اللهم ثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين!“ نثار احمد دھیرے سے بولا ”رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر!“

امریکی ہیلی کاپٹر مسجد کے عقب میں کھلے میدان میں اتر گیا۔ اس میں سے امریکی فوجی نکل کر پوزیشنز سنبھالنے لگے۔

”مسجد کے اندر جو بھی موجود ہے، وہ اسلحہ پھینک کر باہر نکل آئے، اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا!“

”ہرگز نہیں! ہم تسلیم نہیں ہوں گے!“ نثار احمد تڑپ کر بولا۔

”شہادت سامنے کھڑی ہے ساتھیو! کمزوری نہ دکھانا! جنت کی حوریں ہماری منتظر ہیں!“ حبیب نور اپنی کلاشن کوف لوڈ کرتے ہوئے بولا۔

اسی لمحے امریکی فوجی درجنوں کی تعداد میں مسجد کے دروازے پر پہنچنے لگے۔

”اللہ اکبر!“ مجاہدین نے یک آواز ہو کر نعرہ بلند کیا اور فضا میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ گونج اٹھی۔

☆☆☆☆☆

گل آغا کی کمر میں آج سخت تکلیف تھی۔ ان کی عمر اب کھیتوں میں کام کرنے کی نہیں رہی تھی اس لیے وہ اب جلد تھک جاتے تھے۔ ان کی مدد کروانے کو اب ان کی چھوٹی بچیاں بھی کھیت میں پانی لگانے آنے لگی تھیں۔

وہ اپنی کمر سیدھی کرتے کھیت کے کنارے بنی ایک پگڈنڈی پر بیٹھ کر سانس بحال کرنے لگے کہ اچانک مجاہدین کی ایک گاڑی ان کے قریب آکر رکی۔

”بی بی رقیہ! بھاگ کر جاؤ، ایک تھرماس سبز چائے کی لے کر آؤ، لگتا ہے مسافر مجاہدین آئے ہیں!“ گل آغا نے کھیتوں کو پانی لگاتی اپنی چھوٹی بیٹی کو آواز دی۔

بی بی رقیہ فوراً گھر کی طرف دوڑی۔

گل آغا دوبارہ گاڑی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ گاڑی میں سے اب مجاہدین اتر رہے تھے۔ گاڑی میں سے جو شخص اترا تھا اس کو دیکھ کر گل آغا ہکا بکا ہی رہ گئے اور جلدی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

ملا حسیب کو دیکھ کر جہاں ان کو خوشی ہوئی تھی کیونکہ وہ علاقے کے کمانڈروں میں شمار کیے جاتے تھے وہیں ان کی اچانک آمد نے ان کو کچھ خوفزدہ بھی کر دیا تھا۔ جوش کی کیفیت میں وہ اپنی کمر کے درد کو بھی فراموش کر بیٹھے۔

”السلام علیکم! ملا صاحب! خوش آمدید! کتنے دن بعد آپ کی شکل نظر آئی ہے!“ گل آغا آگے بڑھ کر ملا صاحب کے گلے لگ گئے۔

”آخری دفعہ جب آپ آئے تھے تو میرے لیے ظہیر احمد کی شہادت کی خوشخبری لائے تھے! آج کیا خوشخبری لائے ہیں؟“ گل آغا نے مسکرا کر پوچھا۔

ملا صاحب کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور ان کی آنکھیں جھلملا گئیں۔ وہ اس بوڑھے باپ کو جس کی کمر کام کی زیادتی سے اب جھکی جا رہی تھی کو جوان بیٹے کی شہادت کی خبر کیسے دیں؟

”اس دفعہ میں آپ کے لیے نثار احمد کی خوشخبری لایا ہوں!“ ملا حسیب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور دو آنسو ان کی آنکھوں سے ٹپک پڑے۔

”یا اللہ تیرا شکر! تو نے ظہیر کے بعد نثار کو بھی قبول کر لیا! اے اللہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟“ گل آغا نے آنسو بہائے بغیر آسمان کی جانب سر اٹھا کر کہا تھا۔

ملّا صاحب اور ان کے ساتھ آئے مجاہدین بھی اس بوڑھے باپ کا حوصلہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

”ہاں تو ملا صاحب! میرے بیٹے کی کوئی نشانی لائے ہیں؟“ اگلے پل گل آغا نے ایسے پوچھا گویا عام سی بات کر رہے ہوں۔

”جی!“ ملا صاحب جو محوِ حیرت ہو کر گل آغا کو دیکھ رہے تھے، ایک دم گڑبڑا کر بولے۔

”یہ اس کی کلاشن کوف ہے!“ انہوں نے نثار احمد کی کلاشن ان کی طرف بڑھائی۔

گل آغا نے کلاشن ان سے لے لی۔ بندوق کی نال آگے سے مڑی ہوئی تھی، لکڑی کا بٹ جل کر سیاہ ہو چکا تھا۔ جبکہ میگزین ٹیڑھا ہو چکا تھا۔ شاید یہ بمباری کی زد میں آئی تھی۔

”گل آغا! آپ کے بیٹے نے بہت بہادری سے امریکیوں کا مقابلہ کیا بالآخر ہمارے تمام ساتھی، چار امریکیوں کو جہنم واصل کر کے شہید ہو گئے“ ملا صاحب اب تفصیل بتانے لگے۔ ”اگر ہمارا ہر مسلمان لڑکا ایسا ہی ہو جائے جیسے نثار احمد اور ظہیر احمد ہیں تو ان شاء اللہ فتح ہمارے دروازوں پر کھڑی ہو گی۔“

گل آغا مسکرائے۔ پھر عجیب سی نظروں سے نثار احمد کی کلاشن کوف کی جانب دیکھا جس کے کنارے پر نثار احمد کا خون لگا ہوا تھا۔ اس خون سے بھینی بھینی سی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

”ملا صاحب! اب میں اس کلاشن کوف کا کیا کروں گا؟ میرا تو کوئی اور بیٹا ہی نہیں!“ گل آغا ان سے پوچھ نہیں رہے تھے بلکہ بتا رہے تھے۔ ”اس لیے اب میں ان کے خون کا قرض چکاؤں گا، یہ میری غیرت برداشت نہیں کر سکتی کہ میں شہید کا اسلحہ اپنے گھر میں رکھ کر چھوڑ دوں، ورنہ قیامت والے دن یہ میرے خلاف حجت بنے گا!“

گل آغا کی بات سن کر وہ سب ہکا بکا رہ گئے۔

”گل آغا! آپ تو......“ ملا صاحب نے کچھ کہنا چاہا!“

اسی لمحے بی بی رقیہ چائے کی تھرماس اور پیالیاں لے آئی۔

”ملا صاحب! کچھ نہیں ہوتا، گو کہ میں بوڑھا ہوں، مگر میں بس یہ چاہتا ہوں کہ مجھے بھی آپ جہاد میں حصہ ڈالنے دیں، پہلے تو میں مطمئن تھا کہ میرے گھر کا ایک فرد جہاد میں لگا ہوا ہے، مگر اب تو ایک ایک کر کے دونوں ہی چلے گئے، اس لیے اب یہ میرا فرض ہے کہ میں جہاد میں اپنا حصہ ڈالوں!“

گل آغا جوشِ ایمانی سے بولے جبکہ وہاں موجود تمام مجاہدین خوشی سے سرشار اس بوڑھے شیر کو دیکھ رہے تھے۔ جس نے اپنی عمر اور ضعف کے باوجود بھی پیچھے بیٹھے رہنے والوں میں شمار ہونا گوارا نہ کیا۔

☆☆☆☆☆

چینی فائر وال کی تنصیب سے ڈیٹا پرائیویسی کو لاحق خطرات

۳۱ جولائی کو ملک بھر میں پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی لمیٹڈ (پی ٹی سی ایل) کا انٹرنیٹ سسٹم ڈاؤن ہونے سے انٹرنیٹ سروس شدید متاثر ہوئی۔ اس کے بعد بھی وقفے وقفے سے پاکستان کے مختلف شہروں میں انٹرنیٹ سروس شدید متاثر ہونے کے باعث سوشل میڈیا صارفین کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ پی ٹی اے اور متعلقہ حکام اس حوالے سے کوئی بھی واضح وجہ بتانے سے گریزاں رہے۔ انگریزی روزنامے 'دی نیوز' میں شائع رپورٹ کے مطابق سوشل میڈیا کو کنٹرول کرنے کے نظام فائر وال کو آزمائشی بنیادوں پر چلائے جانے کے سبب پاکستان میں سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں کو نیٹ کی سست روی کا سامنا ہے۔ رپورٹ کے مطابق متعلقہ حکام کا کہنا ہے کہ ٹرائل ختم ہونے کے بعد انٹرنیٹ ٹریفک اور رفتار معمول پر آجائے گی۔ اس فلٹرنگ سسٹم کے حصول اور تنصیب کے لیے ترقیاتی بجٹ میں ۳۰ ارب روپے سے زائد رقم مختص کی گئی ہے۔ ڈیجیٹل رائٹس کے لیے کام کرنے والی این جی او 'بولو بھی' کی ڈائریکٹر فریحہ عزیز نے وی نیوز کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ اس طرح کی چیزوں کے صرف نقصانات ہی ہوتے ہیں۔ اس کا فائدہ حکومت کو ہو گا۔ عوامی سطح پر یہ صرف اور صرف نقصان کا باعث ہی ہے۔ پاکستان میں ای کامرس انڈسٹری کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ ظاہر ہے جب پاکستان سے بیرون ممالک جانے والی اور وہاں سے آنے والی ٹریفک کو توڑا جائے گا تو اس میں انٹرنیٹ کی رفتار سمیت بہت سی چیزوں میں مسائل پیدا ہوں گے۔ وہاں سے بھیجے گئے مواد یہاں موصول ہونے اور پھر ان تک دوبارہ پہنچنے میں خلل کا سامنا ہو گا اور ڈیٹا کی پرائیویسی بھی متاثر ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ اب چونکہ زیادہ تر انٹرنیٹ ٹریفک انکرپٹڈ ہوتی ہے تو اگر ایسا اقدام کیا جاتا ہے تو اس سے پہلے تو انٹرنیٹ ٹریفک کو ڈی کرپٹ کرنا پڑے گا جس سے ای کامرس بری طرح سے متاثر ہو گی اور انٹرنیٹ بینکنگ پر بھی اثر پڑے گا جبکہ اس کے ساتھ ساتھ سکیورٹی اور پرائیویسی بھی بے حد کمزور ہو جائے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ جتنے بھی فری لانسرز اور آن لائن کام کرنے والی کمپنیاں ہیں اور وہ لوگ جن کے کلائنٹس دوسرے ممالک میں ہیں، ان کو یہ فائر وال شدید نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ڈیٹا پرائیویسی کے حوالے سے ایک بڑے سکینڈل کا سامنا ماضی میں نادرا کو بھی کرنا پڑا تھا۔ نادرا سے شہریوں کا ڈیٹا ۲۰۱۹ء سے ۲۰۲۳ء کے دوران چوری کیا گیا تھا جس میں ملتان، پشاور اور کراچی کے نادرا دفاتر ملوث پائے گئے۔ ایک رپورٹ کے مطابق نادرا کا ڈیٹا ملتان سے پشاور اور پھر دبئی گیا، نادرا ڈیٹا کے ارجنٹائن اور رومانیہ میں فروخت ہونے کے شواہد بھی ملے۔ کراچی کی تاجر برادری میں یہ تاثر عام رہا ہے کہ بھتہ خوروں اور جرائم پیشہ گینگز کو تاجروں کی معلومات خفیہ ادارے ہی فراہم کرتے ہیں۔

اسلام آباد میں امن عامہ، پنجاب، سندھ اور بلوچستان سے لاجسٹک سپورٹ طلب

وفاقی حکومت نے اسلام آباد میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے پنجاب، سندھ اور بلوچستان سے لاجسٹک سپورٹ مانگ لی ہے۔ دستاویزات کے مطابق وزارت داخلہ کی طرف سے تینوں صوبوں کے چیف سیکریٹریز اور ہوم سیکریٹریز کے نام مراسلے میں کہا گیا ہے کہ آئی جی اسلام آباد کی طرف سے ۱۵ جولائی ۲۰۲۴ء کو لکھے گئے خط کے تحت تینوں صوبے امن عامہ کی صورتحال کے پیش نظر اسلام آباد پولیس کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کرکے وفاقی وزارت داخلہ کو مطلع کریں۔ دستاویزات کے مطابق اسلام آباد پولیس نے پنجاب پولیس سے فوری طور پر آنسو گیس کے ۱۰ ہزار لمبے شیل، ۵ ہزار چھوٹے شیل اور ۱۰۰ آنسو گیس گنز، سندھ سے بھی آنسو گیس کے ۱۰ ہزار لمبے شیل، ۵ ہزار چھوٹے شیل اور ۱۰۰ آنسو گیس گنز جبکہ بلوچستان سے آنسو گیس کے ۷ ہزار لمبے شیل، ۳ ہزار چھوٹے شیل اور ۱۰۰ آنسو گیس گنز بطورِ ادھار مانگی ہیں۔

کراچی پولیس کی جانب سے اغوا برائے تاوان کا ایک اور کیس

چاول کے تاجر حاجی شہزاد عباسی کو مبینہ طور پر اغوا کر کے ۵ لاکھ ۵۵ ہزار روپے رشوت وصولی کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ حاجی شہزاد عباسی کے مطابق ۶ جولائی کو قیوم آباد سی ایریا سے سادہ لباس پولیس والوں نے مجھے اغوا کیا، قیوم آباد چوکی انچارج ملک ارشد اعوان، سابق ہیڈ محرر شبیر اور کاکا سپاہی سمیت دو افراد نے مجھے اغوا کیا۔ میں قیوم آباد ماما ہوٹل کے قریب گاڑی میں اپنے ملازم کے ساتھ موجود تھا کہ ۴ مسلح افراد دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھے اور اسلحے کے زور پر مجھے قیوم آباد پولیس چوکی لے گئے۔ حاجی شہزاد کے مطابق مجھے الگ اور میرے ملازم کو الگ کمرے میں بند کیا گیا اور کئی گھنٹوں تک مار پیٹ کی گئی، مجھ سے گاڑی کے کاغذات دکھانے کو کہا جو میں نے دکھا دیے۔ مجھے برہنہ کرکے تشدد کیا جاتا رہا اور ۱۰ لاکھ روپے مانگے گئے۔ حاجی

شہزاد عباسی نے بتایا کہ مجھ سے سادہ کاغذات پر دستخط بھی لیے گئے اور کہا گیا کہ ہمارے خلاف کسی کو بتایا تو مقدمہ کر دیا جائے گا۔ میرے پاس ۵۵ ہزار روپے موجود تھے، ۵ لاکھ روپے گھر سے منگوا کر دیے۔ مجھے دو پولیس والے اپنے ہمراہ گھر کے قریب لائے اور اہلیہ کو فون کر کے ۵ لاکھ روپے گھر سے منگوائے۔ میں ڈیفنس تھانے گیا لیکن پولیس ٹال مٹول کرتی رہی۔ حاجی شہزاد کے مطابق جناح ہسپتال سے میڈیکل کروایا، فریکچر کی رپورٹ موجود ہے جبکہ میری گاڑی میں ٹریکر موجود ہے جس سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔

۴۷ فیصد پاکستانی موجودہ آمدن میں اخراجات پورے نہیں کر پا رہے

پاکستان کے شہری علاقوں کے صارفین کو لاحق مالیاتی چیلنجز گزشتہ سال کی نسبت ۱۴ فیصد بڑھ گئے ہیں۔ پلس کنسلٹنٹ کی ایک تازہ ترین تحقیق میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ۴۷ فیصد پاکستانی اپنی موجودہ آمدن میں اپنے اخراجات پورے نہیں کر پا رہے۔ مئی ۲۰۲۳ء میں ان کی تعداد ۶۰ فیصد تھی۔ ان ۴۷ فیصد افراد میں سے ۲۰ فیصد نے اپنے اخراجات کم کیے، انہوں نے اشیائے خورد و نوش کی ضرورتوں میں کمی کی، ۴۰ فیصد نے اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے رقم ادھار پر لی جبکہ ان ۴۷ فیصد افراد میں سے ۱۰ فیصد ایسے بھی ہیں جنھوں نے اخراجات کم کرنے اور رقم ادھار لینے کے ساتھ ساتھ اضافی جزوی نوکریاں بھی کیں۔ مزید برآں وہ لوگ جنھوں نے اپنے اخراجات کم کیے ان میں سے آدھے کا یہ کہنا ہے کہ وہ ضروری اخراجات میں کمی کے باوجود کوئی رقم نہیں بچا پائے۔

کراچی پولیس کا ڈالر گینگ، شہری سے ۹۰ ہزار ڈالر لوٹنے کے الزام میں ۱۰ اہلکار معطل

سپیشل انویسٹی گیشن یونٹ (ایس آئی یو) کو ایک شہری کی جانب سے درخواست موصول ہوئی جس میں الزام عائد کیا گیا کہ ایس آئی یو کے اہلکاروں نے اس سے ۹۰ ہزار ۵۰۰ ڈالر (تقریباً ڈھائی کروڑ پاکستانی روپے) لوٹ لیے ہیں۔ درخواست گزار نے تفصیلات بیان کرتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ گزشتہ ماہ ۹ جولائی کی رات کو اچانک کچھ پولیس اہلکاروں اور سادہ لباس میں افراد نے دروازہ کھٹکھٹایا، گھر والوں نے دروازہ کھولا تو تیزی سے تمام اہلکار ان کے گھر میں داخل ہوگئے۔ ان میں سے بیشتر افراد مسلح تھے اور درخواست گزار کو ایک کونے میں بٹھایا اور مختلف لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ کچھ دیر میں سادہ شلوار قمیض میں ملبوس ایک شخص کمرے میں داخل ہوا اور اس نے پولیس اہلکار کے کان میں کچھ کہا، جس کے بعد اہلکاروں نے شہری کو تشدد کا نشانہ بنایا، گھسیٹتے ہوئے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور نامعلوم مقام پر لے گئے۔ ’پولیس اہلکاروں نے مجھ سے جنوبی افریقہ ۹۰ ہزار ۵۰۰ ڈالر ٹرانسفر کرائے اور مجھے واپس گھر چھوڑ دیا۔ مجھے دھمکی دی کہ اس واقعے کے بارے میں کسی کو اطلاع دی تو نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ میں نے چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ مجھ سے پیسے لوٹنے والی ایس آئی یو کی ٹیم تھی۔‘ پولیس نے درخواست گزار سے اس کے کاروبار کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اس نے بتایا کہ وہ ایک کال سینٹر چلاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پولیس نے درخواست گزار سے رقم کی منتقلی کے بارے میں تفصیلات حاصل کر لی ہیں اور واقع میں ملوث پولیس پارٹی کو معطل کر کے ان کے خلاف کارروائی شروع کر دی ہے۔ پولیس کے مطابق اب تک کی اطلاعات میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ پاکستان سے یہ رقم جنوبی افریقہ بھیجنے کے بعد اس رقم کو حوالہ ہنڈی کے ذریعے واپس بھی منگوایا گیا ہے۔

پاکستان سٹیل ملز کو سکریپ بنانے کے درپے کون ہے؟

اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی پیشکش موصول ہونے کے باوجود پاکستان کی سیاسی اور صنعتی اشرافیہ کے بعض مفاد پرست گروہ حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ پاکستان سٹیل ملز کو سکریپ قرار دے اور اس کی سہولتوں کو ختم کر دے، اس مفاد پرست ٹولے کی نظریں اس کی انیس ہزار ایکڑ اراضی پر ہیں۔ وفاقی بیوروکریسی کے ایک سینئر سرکاری افسر کے مطابق حکومت نے ابھی تک پاکستان اسٹیل ملز کی قسمت کا فیصلہ کرنا ہے۔ تاہم غیر ملکی سرمایہ کاروں نے حال ہی میں مل کو بحال کرنے اور اس کی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے میں بھرپور دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان میں سب سے بڑی سرکاری صنعتی سہولت پاکستان سٹیل ملز سوویت یونین نے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں تعمیر کی تھی اور اسے جون ۲۰۱۵ء میں بند کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سے، مختلف حکومتوں کو غیر ملکی سرمایہ کاری کی پیشکشیں موصول ہوئی ہیں، لیکن کسی پر بھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

کراچی، گلشن اقبال، پکوان سینٹر پر ڈکیتی کرنے والا ملزم رینجرز اہلکار نکلا

گلشن اقبال میں واقع پکوان سینٹر پر ڈکیتی کرنے والا ملزم رینجرز اہلکار نکلا۔ اہلکار کیخلاف محکمانہ کارروائی کی گئی ہے تاہم رینجرز اور پولیس نے ملزم کی باضابطہ گرفتاری کی تصدیق نہیں کی۔ چند روز قبل گلشن اقبال میں واقع پکوان سینٹر میں رینجرز یونیفارم پہنے ملزم سمیت تین ملزمان کی لوٹ مار کے واقعہ کا مقدمہ گلشن اقبال تھانے میں پکوان سینٹر کے مالک کی مدعیت میں درج کیا گیا تھا۔ مدعی نے بتایا تھا کہ ملزمان نے اس سے ۱۸ لاکھ روپے اور دو موبائل فون

چھینے اور جاتے ہوئے اسے اپنی کار میں ساتھ بٹھا کر لے گئے اور سرجانی ٹاؤن کے علاقے میں اسے چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ واقعہ کی سی ٹی وی فوٹیج بھی وائرل ہوئی تھی۔ ملزم رینجرز کا اہلکار تھا اور ان دنوں چھٹی پر تھا۔

ایتھوپیا صومالیہ کشیدگی کے خاتمے کے لیے ترکیہ کی ثالثی

برّاعظم افریقہ کے دو ہمسایہ ممالک ایتھوپیا اور صومالیہ کے حکام ترکیہ کے دارالحکومت انقرہ میں مذاکراتی میز پر جمع ہوئے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان طے پانے والے صومالی لینڈ معاہدے نے فریقین کے باہمی تناؤ میں اضافہ کر دیا تھا۔ ۲۰ کلو میٹر طویل سرحدی پٹّی کو ۵۰ سال کے لئے ایتھوپیا کے استعمال میں دیا جانا کشیدگی کا سبب بنا تھا۔ ایک عرصے سے ترکیہ اور صومالیہ قریبی اتحادی ہیں۔ ترکی کے صدر رجب طیب اردگان نے جولائی میں ترک پارلیمنٹ میں ایک تحریک پیش کی تھی جس میں صومالیہ میں وہاں کے علاقائی پانیوں میں ترک فوج کی تعیناتی کی اجازت طلب کی گئی تھی۔ ۲۰۱۷ء میں ترکی نے اپنا سب سے بڑا سمندر پار فوجی مرکز موغادیشو میں کھولا۔ ترکیہ صومالی فوج اور پولیس کو تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔ افریقہ میں ترک مفادات سے متعلق مکمل کیے گئے ایک مطالعاتی جائزے کے مصنف سیلین گُجم کا کہنا ہے کہ، ”اردگان خود کو مغرب کے متبادل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔“ اس نے مزید کہا کہ یورپی ممالک کی نسبت ترکیہ افریقہ میں اپنی موجودگی کے حوالے سے اپنے ”مخلص“ ہونے پر بھی اکثر زور دیتا دکھائی دیتا ہے۔ ترکیہ نے صومالیہ، لیبیا، کینیا اور کئی دیگر افریقی ممالک کے ساتھ دفاعی معاہدے بھی کیے ہیں، جن کے بعد ترکی میں دفاعی مصنوعات بنانے والی کمپنیوں کے ساتھ معاہدے بھی کیے گئے ہیں۔

چینی حکام کی مقبوضہ مشرقی ترکستان میں علاقوں کے نام کی تبدیلی کی مہم

ہیومن رائٹس واچ کی ایک رپورٹ کے مطابق سنکیانگ میں چینی حکام منظم طریقے سے ایغوروں کے لیے مذہبی، تاریخی یا ثقافتی معنی رکھنے والے سینکڑوں گاؤں کے نام تبدیل کر رہے ہیں یہ اقدامات چینی کمیونسٹ پارٹی کے نظریے کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی تحقیق نے تقریباً ۶۳۰ ایسے دیہاتوں کی نشاندہی کی ہے جہاں کے نام تبدیل کیے گئے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی قائم مقام چائنہ ڈائریکٹر مایا وانگ نے کہا، ”چینی حکام سنکیانگ کے سینکڑوں گاؤں کے ناموں کو ایغوروں کے لیے با معنی ناموں سے تبدیل کر رہے ہیں جو حکومتی پراپیگنڈے کی عکاسی کرتے ہیں۔ نام کی یہ تبدیلیاں چینی حکومت کی جانب سے ایغوروں کے ثقافتی اور مذہبی تاثرات کو مٹانے کی کوششوں کا حصہ دکھائی دیتی ہیں۔ مشترکہ تحقیق میں، ہیومن رائٹس واچ اور ناروے میں قائم تنظیم Uyghur Help (ایغور مدد) نے بتایا کہ ۲۰۰۹ء سے ۲۰۲۳ء کے درمیان چین کے قومی ادارہ شماریات نے اپنی ویب سائٹ سے سنکیانگ کے دیہاتوں کے ناموں کو ختم کر دیا۔ اس عرصے کے دوران سنکیانگ کے پچیس ہزار گاؤں میں سے تقریباً تین ہزار چھ سو کے نام تبدیل کیے گئے۔

بھارت، مظفر نگر میں ٹھیلوں اور ریسٹورنٹ مالکان کو اپنا نام واضح طور پر لکھنے کی ہدایت

بھارتی ریاست اترپردیش کے شہر مظفر نگر کی پولیس نے ٹھیلوں اور ریسٹورنٹ مالکان کو اپنا نام واضح طور پر لکھنے کی انوکھی ہدایت کی ہے۔ بھارتی صحافی راجدیپ سردیسائی کا کہنا ہے کہ یہ اقدام مسلمانوں سے کھانے پینے کی چیزوں کی خریداری روکنے کے لیے کیا گیا ہے۔ بھارتی سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کی جانب سے بھی اس اقدام کی شدید مذمت کی جارہی ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں انتہا پسند ہندوؤں کی جانب سے باقاعدہ مہم چلائی جارہی ہے کہ مسلمانوں کا مکمل معاشی بائیکاٹ کیا جائے، انہیں مکان دکانیں نہ فروخت کی جائیں اور نہ ہی کرائے پر دی جائیں۔

بھارت کو مقبوضہ کشمیر سے جوڑنے کیلئے اسٹریٹیجک ریلوے پل تیار

بھارت کو کوہ ہمالیہ کے ذریعے مقبوضہ کشمیر سے جوڑنے والے ایک بڑے ریلوے پل کا آغاز ہونے جارہا ہے۔ اس پل کے ذریعے ایک جانب تو مقبوضہ کشمیر میں بھارتی انتظامی اثر ورسوخ بڑھے گا اور ساتھ ہی چین سے بڑھتے ہوئے اسٹریٹیجک خطرات سے بھی نمٹا جائے گا۔ چناب ریل برج کے ذریعے مقبوضہ کشمیر کو بھارتی میدانی علاقے سے ملایا گیا ہے۔ ۲۴ ملین ڈالر کی لاگت سے تیار کیا گیا یہ پل بھارت کی حالیہ تاریخ کا انجینئرنگ کا سب سے بڑا پروجیکٹ ہے۔ تیرہ سو پندرہ میٹر طویل اس دھاتی پل کے ذریعے دو پہاڑوں کو آپس میں جوڑا گیا ہے اور یہ دریائے چناب کے اوپر تین سو انسٹھ میٹر بلند ہے۔

تقسیم کے وقت تمام مسلمانوں کو پاکستان نہ بھیجنا بڑی غلطی، بھارتی یونین منسٹر

بھارتی یونین منسٹر برائے مویشی، ڈیری اور فشریز گری راج سنگھ کا کہنا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے وقت تمام مسلمانوں کو پاکستان نہ بھیج کر ایک بہت بڑی غلطی کی تھی۔ دریں اثناء بھارت کی شمال مشرقی ریاست آسام کے بی جے پی سے تعلق رکھنے والے وزیر اعلیٰ ہمانتا بسوا شرما نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کی ریاست میں مسلمانوں کی آبادی ہر ۱۰ سال میں تقریباً ۳۰ فیصد بڑھ رہی ہے اور وہ ۲۰۴۱ء تک اکثریت میں آجائیں گے۔ یونین وزیر گری راج سنگھ نے ۲۰۱۴ء کے لوک سبھا انتخابات کے دوران پورے ملک میں تب شہرت حاصل کی جب انہوں نے اعلان کیا تھا کہ جو لوگ مودی کو ووٹ نہیں دیتے وہ

پاکستان چلے جائیں۔ گریراج اپنے مکروہ اور متنازع بیانات کے لیے جانا جاتا ہے، اسے پہلی بار نومبر ۲۰۱۴ء میں مودی کی وزراء کونسل میں شامل کیا گیا تھا اور مئی ۲۰۱۹ء میں مکمل کابینہ کے عہدے پر ترقی دی گئی تھی۔ اس نے کچھ عرصہ قبل کہا تھا کہ دیوبند دہشت گردی کا سرچشمہ ہے۔

ڈالر تباہ، امریکہ دیوالیہ ہو رہا ہے، ایلون مسک کی وارننگ

امریکی جریدے "فوربز" کے مطابق ٹیسلا اور ایکس (سابقہ ٹوئٹر) کے ارب پتی مالک ایلون مسک نے خبردار کیا ہے کہ امریکی ڈالر "تباہی" کی طرف بڑھ رہا ہے اور ۳۵ ٹریلین ڈالر کے قرضوں کا بڑھتا ہوا انبار امریکہ کو "دیوالیہ" کر سکتا ہے، وزیر خزانہ جینٹ یلن (Janet Yellen) کی جانب سے امریکی ڈالر کے مستقبل کے بارے میں خدشات کو تسلیم کرنے کے بعد، مسک نے امریکہ کے دیوالیہ ہونے کے حوالے سے خبردار کیا۔ امریکی میڈیا رپورٹ کے مطابق ایلن مسک نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر ایک تصویر شیئر کی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ امریکی ڈالر زمبابوے کے ڈالر میں تبدیل ہو رہا ہے، جس کی قدر میں تیزی سے کمی دیکھنے میں آئی۔ ۲۰۰۹ء میں زمبابوے کا مرکزی بینک ۱۰۰ ٹریلین ڈالر کے نوٹ جاری کر رہا تھا۔ مسک نے کہا کہ ہم ڈالر کی قیمت کی تباہی کے ساتھ کہاں ہیں، آپ سوچ سکتے ہیں؟ امریکی ڈالر کے حوالے سے ایلن مسک نے ایک کہانی کو ری ٹویٹ کیا جس میں کہا گیا ہے کہ امریکی حکومت اپنے تقریباً ۳۵ ٹریلین ڈالر کے قرض کے سود کی ادائیگی کے لیے جمع کیے گئے تمام انفرادی انکم ٹیکس کا ۷۶ فیصد مختص کر رہی ہے۔ امریکی قرضوں کی سود کی ادائیگی رواں برس ۸۷۰ بلین ڈالر تک پہنچنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ کانگریس کے بجٹ آفس کے مطابق، مہنگائی میں اضافے کے بعد فیڈرل ریزرو کو سود کی شرح میں اضافہ کرنے پر مجبور کیا گیا ہے جو کہ پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بینک آف امریکہ کے تجزیہ کاروں نے خبردار کیا ہے کہ امریکی قرضوں کا بوجھ بٹ کوائن کی قیمت میں اضافے کو ہوا دے رہا ہے۔ امریکی قومی قرضہ ہر ۱۰۰ دن میں ایک ٹریلین ڈالر بڑھ رہا ہے۔

برما ڈرون حملہ: ۲۰۰ سے زائد روہنگیا افراد کی شہادتیں

خبر رساں اداروں کی اطلاعات کے مطابق یہ حملہ پیر کے روز اس وقت کیا گیا، جب متعدد خاندان میانمار سے بنگلہ دیش پہنچنے کی کوشش میں تھے۔ باغی گروپ اراکان آرمی اور ملکی فوج نے ایک دوسرے پر اس حملے کا الزام عائد کیا ہے۔ خبر رساں ادارے روئٹرز کی ایک رپورٹ میں عینی شاہدین کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ رواں ہفتے بچوں سمیت درجنوں روہنگیا باشندے میانمار سے فرار ہونے کے دوران ایک ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔ اس واقعے کا احوال سناتے ہوئے عینی شاہدین نے روئٹرز کو بتایا کہ انہوں نے حملے میں زندہ بچ جانے والوں کو لاشوں کے ڈھیر میں اپنے رشتہ داروں کو تلاش کرتے دیکھا۔ تاہم حملے میں زندہ بچ جانے والے تین افراد نے روئٹرز سے گفتگو کے دوران کہا کہ اس واقعے میں شہید ہونے والوں کی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ ہے، جبکہ ایک عینی شاہد کا کہنا تھا کہ اس نے کم از کم ۷۰ لاشیں دیکھی ہیں۔ سوشل میڈیا پر پوسٹ کی گئی جن ویڈیوز کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اسی واقعے کی ہیں، ان میں سوٹ کیسز اور بیگز کے درمیان لاشوں کے ڈھیر دیکھے جا سکتے ہیں۔ روئٹرز کی جانب سے تحقیقات کے بعد سامنے آیا ہے کہ یہ ویڈیوز میانمار کے ساحلی قصبے مونگ ڈاؤ سے کچھ فاصلے پر واقع علاقے کی ہیں۔ اس واقعے کے ایک عینی شاہد پینتیس سالہ محمد الیاس نے روئٹرز کو بتایا کہ شہید ہونے والوں میں ان کی حاملہ بیوی اور دو سالہ بیٹی بھی شامل تھیں۔ بنگلہ دیش میں مہاجرین کے ایک کیمپ میں روئٹرز سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کی بیوی اور بیٹی ان کے ساتھ ساحل کے قریب کھڑی تھیں کہ ڈرون حملہ شروع ہوا۔ اس حملے کو یاد کرتے ہوئے انہوں نے کہا، "میں نے شیلنگ کی زوردار آواز کئی بار سنی۔" الیاس نے بتایا کہ وہ حملے کے دوران اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے خیال سے زمین پر لیٹ گئے تھے اور جب وہ دوبارہ اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی اور بیٹی شدید زخمی تھیں، جب کہ کئی رشتہ دار شہید ہو چکے تھے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اصلاحِ معاشرہ

قرآن مجید اس تاجرانہ ذہنیت کی نفی کرتا ہے، اور ماں باپ کے رشتے کو بڑی اہمیت سے بیان کرتا ہے، اور یہ حکم دیتا ہے کہ خواہ دنیا کے اعتبار سے بے فائدہ ہو کر رہ جائیں لیکن ان کی خدمت سعادت اخروی کا راستہ ہے، جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے بتایا گیا ہے اور باپ کو جنت کا قیمتی دروازہ کہا گیا ہے اور یہاں تک ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

"تمہارے پاس اگر دونوں یا دونوں میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اف بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان دونوں سے نرم بات کرنا، اور ان کے لیے محبت و رحمت کے ساتھ سراپا تواضع بن جانا اور کہنا کہ اے رب ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا۔"

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بقیہ: ہو گا قدس آزاد

ہمارے قائد اسماعیل ہنیہ کا خون جو آج غزہ کے بچوں، عورتوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کے خون کے ساتھ مل رہا ہے، اور ہمارے عوام اور امت کے مجاہدین کے خون کے ساتھ، یہ ثابت کرتا ہے کہ مزاحمت اور اس کے قائدین، اس جنگ میں اپنے عوام کے ساتھ شانہ بشانہ ہیں، اور یہ پاک خون جو اللہ کے نزدیک عزیز ہے، بے کار نہیں جائے گا، بلکہ یہ آزادی کی راہ میں چراغ بنے گا، اور دشمن کو اس کے حملے کی قیمت غزہ، مغربی کنارہ اور اس کی اپنی بدصورت ریاست میں اور ہر جگہ جہاں ہمارے عوام اور امت کے مجاہدین کے ہاتھ پہنچیں گے، اپنے خون سے ادا کرنی پڑے گی۔"

مولانا مسعود ازہر دامت برکاتہم شیخ کی تعزیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم اس موقع پر...... مجاہدین فلسطین کے ساتھ ان کے اس غم میں شریک ہیں...... ہم انہیں بیک وقت "مبارکباد" اور تعزیت پیش کرتے ہیں...... اور انہیں دل سے مطلع کرتے ہیں کہ...... ہماری جانیں اسلام کے غلبے...... ختم نبوت، ناموس رسالت...... مسجد اقصیٰ کی حرمت...... فلسطین اور کشمیر کی آزادی...... اور پاکباز شہدائے کرام کے انتقام کے لیے حاضر ہیں۔"

والله غالب على أمره ولكن أكثر الناس لا يعلمون

☆☆☆☆☆

بقیہ: فلسطین: مغربی میڈیا کی ذو معنی اصطلاحات

کہاں کا سیز فائر؟ یہاں تو ایک فوج ہے جو نہتی آبادی پر آتش و آہن برسا رہی ہے اور چالیس ہزار سے زائد لوگوں کو قتل کر چکی ہے۔ یہاں سیز فائر کہاں سے آ گیا؟ یہاں تو نسل کشی میں تعطل کی اصطلاح حسب حال ہے۔ لیکن مسلسل ہمیں بتایا جاتا ہے کہ سیز فائر کی کوششیں جاری ہیں۔ غزہ میں اسرائیلی قیدیوں پر تو اکثر مضامین باندھے جائیں گے لیکن اسرائیل کی قید میں پڑے سات ہزار قیدیوں کے بارے میں کبھی کچھ شائع نہیں ہو گا۔ گویا حقوق انسانی صرف اسرائیل کے ہیں اور فلسطینی تو ابھی انسانی درجے سے کم تر کی مخلوق ہیں۔

مغربی میڈیا کے اس رویے پر خود امریکہ کے ایک یا دو نہیں ۱۵۰۰ صحافی کھلا خط لکھ چکے ہیں اور احتجاج کر چکے ہیں کہ کس طرح امریکہ میں فلسطین کے خلاف اسرائیلی مظالم پر بات کرنے سے روکا جا رہا ہے اور یک طرفہ رپورٹنگ ہو رہی ہے۔ بی بی سی کے آٹھ صحافی الجزیرہ کو لکھے گئے خط میں بتا چکے ہیں کہ کیسے فلسطین کے حقائق پر لکھنے پر پابندیاں عائد کی جا چکی ہیں۔ آسٹریلیا کے درجنوں صحافی بھی خود پر عائد پابندیوں پر کھلا خط لکھ چکے ہیں۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو ایک کالم میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ ہاں مگر اس ہنر کاری کو سمجھا جا سکتا ہے جو مغربی میڈیا نے روا رکھی ہوئی ہے۔

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔(ادارہ)]

☆☆☆☆☆

بقیہ: کیا حماس ختم ہو جائے گی؟

پچھلے دس ماہ میں اسرائیل نے ہزاروں حماسیوں کو ہلاک کرنے کا دعوی تو کیا ہے مگر ایک بھی واقعہ ایسا سامنے نہیں آیا کہ حماس کے کسی مسلح یونٹ یا چھوٹی سے چھوٹی ٹولی نے اسرائیلی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال کے خود کو ان کے حوالے کر دیا ہو۔ حماسی فائٹر اس مکھی کی طرح آپریٹ کر رہے ہیں جو آپ کے منہ کے ارد گرد اڑ رہی ہے اور بیٹھ رہی ہے اور آپ اسے ہلاک کرنے کی کوشش میں اپنا ہی منہ پیٹ پیٹ کے لال کر لیں۔ ان دس ماہ میں ایک بات تو ثابت ہو گئی کہ اسرائیل اپنی بے پناہ طاقت کے باوجود ناقابلِ تسخیر ہرگز ہرگز نہیں۔

حماس کو تباہ کرنے کے اسرائیلی دعوے اپنی جگہ مگر خود اسرائیل کے سرپرست بھی انھیں ماننے کو تیار نہیں۔ امریکی انٹیلی جنس ذرائع کہتے ہیں کہ اسرائیل اب تک حماس کی محض تیس سے پینتیس فیصد تک عسکری قوت اور صرف پینتیس فیصد زیر زمین سرنگیں ختم کر پایا ہے۔ جتنے مرتے ہیں ان سے کہیں زیادہ بھرتی ہونے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

جو غلطی اسرائیل آج کر رہا ہے، امریکہ وہی غلطی پچاس برس پہلے ویتنام میں اور پچیس برس پہلے افغانستان میں کر چکا ہے۔ مگر اسرائیل کا خیال ہے کہ جہاں کوئی اور کامیاب نہیں ہو سکا وہ ضرور کامیاب ہو جائے گا۔

اسرائیل کے لیے بری خبر یہ ہے کہ تاریخ کا قبرستان ایسی ریاستوں سے بھرا پڑا ہے جو اپنی ناقابلِ تسخیریت کے نشے میں اندھی اور بہری ہو کر مٹ گئیں۔ اور اب سیاحوں میں نشانِ عبرت کے طور پر مقبول ہیں۔

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔(ادارہ)]

☆☆☆☆☆

پیغامِ آزادی

اشعار: مولانا عامر عثمانی رَحِمَہُ اللّٰہُ

یا رنج و بلا کا خوف نہ کر یا نام نہ لے آزادی کا
جب ولولۂ پرواز نہیں الزام نہ لے آزادی کا

آزادی کو تلواروں کی آغوش میں پالا جاتا ہے
آبادی کو بربادی کے سانچوں میں ڈھالا جاتا ہے

میدانِ وفا میں جینے کا ارمان نکالا جاتا ہے
غیرت کے سنہرے پرچم کو سر دے کے سنبھالا جاتا ہے

یا فلسفۂ لاتحزن کی تاویل نہ کر شمشیر اُٹھا
یا اپنے سرِ ناکارہ سے یہ تہمت داروگیر اُٹھا

دریائے سکون و راحت میں طوفان ہزاروں آئیں گے
ہستی کے مسرت خانوں پر تیغوں کے الم لہرائیں گے

ماں باپ کی آنکھوں کے آگے اولاد کے سر کٹ جائیں گے
اربابِ وطن کے سینوں میں دل لرزیں گے تھرائیں گے

گم ہوں گے کتابِ ہستی سے ایمان و وفا کے افسانے
خود شمع بجھانے کی خاطر یلغار کریں گے پروانے

گڑ جائے گا سینوں میں پرچم خنجر کی چمکتی دھاروں کا
پی پی کے لہو انسانوں کا متلائے گا جی تلواروں کا

پرسان الم ہوگا نہ کوئی مردوں کے سوا بیماروں کا
چھپ جائیں گے ڈر کر شمس و قمر رُخ زرد پڑیگا تاروں کا

ہر گام پہ توپیں گرجیں گی ہر بام پہ گولے برسیں گے
ہر شاخ جلا دی جائے گی ہر نخل پہ اولے برسیں گے

بڑھنا ہے اگر اس میداں میں ہر غم کو بھلا کر آگے بڑھ
ایمان و یقیں کو قسمت کی تحریر بنا کر آگے بڑھ

آہنگ نفس سے غلغلۂ تکبیر اٹھا کر آگے بڑھ
اپنے ہی دھڑکتے سینہ پر اک زخم لگا کر آگے بڑھ

وہ نعرہ لگا تو میداں میں شیروں کے بھی سینے پھٹ جائیں
ہر جنبش چشمِ آبرو سے شیطان کے لشکر کٹ جائیں

مانا کہ بساط عالم پر مجبور ہے تو لاچار ہے تو
باطل کے عساکر کے آگے ٹوٹی ہوئی اک تلوار ہے تو

آباد ہیں وہ برباد ہے تو زردار ہیں وہ نادار ہے تو
وہ روئے زمیں کے مالک ہیں اور دوش زمیں پر بار ہے تو

لیکن یہ جہاں سب تیرا ہے تاریخ سلف دہراتا چل
ایمان و عمل کے بربط پر اسلام کا نغمہ گاتا چل

اے سرزمین بنگال میں
بسنے والے علمائے اسلام!

اے معزز علمائے کرام! میں آپ کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کی راہ میں شہادت کو گلے لگانے اور اس دین، اپنے نبی ﷺ کی حرمت اور اُمت کے مقدسات کی حفاظت کی خاطر کٹ مرنے کی محبت، اس اُمت کے دلوں میں بھر دیجئے۔ اس اُمت کو یہ سکھلایئے کہ اللہ کے راستے میں موت اللہ کی نافرمانی کی زندگی سے بہتر ہے۔ اس اُمت کو پھر سے یہ سبق یاد دلایئے کہ ظلم کے خلاف مزاحمت کرنے کی قیمت ظلم کے آگے سر تسلیم خم کر دینے سے بہت کم ہوتی ہے۔ جو کوئی آزادی چاہتا ہو اسے اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور آزادی کی قیمت موت ہے۔

یہ آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ سیکولر اور ملحد لوگوں کے خلاف ایک دعوتی اور فکری معرکہ برپا کریں۔ تاکہ آپ ان کے عقائد اور افکار کا کھوکھلا پن لوگوں پر عیاں کر سکیں، لوگوں کے سامنے اس گروپ کی پست ذہنیت ظاہر کر سکیں اور لوگوں پر یہ واضح کر سکیں کہ یہ لوگ کس اندھی کھائی میں آپ کے ملک کو دھکیلنا چاہتے ہیں اور آپ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے شریعت کے محاسن بیان کریں انہیں بتائیں کہ شریعت عدل و انصاف، حریت، عزت، عفت، اخلاق کی حفاظت، اعلیٰ اقدار اور انسانی وقار کی نگہبانی کی طرف بلاتی ہے۔

فضیلة الشیخ

ابو محمد ایمن الظواهری